حبیب سالمی

ماری کلیر کی مہک

ناول

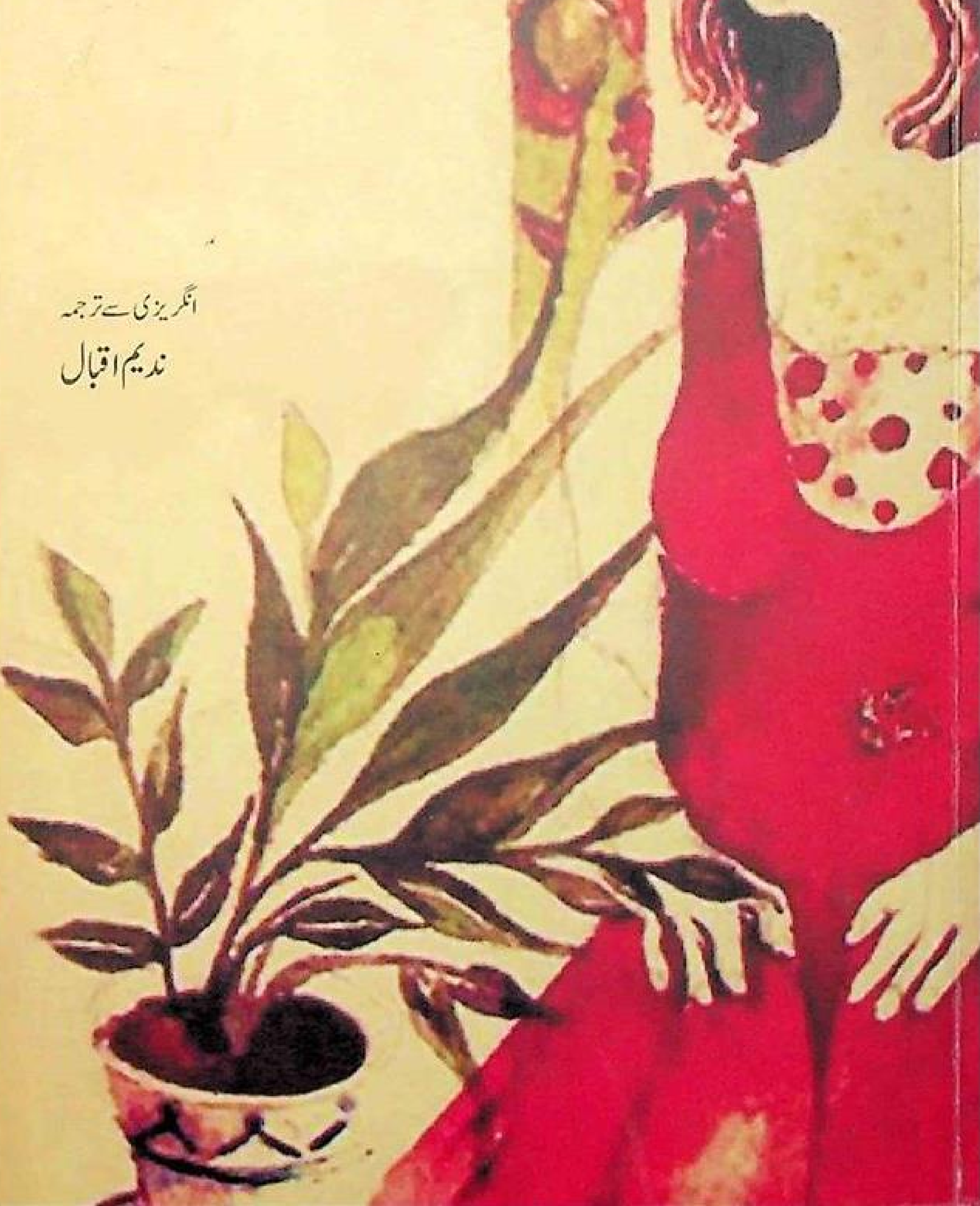

انگریزی سے ترجمہ

ندیم اقبال

ماری کلیر کی مہک

حبیب سالمی

ماری کلیر کی مہک

(ناول)

انگریزی سے ترجمہ

ندیم اقبال

حبیب سالمی

ماری کلیر کی مہک

انگریزی سے ترجمہ: ندیم اقبال

پہلی اشاعت:2020

زیرِ اہتمام
آج کی کتابیں

طباعت: واحد آرٹ پریس، کراچی

سٹی پریس بک شاپ
316 مدینہ سٹی مال، عبداللہ ہارون روڈ، صدر کراچی 74400
فون: 35650623 (21-92)
ای میل: ajmalkamal@gmail.com
cpkarachi2020@gmail.com
ویب سائٹ: www.citypressbooks.com

حبیب سالمی تیونس کے مقام العلا میں، جو کیروان کے تاریخی شہر کے پاس واقع ہے، 1951 میں پیدا ہوے اور زیرِ نظر ناول کی اشاعت (2008) تک ان کے سات ناول اور کہانیوں کے دو مجموعے شائع ہو چکے تھے۔ اس ناول کا انگریزی ترجمہ 2010 میں شائع ہوا، اور یہ حبیب سالمی کے کسی ناول کا پہلا انگریزی ترجمہ تھا۔ وہ 1985 سے پیرس میں مقیم ہیں اور یونیورسٹی کی سطح پر عربی ادب پڑھاتے ہیں۔

انتساب

نویرا کے نام

(مترجم)

ماری کلیر کی مہک

جس ناول کا ترجمہ آپ اگلے صفحات میں پڑھیں گے اس کا اصل عربی عنوان روائح ماری کلیر اور اس کے انگریزی ترجمے کا عنوان *The Scents of Marie-Claire* ہے۔ ان دونوں عنوانات میں خوشبو یا مہک کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، جبکہ اردو عنوان ماری کلیر کی مہک میں اردو محاورے کی اس خصوصیت سے کام لیا گیا ہے کہ یہاں متعدد کے معنی میں واحد کا صیغہ استعمال کیا جانا ممکن اور روا ہے۔ ناول کو پڑھتے ہوئے یہ نکتہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے، اس لیے کہ حساس اور پیچیدہ بیانیے والے اس ناول میں مرد اور عورت کے جسمانی اور جذباتی رشتے کی رنگارنگی کا بنیادی استعارہ برتا گیا ہے، اور یہ استعارہ، جیسا کہ کامیاب جدید فکشن میں بارہا دیکھنے میں آیا ہے، اس سے وسیع تر توقعے کا تخلیقی بیان بن جاتا ہے۔ اسے ہم اپنی اصطلاح میں 'قدیم' اور 'جدید' یا 'مشرق' اور 'مغرب' کے تہذیبی ملاپ/ٹکراؤ کا ایک گہرا، پرمعنی مطالعہ سمجھ سکتے ہیں، اگرچہ اس امر کو نوٹ کرنا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ اس ناول کے مصنف حبیب سالمی کا اصل وطن تیونس جس جغرافیائی خطے میں شامل ہے، یعنی شمال مغربی افریقہ، وہاں کے رہنے والے اس خطے کو "المغرب" کا نام دیتے ہیں۔ تاہم، ناول میں جن روایتی تہذیبی خصوصیات، مثلاً مردانگی، عشق، غیرت، رکھ رکھاؤ، حیا، ناپاکی وغیرہ، کو پیرس میں مقیم ایک مہاجر عرب کے کردار کے تجربات کے ذریعے مقامی جدید تہذیب سے ملتے، الجھتے اور ٹکراتے ہوئے دکھایا گیا ہے، ان خصوصیات اور ان سے جنم لینے والی کشمکش کو ہم اپنے ماضی اور حال میں بھی پہچان سکتے ہیں۔

حبیب سالمی تیونس کے مقام العلا میں، جو کیروان کے تاریخی شہر کے پاس واقع ہے، 1951 میں پیدا ہوئے اور زیرِنظر ناول کی اشاعت (2008) تک ان کے سات ناول اور کہانیوں کے دو مجموعے شائع ہو چکے تھے۔ اس ناول کا انگریزی ترجمہ 2010 میں شائع ہوا، اور یہ حبیب سالمی کے کسی ناول کا پہلا انگریزی ترجمہ تھا۔ وہ 1985 سے پیرس میں مقیم ہیں اور یونیورسٹی کی سطح پر عربی ادب پڑھاتے ہیں۔

1

''تم نے غسل کیا؟''

اُس وقت میرے لیے صرف اتنا ہی کافی ہوتا تھا کہ سر کی ایک خفیف جنبش سے اُسے سمجھا دوں کہ میرا مدعا کیا ہے۔ ایسا میرے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ ناشتے کی میز پر اس کے مقابل کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے یہ پہلا سوال ہوتا تھا جو وہ مجھ سے پوچھتی تھی، اُسی لہجے میں جو اس کے میرے اپارٹمنٹ میں منتقل ہونے کے بعد سے بمشکل ہی تبدیل ہوا ہوگا۔

اس کے بعد ہم کچھ نہیں بولتے تھے۔ ہم اپنا ناشتہ اتنے انہماک سے کرتے گویا ہم کسی قدیم رسم میں حصہ لے رہے ہوں جس کی جزئیات سے ہم مستقل مشق کے باعث انتہائی مانوس ہیں۔ ہماری جسمانی حرکات بھی وہی لگی بندھی ہوتی تھیں۔ ناشتے کی تمام مدت کے دوران، ہم شاذ ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے لیکن مجھے یقین ہے کہ ماری کلیر، جس کا چہرہ بیضوی اور رُخسار بھورے تِلوں سے بھرے ہوئے تھے، خوش تھی۔ غسل کرنے کے بعد صبح ایک ساتھ ناشتہ کرنا اس کی پسندیدہ باتوں میں سے ایک تھا۔

ہمارے ایک ساتھ رہنے سے قبل، ماری کلیر صبح آنکھ کھلتے ہی کچن کی جانب بھاگتی اور جلدی جلدی ناشتہ کر کے کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے دو ایک سگریٹ پیا کرتی تھی۔ اس کے بعد وہ نہانے کے لیے غسلخانے جاتی تھی۔ ان تمام باتوں کا اعتراف اس نے ایک دن مجھ سے خود کیا تھا جب ہماری دوستی گہری آشنائی میں بدل چکی تھی۔ میں نے تعجب کا اظہار کیا اور پھر آہستہ آہستہ اسے قائل کیا کہ وہ یہ بری عادت چھوڑ دے۔ ''کھانا خدا کی ایک مقدس نعمت ہے،'' میں نے اسے بتایا؛ اصل میں یہ وہی الفاظ تھے جو میری ماں ہمیشہ کہا کرتی تھی، ''ہمیشہ کھانا کھاتے وقت پاک صاف ہونا چاہیے۔'' کچھ ہی عرصے میں وہ مجھ سے زیادہ محتاط ہو گئی کہ کھانے سے پہلے غسل ضرور کرنا ہے۔

میں اسے اب بھی دیکھ سکتا ہوں کہ وہ جھک کر ایک سینکی ہوئی ڈبل روٹی کے سلائس پر مکھن کی

پتلی تہہ اور پھر چیری، آڑو، انگور یا اسٹرابیری کے مربے کی ایک دبیز تہہ جماتی۔ وہ اس سلائس کو گرم کافی یا دودھ میں ڈبوتی، پھر اسے اپنے ان ہونٹوں تک لاتی جن کی خواہش سے میں خود کو کبھی باز نہ رکھ سکا، اُس لمحے سے جب اس سے ملاقات ہوئی تھی اور اس لمحے تک جب اس نے مجھے چھوڑ دیا۔

کھانا ختم کرنے کے بعد وہ اپنے گیلے ہونٹوں پر انگلیاں پھیرتی جو نیند کے باعث ہلکے سے سوجے ہوئے ہوتے تھے۔ ''تمھارے ساتھ ناشتہ کرنا کتنا فرحت انگیز ہے۔'' اس کے لہجے سے شادمانی جھلک رہی ہوتی تھی۔ ''کیا تمھیں علم ہے کہ ناشتے سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے!'' میں اثبات میں اپنا سر ہلاتا، میں جو ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوا تھا جہاں لوگ کھانے کے متعلق بات نہیں کرتے تھے سوائے اس کے کہ یہ خدا کی طرف سے ایک رحمت ہے۔ میں، جو اپنے بچپن میں نہیں جانتا تھا کہ ناشتہ کسے کہتے ہیں؛ اگر مجھے ناشتے میں کچھ کھانے کو مل جاتا تو وہ گندم یا جَو کی سخت روٹی کا ٹکڑا ہوتا تھا جسے کئی گھنٹے پانی میں بھگویا جاتا تھا تاکہ اسے چباتے وقت میرے دانت محفوظ رہیں۔ ویسے بھی ان دانتوں کو نکلنے میں ایک زمانہ لگا تھا۔ اس کے علاوہ کبھی گزشتہ روز کی بچی ہوئی شکشکا چٹنی یا خشخش جو رات بھر رکھنے کے بعد خوش قسمتی سے کھٹی نہ ہوئی ہو یا پھر بکری کی کھال والی مَشک میں رکھی باسی لسّی جس کے ساتھ میں چُرائی ہوئی کھجور یا آڑو، جو ہاتھ لگتا، کھا لیتا تھا۔

ماری کلیر نے اپنا جسم کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف موڑ لیا اور سگریٹ کے دھویں کو کھڑکی کی طرف اُڑانے لگی۔ یہ عمل وہ روز انتہائی باقاعدگی اور احتیاط سے کیا کرتی تھی تاکہ دھواں مجھ تک نہ پہنچے۔ اسے معلوم تھا کہ صبح صبح مجھ سے سگریٹ کا دھواں برداشت نہیں ہوتا۔ وہ سُستی بھری جمائی لیتی تو مجھے اس کے سونے کا پتر چڑھے دانت نظر آتے۔ سگریٹ ختم کر کے وہ اپنے دونوں بازو بلند کر کے انگلیاں آپس میں پھنسا لیتی اور اُن سے اپنا سر دبانے لگتی۔ اس عمل سے اُس کی دونوں بغلیں صاف نظر آنے لگتیں۔ میرے ذہن پر ہمیشہ عورتوں کی بغلیں دیکھنے کی دُھن سوار رہتی تھی۔ رفتہ رفتہ میں نے دریافت کیا کہ یہ دو گڑھے جن کے متعلق عورتوں کو کوئی شرمندگی نہیں ہوتی، کسی بھی عورت کے جسم کے دو انتہائی شہوت انگیز حصے ہیں، بالخصوص اُس وقت جب وہ بالوں سے صاف ہوں۔ جب میں اپنی ناک کسی کی بغل میں رکھ کر رگڑتا ہوں اور اُس کی مہک سونگھتا ہوں تو ایک خوش ذائقہ احساس مجھے اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ یہ احساس مجھے اپنے بچپن کی یاد دلاتا ہے جب میں بطور بچے کے اپنا سر اپنی ایک بلوغت یافتہ

بہن کی چھاتیوں کے درمیان رکھا کرتا تھا۔

جب میں نے پہلی بار ماری کلیر کو اس بارے میں بتایا تھا تو وہ ہنسی اور تعجب سے اُس کی بھنویں اوپر چڑھ گئیں۔ ''تم بھی ایک سؤر ہو! تمھیں بغلوں کا کیا پسند ہے، بال یا پھر پسینے کی بُو؟'' لیکن جتنا وقت ہم ساتھ ہوتے، اسے ہمیشہ یاد رہتا کہ مجھے اس کے جسم کا یہ حصہ بہت پسند ہے اور جب جب وہ مجھ سے اُلفت کا اظہار کرتی یا میری جنسی خواہش کو اُبھارنا چاہتی یا میرے لیے اپنی چاہت کا اظہار کرنا چاہتی، وہ اپنی بغلوں کی بے دھڑک نمائش کرتی یا پھر میرا سر پکڑ کر اُسے اپنی بغل میں گھسیڑ لیتی۔

کھانا ختم کرنے اور سگریٹ نوشی کے بعد، ماری کلیر اپنی نشست پر بیٹھی رہتی۔ شروع کے چند برسوں میں یہی کوشش میں نے بھی کی کیونکہ مجھے علم تھا کہ اُن لمحات میں اس کے قریب رہنے سے اسے اتنی ہی خوشی ملتی تھی جتنی ہمارے ایک ساتھ ناشتہ کرنے سے ہوتی تھی۔ ماری کلیر آسمان کو تکتی رہتی۔ ایسا وہ تقریباً ہر صبح کیا کرتی تھی۔ ''ہولناک موسم!'' وہ اچانک بولتی جب سورج بادلوں کے پیچھے چھپا ہوا ہوتا۔ کئی دفعہ میں اپنے آپ کو روکنے کی کوشش کے باوجود جواباً بول اُٹھتا، ''لیکن بارش، بادل اور ہوائیں بھی تو خوبصورت ہوتی ہیں۔''

''تم انتہائی عجیب ہو،'' وہ جوشیلے لہجے میں بولتی۔ ''تم دوسرے لوگوں سے بالکل مختلف ہو ورنہ تم کبھی بھی بادلوں بھرے آسمان کو خوبصورت موسم نہ کہتے!''

میں خاموشی سے چھریوں اور کانٹوں کو دیکھتا رہتا، پھر میز پر سے ڈبل روٹی کا چورا صاف کرتا اور کپ میں بچی ہوئی کافی دوبارہ کافی کی کیتلی میں الٹ دیتا۔

جب وہ اپنا سر تھوڑا سا جھکاتی اور گہری خاموشی میں ڈوب جاتی تو میں موقعے سے فائدہ اٹھا کر دُزدیدہ نظروں سے اسے دیکھ لیتا۔ سب سے پہلے میں اس کی چھاتیوں کو دیکھتا جو ہمیشہ مجھے ایسے ہی موقعوں پر دیکھی گئی دوسری چھاتیوں سے کچھ چھوٹی لگتی تھیں۔ میں اُس کے کاندھے، بازوؤں اور گردن پر نظر ڈالتا جو مجھے بعد میں پتا چلا کہ لمبائی اور نفاست میں اُس کی ماں سے مشابہت رکھتے تھے۔ پھر میں اس کے غیر معمولی حد تک نرم ہاتھوں کو دیکھتا۔ اس کے بیضوی چہرے کو دیکھتا جو بھورے تِلوں سے بھرا ہوا تھا۔ کبھی کبھار میں اس کے اُس نقش کو یاد کرنے کی کوشش کرتا جو میرے ذہن پر کندہ تھا یا پھر اس کا وہ تاثر جب میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔

مجھے ماری کلیر کا چہرہ بہت پسند تھا؛ ان ہونٹوں کے باعث نہیں جن کی مجھے ہمیشہ خواہش رہا کرتی تھی اور نہ ہی اس وجہ سے کہ وہ بہت حسین چہرہ تھا، بلکہ اس لیے کہ وہ بیضوی، نسوانی اور بالخصوص ایک پُرسکون چہرہ تھا۔ اس کے چہرے سے جنسی قربت، بے ساختگی، سکون اور عقلمندی کی ملی جلی روشنی پھوٹتی تھی۔ کبھی کبھار اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے مجھے یوں لگتا تھا کہ کسی تیس سالہ عورت کا نہیں بلکہ کسی بچے کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اس کے چہرے پر موجود بھورے تل بھی بہت پسند تھے کیونکہ وہ اس کے چہرے کو مختلف کرتے تھے اور شانوں تک آتے اس کے بھورے بالوں سے مل کر اسے مزید پُرکشش بناتے تھے۔

شروع شروع میں جب وہ مجھے یوں چوری چھپے اپنی جانب دیکھتے ہوئے پکڑ لیتی تو زبان باہر نکال کر مجھے چڑایا کرتی یا پھر ہونٹ باہر نکال کر گردن میری طرف بڑھا دیتی اور اپنا چہرہ میرے چہرے کے قریب لے آتی؛ کبھی وہ اپنا اوپری دھڑ مجھ سے دور کر لیتی اور اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرنے کے بعد مجھے یوں لگاوٹ بھری نگاہوں سے دیکھتی جیسے کیمرے میں دیکھ رہی ہو۔ یہ سب کرتے ہوئے وہ مسکراتی یا ہنستی جاتی۔ کبھی کبھی وہ اٹھ کر میری جانب آتی اور دونوں ہاتھوں سے میری آنکھیں ڈھانپ لیتی، اپنی بانہیں میری گردن میں ڈال دیتی یا پھر میرے کندھے پکڑ کر شدت سے ہلاتی رہتی تاوقتے کہ میں اعتراف کر لیتا کہ میں ایک گندے ذہن کا بیمار شخص ہوں جسے دوسروں کو عریاں دیکھنے میں لطف آتا ہے، اور میں یہ وعدہ کرتا کہ میں اسی وقت اپنی یہ عادت ترک کرنے والا ہوں، بالخصوص اُسے اس طرح چوری چھپے دیکھنے کی اور وہ بھی ناشتے کے بعد ان لمحات میں۔ بعد میں وہ اپنا ہاتھ ہوا میں یوں لہراتی گویا میری اس عادت سے تنگ آ چکی ہو اور میرا مذاق اڑاتے ہوئے اپنا سر ہلاتی۔ وہ مجھے اس نظر سے دیکھتی جسے وہ انتہائی کوشش کر کے سرد مہر اور درشت بناتی تھی۔ اگر کوئی بات کرتی تو مجھ سے گزشتہ رات کی نیند کے متعلق پوچھتی یا پھر میری طبیعت دریافت کرتی کہ کہیں میں بیمار تو نہیں ہوں۔ وہ مجھے مشورہ دیتی کہ میں اپنے پیروں کے ناخن تراش لوں جو میری بے خبری میں کافی بڑھ چکے تھے۔ اس کا اصرار اس بات پر ہوتا تھا کہ ناخن تراشنا زیادہ بہتر عمل ہے بہ نسبت اس کے چہرے کو ایک ایسے ناآسودہ شخص کے طور پر گھورنے کے جس نے کبھی بھی کسی برہنہ عورت کے انگ نہ دیکھے ہوں۔ ایسے ایام میں کہ جب ہم دونوں کی چھٹی ہوتی، جو کہ بہت کم ہوتا تھا، ناشتہ بہت طول پکڑ جاتا تھا اور میری برداشت سے زیادہ دیر تک چلتا رہتا۔ مجھے یہ بھی خوف رہتا تھا کہ کہیں میرا مزاج بگڑ نہ جائے۔ میں اپنے آپ میں کھو جاتا

اور یادوں کے سفر پر روانہ ہو جاتا تھا۔ میں وہ دن یاد کرتا جس روز میری ماں کی موت ہوئی تھی۔ میں یاد کرتا کہ اُس دن لوگوں نے مجھے ایسی محبت اور شفقت دی تھی جیسی اُس سے پہلے کبھی نہ دی تھی۔ میں یہ بھی نہ جانتا تھا کہ فٹ بال کو کِک کیسے مارتے ہیں جسے گاؤں کے بچے مجھے چڑانے کے لیے بار بار لگا کر دکھاتے تھے، لیکن اُس دن انھوں نے مجھے اپنے بہترین کھلاڑیوں کے ساتھ کھیلنے کی اجازت بھی دے دی بلکہ مجھ سے کئی گول بھی کروا دیے۔ میں یہ بھی یاد کرتا کہ اُس دن تمام مردوں نے مجھے میّت کے ساتھ قبرستان جانے کی اجازت بھی دے دی تھی جو بالعموم میری عمر کے بچوں کے لیے قطعی ممنوع تھا اور پھر قبرستان میں انھوں نے مجھے تدفین کی تمام رسومات دیکھنے کی اجازت بھی دے دی تھی حتیٰ کہ میّت پر ڈالی گئی چادر بھی مجھے تھما دی گئی تاکہ واپسی پر گھر لے جاؤں۔ جب میں گھر کے صحن میں پہنچا تو وہاں موجود تمام عورتوں نے جو گھنٹوں کی گریہ وزاری اور بین کرنے کے بعد خاموش بیٹھی تھیں، مجھے گھیر لیا اور میرے خوب خوب بوسے لیے۔ اُس دن، جس کے دوران لازم تھا کہ اپنی بیچاری ماں کے نقصان پر مجھے غم اور دکھ محسوس ہوتا، میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ خوش تھا۔

کبھی کبھار جب مجھے تنوّع کی آرزو ہوتی تو میں وہ دن یاد نہیں کرتا تھا جس دن میری ماں مری تھی۔ اس کے بجائے میں اپنی یادداشت میں سے اپنے حالیہ خوابوں کو کھنگالتا۔ مجھے علم تھا کہ خوابوں کے یہ ٹکڑے ایک دوسرے سے یوں جُڑے ہوئے اور آپس میں یوں گتھے ہوئے تھے جس سے ان کی پُراسراریت اور اجنبیت مزید بڑھ جاتی تھی، مگر مجھے اس سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی بلکہ حقیقت میں تو یہ مجھے کبھی کبھار بہت فائدہ مند لگتا، کیونکہ اس کے باعث میں ایسی باتوں کے متعلق سوچتا تھا جو عام طور پر میرے ذہن میں شاید اُس وقت نہ آتیں اگر میں نے ان خوابوں کو مکمل یا ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ کر کے یاد کیا ہوتا۔

جب ماری کلیر کو احساس ہوتا کہ ناشتے کا لطف اپنی معراج کو پہنچ چکا ہے اور ماضی میں ایسے ناشتے کا لطف نہ اٹھانے کی بھرپور تلافی اب ہو چکی ہے تو وہ کرسی سرکائے بغیر اٹھ کھڑی ہوتی تاکہ شور نہ ہو اور میری دروں بینی کا لطف غارت نہ ہو جائے۔ انتہائی آہستگی سے وہ کپ، چمچے، چھریاں، کیتلی، شکر دان، مکھن اور مربے کی بوتلیں ٹرے میں رکھتی، ڈبل روٹی کا چورا بھی سمیٹتی اور کچن میں لے کر چلی جاتی۔ وہ تو ٹونٹی کھولنے میں بھی بہت احتیاط کرتی تھی مگر مجھے پھر بھی پانی بہنے کی آواز آ جاتی تھی۔

چند لمحوں بعد جب وہ واپس آتی تو اس کے ہاتھ میں پانی سے بھرا جگ ہوتا تھا۔ وہ میری جانب پیٹھ کر کے آہستہ آہستہ پودوں کو پانی دینے لگتی جن کے متعلق ہمیشہ اس کی کوشش ہوتی تھی کہ کھڑکی کے قریب رہیں اور زیادہ سے زیادہ روشنی حاصل کر سکیں۔ غسل کے بعد بھی وہ ایک مختصر ایپرن پہنے رہتی تھی جس کے نیچے وہ کچھ نہ پہنتی تھی۔ میری طرح اسے بھی پاجامہ پہننے سے نفرت تھی۔ بقول اس کے وہ اسے اسپتال میں داخل مریضوں کی یاد دلاتا ہے۔ یوں میرے لیے یہ ممکن ہو جاتا تھا کہ جس جگہ میں بیٹھتا تھا وہاں سے اُس کے جسم کے انتہائی دلفریب انگوں کو بخوبی دیکھ سکوں۔

میں اپنے آپ کو قابو میں رکھتا تھا۔ حقیقت میں تو میں اس کی طرف دیکھنا ہی بند کر دیتا۔ میں رخ بدل کر آسمان کی جانب دیکھنے لگتا، کبھی سامنے دیوار پر لگی تصویروں کو دیکھنے میں مصروف ہو جاتا یا پھر دوبارہ اپنی یادوں میں ڈوب جاتا۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی میں کبھی کبھی جنسی طور پر بیدار ہو جاتا، مجھ پر ایک پاگل کر دینے والی خواہش غلبہ پا لیتی کہ میں اس طرح پشت سے جبکہ وہ پودوں کو پانی دے رہی ہے، اس سے جُفتی کروں۔ میں بخوبی جانتا تھا کہ ماری کلیر کو یہ قطعی پسند نہیں ہے کیونکہ بقول اس کے نہ وہ کوئی گائے تھی اور نہ ہی میں کوئی بیل، اور صبح سویرے اس طرح کی حرکات انتہائی نازیبا ہیں۔ پھر بھی کئی بار وہ مجھے اس کی اجازت دے دیتی، بالخصوص جب وہ پودوں کو پانی دے چکی ہوتی اور اسے خواہش ہوتی کہ میں اسے سیراب کروں۔ میں اسے سیراب کرتا لیکن اس سب سے پہلے ہم پردے ضرور برابر کر دیا کرتے تھے۔

2

سب سے پہلے میں نے اُس کا عکس اپنی میز کے مقابل لگے آئینے میں دیکھا تھا۔ کبھی کبھی میں کوشش کرتا ہوں کہ اُس پہلے لمحے کا جو نقش میرے ذہن میں موجود ہے اسے حافظے میں تازہ کروں، لیکن میں ایسا نہیں کر پاتا۔ جب میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو مجھے وہ نظر آئی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس نے میری موجودگی محسوس کی تھی یا نہیں۔ مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ وہ اس کیفے میں کب داخل ہوئی کیونکہ نہ تو مجھے کسی حرکت کا احساس ہوا اور نہ ہی اپنے اردگرد کوئی آواز سنائی دی۔ شاید میں مطالعے میں

پوری طرح محو تھا۔ اس نے بھی شاید ہر ممکن احتیاط برتی ہو کہ کوئی آواز پیدا کیے بغیر، اپنی جانب توجہ مبذول کرائے بغیر، دھیرے سے بیٹھ جائے۔ مجھے تو بس یہ پتا ہے کہ وہ عین میرے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی اور میری میز سے بمشکل چند انچ کے فاصلے پر تھی۔

میں اسے نظر بھر کے دیکھ نہ سکا تھا۔ شاید اسی باعث اب مجھے یاد نہیں آتا کہ پہلی نظر میں وہ مجھے کیسی لگی تھی۔ میں دوبارہ مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ ایک طویل وقفے کے بعد جب میں نے اپنا سر دوبارہ اٹھایا تب میری توجہ اس پر ہوئی۔ اب اس نے اپنی نشست کی ترتیب بدل لی تھی اور شاید اسی باعث کچھ مختلف دکھائی دے رہی تھی۔ پہلی چیز جس نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کروائی، وہ اس کی لمبی اور ستواں گردن تھی۔ پھر وہ بھورے رنگ کے تل جو اس کے رخساروں پر تھے۔ اس سب کے باوجود میں نے اس کے بیضوی چہرے کے لیے ایک کشش محسوس کی اور پھر اُس لمحے جب میں آئینے میں اس کا عکس دیکھ رہا تھا، پہلی بار میں نے غور کیا تو احساس ہوا کہ اس کے ہونٹ انتہائی پُرشہوت تھے۔

میں نے اپنی تمام تر توجہ اس کے چہرے پر مرکوز کر دی۔ جتنا جتنا میں اسے دیکھتا جاتا، اُتنا ہی وہ مجھے اپنی جانب کھینچتا ہوا محسوس ہوتا۔ ویٹر کو جس مسکراہٹ سے اس نے دیکھا اس سے اندازہ ہوا کہ وہ یہاں اکثر آتی ہے۔ اس نے آہستہ آہستہ کپ میں شکر ہلائی اور پھر دیر تک اس چمچے کو چوستی رہی، اس کے بعد اس نے خوب مزے لے کر اپنی کافی کے گھونٹ لینا شروع کیے اور کئی بار زبان سے ہونٹ چاٹے۔

مجھے یقین تھا کہ جس آئینے میں مجھے اس کا عکس نظر آ رہا تھا اس میں وہ مجھے بخوبی دیکھ سکتی ہے لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ اُس کی نگاہ میرے چہرے پر پڑی بھی ہے یا نہیں، کیونکہ وہ مستقل گلی کی سمت یا پھر دائیں ہاتھ پر کیفے کے دروازے کی طرف بار بار دیکھ رہی تھی گویا کسی کا انتظار کر رہی ہو۔

میں نے اپنا رخ موڑا اور اس کھڑکی سے پشت لگائی جس سے وہ گلی کی جانب دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد میں دوبارہ پلٹا؛ اس کا چہرہ میرے عین سامنے تھا اور اس کی آنکھیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ مجھے اس بات پر کوئی حیرت نہ ہوئی۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا اور اس نے بھی ایک اجنبی مسکراہٹ سے مجھے جواب دیا۔ اس وقت میں نے پہلی بار اس سے بات کی۔ الفاظ میرے منھ سے تیزی سے، آسانی سے اور انتہائی اطاعت گذارانہ انداز میں یوں نکلے جیسے میں نے پہلے سے تیاری کی ہوئی تھی۔ مجھے اپنا حوصلہ مجتمع کرنے کی بھی کوئی خاص ضرورت پیش نہ آئی، جبکہ عموماً اجنبی عورتوں سے بات کرتے ہوئے

مجھے ایسا کرنا پڑتا تھا۔ میں نے اس سے یوں بات کی گویا کسی پرانے جاننے والے سے بات کر رہا ہوں۔ اب مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا کہا تھا، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی اسی طرح کا فقرہ رہا ہوگا: ''غالباً ہم پہلے بھی کہیں مل چکے ہیں''، یا پھر ''مجھے آپ کا چہرہ جانا پہچانا دکھائی دیتا ہے''، یا ایسی ہی کوئی اور بات۔ وہ کھلکھلا کر ہنسی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی دوسری تمام عورتوں کی طرح جانتی تھی کہ جو کچھ میں نے ابھی کہا ہے وہ درست نہیں ہے۔ اس کی ہنسی نے مجھے خوش کر دیا۔ جب میں نے اس کے ہونٹوں کی جانب دیکھ کر یقین کرنا چاہا کہ وہ اتنے ہی پُرشہوت ہیں جتنے آئینے میں دکھائی دے رہے تھے، تو پہلی بار میں نے دیکھا کہ اس کی ایک داڑھ پر سونے کا پتر چڑھا ہوا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے کسی یورپین کے منھ میں سونے کا دانت دیکھا تھا، اور یہ مجھے کچھ عجیب سا لگا تھا۔ مجھے اُس وقت تک علم نہ تھا کہ یورپ میں دانتوں کے سوراخ بھرنے کے لیے سونے کا استعمال کرتے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ جس علاقے سے میں آیا ہوں، صرف وہیں کسان اور دیہاتی لوگ دولت کے دکھاوے کے لیے سونے کے دانت لگوایا کرتے تھے کیونکہ وہ یقین رکھتے تھے کہ ہر چمکنے والی چیز خوبصورت ہوتی ہے، بالخصوص جب وہ سونے جیسی قیمتی دھات سے بنی ہو۔

مجھے پیرس آئے نو برس ہو چکے تھے جب میں **لکسمبرگ گارڈن** کے مرکزی دروازے کے سامنے واقع کیفے میں پہلی بار ماری کلیر سے ملا **تھا، جو محض ایک اتفاقی امر** تھا۔ ان نو میں سے پانچ برس میں نے تعلیم حاصل کرتے ہوئے گزارے تھے۔ جب مجھے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی تو میں بہت زیادہ پُرجوش نہیں تھا۔ میں اُس وقت تیونس واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے مختلف ہوٹلوں میں کام کرنا جاری رکھا جس سے مجھے ایک خاص لطف آتا تھا کیونکہ ایک تو یہ کام مجھے ہر وہ چیز مہیا کرتا تھا جس کی مجھے ضرورت تھی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بطور کنٹریکٹ پروفیسر یونیورسٹی میں لیکچر دینے کی آزادی بھی دیتا تھا۔ مجھے یہ خوف بھی لاحق تھا کہ اگر میں واپس تیونس گیا اور کسی مجبوری کے باعث وہاں طویل عرصے کے لیے پھنس گیا تو کہیں میں اچانک اور فوراً پیرس آنے سے محروم نہ کر دیا جاؤں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کوئی بھی شخص اگر طویل عرصہ بیرونِ ملک گزار کر واپس تیونس آتا تھا تو اس کا پاسپورٹ ضبط کر لیتے تھے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ اس کا دماغ کسی طور پر بھی داغدار تو نہیں ہوا اور اپنے ملک کے لیے اس کا پیار واقعی حقیقی ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ ہم نے کیفے میں کتنا وقت گزارا۔ مجھے صرف یہ یاد ہے کہ کیفے سے نکلنے والے آخری گاہک ہم دونوں تھے۔ اس کی ہنسی نے مجھے حوصلہ دیا تھا کہ اس کی میز پر چلا جاؤں۔ حقیقتاً مجھے زیادہ حرکت نہیں کرنی پڑی کیونکہ میں نے صرف کرسی کھسکا کر اپنا چہرہ اس کی جانب کرلیا۔ اب گفتگو اپنا ایک اثر رکھتی ہے اور چونکہ کوئی بھی اس کی سمت متعین نہیں کرسکتا، بالخصوص ایسی صورتِ حال میں، سو ہم دونوں نے بھی اپنے آپ کو کئی موضوعات پر باتیں کرتے پایا۔ ہماری گفتگو کی ڈور ایک لمحے کے لیے بھی کٹ نہ سکی۔ جب وہ خاموش ہوتی، میں بات کرتا، اور جب میں خاموش ہوتا تو وہ بولنے لگتی۔ یوں لگتا تھا کہ ہمارے درمیان کوئی معاہدہ ہوا تھا۔ ہم یوں خوفزدہ تھے کہ اگر ہم خاموش ہوئے تو جو کچھ ہمارے پاس ہے، ہم اسے خراب کردیں گے یا پھر کھو بیٹھیں گے۔ اُس پہلی ملاقات کے دوران اور اس کیفے میں جہاں میں اتفاقاً داخل ہوگیا تھا، میں نے اپنی زندگی کی پہلی حقیقی عورت کے متعلق کئی باتیں جان لیں۔

مجھے پتا چلا کہ ماری کلیر نے نانترے یونیورسٹی میں جغرافیہ اور تاریخ کا مطالعہ بغیر ڈگری حاصل کیے ترک کردیا تھا کیونکہ اپنی پچھلی خواہش کے برعکس اب وہ پروفیسر بننا نہیں چاہتی تھی۔ اسے چند ماہ پہلے ہی مقابلے کے امتحان میں کامیابی کے بعد موں پارناس کے علاقے میں پوسٹ اور کمیونیکیشن کے دفتر میں ایک ملازمت مل گئی تھی۔ اس نے پوسٹ آفس کی نوکری کو اس لیے بھی ترجیح دی تھی کہ پرائیویٹ نوکری کے مقابلے میں سرکاری نوکری تمام عمر کام کی ضمانت فراہم کرتی ہے اور ماری کلیر نہیں چاہتی تھی کہ عمر کے کسی حصے میں اچانک بے روزگار ہوجائے۔ ویسے اس کی قابلیت کے باعث اسے پرائیویٹ سیکٹر میں بآسانی نوکری مل سکتی تھی جو اس کی یونیورسٹی کی تعلیم سے مطابقت بھی رکھتی، یا پھر اسکولوں اور کتابوں کی دنیا، مثلاً لائبریرین کی ملازمت، مگر اس نے پوسٹ آفس کو بالخصوص اس لیے بھی منتخب کیا تھا کہ اسے خطوط، پارسل، ٹیلیگرام اور ڈاک خانے سے متعلق دیگر ہر چیز سے بچپن ہی سے لگاؤ تھا۔

اس کے کام کی نوعیت ایسی نہ تھی کہ وہ خطوط کو چھوئے کیونکہ یونیورسٹی کی تعلیم کے باعث اس کا عہدہ کاؤنٹر پر خطوط وصول کرنے یا انھیں ان کے پتوں پر پہنچانے یا پھر ان پر مُہر لگانے جیسے کاموں سے بلند تھا، مگر وہ ہمیشہ خطوط کو چھونے اور دیکھنے کے بہانے ڈھونڈ لیا کرتی تھی۔

اس نے مجھے اپنی ملازمت کے ابتدائی دنوں کے بارے میں بتایا تھا، ''میں اُن ٹرالیوں پر

جھک کر جن میں خط تقسیم کیے جانے کے لیے جمع کیے جاتے تھے، مختلف رنگوں اور سائز کے ڈاک ٹکٹوں کو دیکھتی۔ مختلف تحریروں میں لکھے ہوئے مختلف پتے بغور پڑھتی۔ میں اپنے دونوں ہاتھ خطوں کے ڈھیر میں ڈال کر انھیں الٹتی پلٹتی رہتی تھی، ان کی مہک سونگھتی تھی۔ مجھے نہیں معلوم مگر مجھے ہمیشہ یوں لگتا تھا کہ وہ سارے خط خوشی کی خبریں لیے جا رہے ہیں۔ جب میں ہوا میں چاروں سمت ان خطوں کے مختلف ممالک اور براعظموں کے سفر کے متعلق سوچتی تو حیرت زدہ رہ جاتی تھی۔ بحری جہازوں، ہوائی جہازوں، ٹرینوں اور ٹرکوں کے ذریعے فاصلے طے کر کے یہ خط کہاں کہاں پہنچتے تھے۔

"میری حیرت اس وقت مزید بڑھ جاتی جب میں خطوں کا کوئی تھیلا کھول لیتی۔ کچھ خط خستہ حال ہوتے، شکنیں پڑی ہوئی، کنارے مُڑے ہوئے، ایک ڈاک خانے سے دوسرے ڈاک خانے تک نجانے کتنے ہاتھوں نے انھیں چھوا ہو گا۔ کئی دفعہ میرے ہاتھ ایسے ملکوں کے خط لگ جاتے جن کا میں نے کبھی نام بھی نہ سنا ہوتا تھا، بلکہ میں تو نقشوں پر ان کے وجود کے متعلق بھی شک شبہے کا شکار رہتی تھی۔ نامعلوم اور دھند لکے میں گم ممالک، جبکہ میری ساری تعلیم جغرافیہ اور تاریخ پر مبنی تھی۔"

مجھے یہ بھی پتا چلا کہ وہ ایک پرانی عمارت کی چھٹی منزل کے ایک کمرے میں رہتی تھی۔ یہ عمارت ایک چھوٹی سی گلی میں واقع تھی جو پیتے لیون اور پلاس دُلا کونترے اسکارپ کے درمیان واقع تھی۔ یہ ایک ایسا علاقہ تھا جہاں سیاحوں کی خوب آمد و رفت رہتی تھی کیونکہ یہاں پر بار اور ریستوران کثیر تعداد میں واقع تھے، اور وہ اپنے کمرے کی تنگی کے باوجود وہاں خوش تھی۔ عمارت کے زیادہ تر کرائے دار چھڑے مرد اور عورتیں یا پھر بوڑھے ریٹائرڈ لوگ تھے جو اسے اچھی طرح پہچانتے تھے اور جب بھی لفٹ یا داخلی دروازے پر ملتے، ہمیشہ مسکراتے تھے۔

ماری کلیر نے مجھے یہ بھی بتایا کہ یونیورسٹی کے ابتدائی دو برس اس کی زندگی کے بہترین سال تھے۔ اُن دو برسوں کے دوران وہ چند انتہائی حیران کن نوجوان مردوں سے ملی تھی جن میں سے کچھ بیرونِ ملک یعنی افریقہ، گوادے لُوپ، مارتینیک اور الجزائر سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب اس نے دوسری زبانوں کے چند خوبصورت ترین ناول پڑھے تھے اور کار کے ذریعے کئی ملکوں کا انتہائی سستا سفر بھی کیا تھا، کیونکہ وہ سبزی، پھلوں اور ڈبا بند غذا پر گزارہ کر لیتی تھی اور کسی بھی کھلی جگہ پر اپنے سفری خیمے میں یا پھر ریلوے اسٹیشنوں پر آرام سے سو جاتی تھی۔ میں نے یہ بھی دریافت کیا کہ ماری

کلیر کو سیاست اور سیاست دان قطعی پسند نہیں ہیں کیونکہ اس کے نزدیک وہ جھوٹے اور منافق ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ اسے نسلی تفاوت سے بھی نفرت ہے؛ وہ فلسطینیوں کی حامی تھی اور تشدد، دہشت گردی اور جنگوں سے نفرت کرتی تھی۔

مجھے اس سے متعلق بہت سی باتوں کا علم ہوا جو انتہائی معمولی اور غیر متعلقہ تھیں لیکن مجھے ابھی تک یاد ہیں، مثلاً مجھے معلوم ہوا کہ اسے شمالی افریقی صحرائی توارگ لوگ اور اُن کا اندازِ زندگی بہت پسند ہے اور وہ اکثر ان کے ساتھ ایک دن گزارنے کا خواب دیکھا کرتی تھی جہاں وہ اونٹ کی سواری کرنا، بکریوں اور اونٹنیوں کا دودھ دوہنا اور توارگ کی مانند کھلے صحرا میں رات بسر کرنا چاہتی تھی۔ مزید یہ کہ اسے تصاویر اور مجسمے بہت پسند ہیں مگر وہ میوزیم نہیں جاتی کیونکہ اسے میوزیم افسردہ کرنے والے آرٹ کے قبرستان لگتے ہیں؛ اسے نقلی پھولوں سے شدید نفرت تھی اور اسے انھیں چھونا بھی گوارا نہ تھا جبکہ فوٹوگرافی میں وہ رنگین کے بجائے بلیک اینڈ وائٹ تصویروں کو ترجیح دیتی تھی۔ جب ہم اس کیفے اور لکسمبرگ گارڈن کے اطراف میں واقع ریستورانوں میں کئی بار مل لیے تو پھر میں نے سوچا کہ اب اسے اپنے مکان پر مدعو کروں جو ہاسٹل سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہ تھی۔ میری دعوت پر اس نے اصرار کیا کہ وہ پہلے مجھے اپنے ہاں مدعو کرنا چاہتی ہے۔ میں اس کے اصرار پر حیران رہ گیا تھا اور آج بھی مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں ہے۔

اس کا کمرہ انتہائی عمدہ اور آرام دہ تھا۔ کمرے کی واحد کھڑکی کے سامنے چینی مٹی کے گملے میں ایک طویل قامت پودا لگا ہوا تھا جس کے مقابل ایک نیچا بیڈ تھا۔ اس کے سرہانے کو بطور میز استعمال کرتے ہوئے اس پر ایک اسٹیریو رکھا ہوا تھا اور پائینتی کی جانب ایک تختہ لگا کر اسے کتابوں کے شیلف میں تبدیل کر دیا گیا تھا جس پر کچھ نوادر اور چھوٹی طشتریاں سجائی گئی تھیں۔ دیواروں کا رنگ زردی مائل سفید تھا جنھیں مشہور امپریشنسٹ مصوروں کی تصاویر سے آراستہ کیا گیا تھا۔

اسے میرا اپارٹمنٹ بہت پسند آیا۔ اس کے نزدیک وہ اس کے اپارٹمنٹ کے مقابلے میں بہت کشادہ تھا لیکن اس کے باوجود، کئی ماہ ایک ساتھ گزارنے کے بعد اور ہمارے تعلق کی گہرائی کے باوصف، جب میں نے اسے اپنے اپارٹمنٹ میں منتقل ہونے کی دعوت دی تو اس نے کافی ردّوقدح کا مظاہرہ کیا۔ مجھے لگا کہ اس کا اور میرا تعلق اتنا گہرا نہ تھا کہ اسے میرے ساتھ رہنے پر قائل کر سکتا۔ کبھی

کبھی مجھے خیال آتا تھا کہ اگر اس کا اپارٹمنٹ زیادہ کشادہ ہوتا تو کیا وہ مجھے اپنے یہاں منتقل ہونے کے لیے کہتی! یہاں میں یہ ذکر کرنا چاہوں گا کہ ماری کلیر کی میرے گھر میں مستقل موجودگی نے شروع کے چند مہینوں میں مجھے اس قدر خوش رکھا تھا کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں یہ خوشی شدید غم میں نہ بدل جائے۔

مجھے تمام عمر کسی عورت نے ایسا پیار نہ دیا تھا جیسا ماری کلیر نے دیا۔ یہ بھی میری زندگی کا پہلا اتفاق تھا کہ میں اس طرح سے کسی عورت کے ساتھ رہ رہا تھا۔ میں روزانہ اس سے ملاقات کر سکتا تھا۔ میں اس کے بدن کو چھو سکتا تھا، میں اس کی کنگھیوں، بالوں کے کلپوں اور خوشبو کی بوتلوں کا معائنہ کر سکتا تھا۔ میں اس کے جوتوں، دستی بیگ اور سامان کو اُتھل پتھل کر سکتا تھا۔ میں اُسے نہاتے اور ٹوائلٹ جاتے دیکھ سکتا تھا۔ میں اس کے ہاتھوں کی حرکت کا معائنہ کر سکتا تھا۔ میں اسے جمائی لیتے دیکھ سکتا تھا۔ میں اسے بستر پر دراز ہوتے اور پھر ہر صبح بستر سے اٹھتے دیکھ سکتا تھا۔ میں اسے آئی لائنر اور لپ اسٹک لگاتے اور بھنوؤں کے بال نوچتے دیکھ سکتا تھا۔ میں یہ سب کچھ کر سکتا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ، اور وہ بھی جب اور جہاں میرا دل چاہے۔ مجھے یقین نہ آتا تھا کہ یہ غیر معمولی اور حسین مخلوق صرف میری ہے۔ اپنی تمام تر نزاکت، طاقت، دلکشی، پیچیدگی، انفرادیت، تضادات، کیفیات، انہونے خبط، ان سب کے ساتھ صرف اور صرف میری ہے۔

مجھے یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ گھر میں اس کی مستقل قربت اور موجودگی نے مجھے کافی بے چین اور مضطرب بھی کر دیا تھا، بالخصوص شروع کے دنوں میں۔ مجھے ویسے بھی عورتوں کے ساتھ رہنے کی عادت نہ تھی۔ میں اس کی پسند اور ناپسند سے بھی آگاہ نہ تھا، حالانکہ کافی تفصیل اس نے ہماری ملاقاتوں کے دوران کیفے میں بتائی تھی۔ یہ سب کچھ، اور پھر یہ حقیقت کہ عورتیں بہت جلد بدل جاتی ہیں جیسا کہ مشہور بھی ہے، مجھے مستقل خوف رہتا تھا کہ میری کوئی بھی بے وقوفی اسے مجھ سے برگشتہ نہ کر دے، لہٰذا میں نے اپنے طور پر بہترین کوشش کی کہ جو بھی کروں انتہائی احتیاط سے کروں اور ہر وہ چیز جو وہ کرتی ہے، اس پر انتہائی توجہ رکھوں۔ میں ٹوائلٹ کا باریک بینی سے معائنہ کرتا تاکہ اس امر کو یقینی بنا سکوں کہ وہ صاف ہے۔ میں غسلخانے سے نکلنے سے پہلے خوشبودار اسپرے ضرور کرتا تھا۔ میں ٹوائلٹ کے بعد اپنی صفائی کے لیے ایک بوتل میں پانی بھر کر ایک کونے میں رکھ دیتا تھا تاکہ ماری کلیر کو ہاتھ بڑھا کر ٹوائلٹ پیپر نکالنے میں دشواری نہ ہو۔ میں اپنے جوتے اتار کر اِدھر اُدھر نہیں چھوڑتا تھا، جیسے اکیلے رہتے ہوئے

میری عادت تھی، بلکہ ان کی مخصوص جگہ پر رکھتا تھا۔ میں روزانہ غسل کرتا اور پھر پانی کا نل پوری طرح کھول دیتا تا کہ پانی میرے گرے ہوئے بالوں کو بہا لے جائے۔ اب میں اپنا زیر جامہ روز تبدیل کرنے لگا تھا جبکہ پہلے میں ایسا نہیں کرتا تھا۔ میں نے اپنی کچھ ایسی عادتیں بھی ترک کر دی تھیں جن کا اپنا منفرد مزہ تھا۔ میں نے انگلی سے ناک کریدنا بند کر دیا۔ میں نے جہاں اور جب جی چاہے، ڈکار لینے اور ریح خارج کرنے کی عادت روک دی۔ میں نے ہونٹوں سے چٹخارے لینا اور زوردار آواز سے ناک سِنکنا بھی چھوڑ دیا۔ میں نے جلد کھجلانے میں بھی احتیاط برتنی شروع کر دی کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ میں نے ٹھیک سے غسل نہیں کیا ہے۔ میں نے اس کی ہر بات کو انتہائی غور سے سننا شروع کر دیا۔ میں اس کے تمام تبصروں میں ایک خاص دلچسپی ظاہر کرنے لگا۔ میں اس کے سوالوں کا فوری جواب دیتا، اس کی ہر تجویز پر فوری رضامندی ظاہر کرتا۔ جب وہ مسکراتی، میں بھی مسکرانے لگتا۔ اگر اس کا موڈ نہ ہوتا تو میں بھی ٹی وی دیکھنے سے احتراز کرتا۔ جب کبھی وہ تھکی ہوئی ہوتی یا پھر سر درد کی شکایت کرتی، میں خاموشی اختیار کر لیتا۔ میں جانتا تھا کہ میں ضرورت سے زیادہ ہی احتیاط سے کام لے رہا ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ ماری کلیر اس قدر غصیلی اور معمولی معمولی باتوں پر پریشان ہونے والی عورت نہیں کہ میں اس طرح کے برتاؤ کا مظاہرہ کروں، اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ یہ سب چیزیں اس کے نزدیک اتنی اہم نہیں ہیں، لیکن میں نے پھر بھی اپنے آپ سے عہد کر لیا تھا کہ ایسی کوئی بات نہ ہونے دوں گا جس سے ماری کلیر ہمارے رشتے کی اس اہم منزل پر میرے متعلق اپنی رائے تبدیل کر لے۔

جب میں نے اپنی پریشانی اور گھبراہٹ کے ابتدائی جذبات پر قابو پا لیا تو فیصلہ کیا کہ ایک مسئلے کو پہلے حل کیا جائے جس پر پہلے میں نے توجہ نہ دی تھی، بلکہ حقیقتاً تو اسے نظر انداز ہی کیا تھا حالانکہ اس نے مجھے کافی پریشان کیا تھا۔ وہ مسئلہ تھا ماری کلیر کے میرے نام کا تلفظ ادا کرنے کا۔ وہ جب بھی مجھے پکارتی، مجھے لگتا وہ کسی اور کو پکار رہی ہے، اور میرے لیے یہ بات بڑی تکلیف دہ ہوتی تھی۔

میں نے اسے اپنے نام کا صحیح تلفظ سکھانے میں کافی وقت لگایا۔ ''محفوظ... محفوذ نہیں، توجہ سے سنو: محفوظ۔'' میں زور زور سے بار بار دُہراتا تا کہ الفاظ کی صحیح آواز اس پر واضح کر سکوں۔ مجھے یہ ماننا ہو گا کہ ماری کلیر جو شروع میں اس نئی مہم کی بابت سنجیدہ نہ تھی اور اسے کوئی مذاق سمجھ رہی تھی، اس نے ایک بار یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ یہ میرے لیے کتنا اہم ہے، اسے سیکھنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ میں نے

اس دوران ایک لحظے کے لیے بھی اس کی تربیت میں کوئی جھجک محسوس نہ کی۔ کبھی میں ایک معلم کا کردار اپنا لیتا، نہ تو غصہ کرتا اور نہ ہی اپنی جھنجھلاہٹ ظاہر کرتا؛ میں بالکل پُرسکون رہتا۔ میں اُسے دیکھ کر مسکراتا اور جب بھی وہ کوئی قابلِ توجہ پیش رفت کرتی، میں فوراً اسے سراہتا۔ میں اسے وہ منحوس مشکل آوازیں نکالنا سکھاتا جو کہ اس کے منہ سے نکلنے پر انکاری تھیں۔ ''یہ حرف 'ح' ایک بہت ہی حلقی آواز ہے، جو گلے کی گہرائیوں سے نکالی جاتی ہے۔'' میں وضاحت کرتا اور اپنے حلق پر ہاتھ رکھ کر یہ آواز نکالتا۔ ماری کلیر اپنا منہ کھولتی۔ وہ گردن آگے کھینچتی اور پھر اس لفظ کو ادا کرنے کی کوشش کرتی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا، اس کی آنکھیں چمکنے لگتیں اور گردن کی رگیں اتنی پھول جاتیں کہ میں اس کی تکلیف محسوس کرتے ہوے اس مشق کو روک دیتا تھا۔

وہ کئی مشکلات پر قابو پانے کے قابل تھی اور اس کا تلفظ اس حد تک بہتر ہوا کہ کئی بار تقریباً بالکل صحیح ادا ہوتا تھا، مگر وہ کبھی بھی میرے نام کو اُس طرح ادا نہ کر پائی جیسا اسے کرنا چاہیے تھا۔ اب یہ سب اُتنا تکلیف دہ نہیں تھا، بلکہ میرے لیے جو بات زیادہ اہم تھی وہ یہ کہ اس نے میرے نام کا صحیح تلفظ ادا کرنے میں اتنی کامیابی حاصل کر لی تھی کہ اب جب وہ مجھے بلاتی تو یوں نہیں لگتا تھا کہ کسی اور کو آواز دے رہی ہے۔ میرے اپارٹمنٹ میں آ جانے کے چند ماہ بعد ہی ماری کلیر نے میرے اپارٹمنٹ کی ہر چیز تبدیل کرنی شروع کر دی۔ اس کے خیال میں وہ سب اچھا تھا مگر وہ ایک دوسری قسم کی خوبصورتی کی متلاشی تھی؛ ایک سادہ تر، نازک، غیر محسوس کن... سب سے پہلے جو چیز اس نے تبدیل کی وہ بیڈروم کا قالین تھا جو واقعی کافی بوسیدہ ہو چکا تھا۔ پھر ڈرائنگ روم کے وال پیپر کی باری آئی کیونکہ اس سے متعلق ہر چیز بیزار کن تھی؛ اس کا رنگ اور پھولوں کا نمونہ؛ اس کے علاوہ، وہ معیار میں بھی گھٹیا تھا اور اسے دیکھ کر بدترین ہوٹلوں کے سستے ترین گھٹیا کمروں کا خیال آتا۔

میرے اوّلین خیال کے برعکس، اسے کسی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے ہر کام انتہائی چابکدستی اور مہارت سے کیا۔ خود ہی وال پیپر خرید کر لائی، پھر اس کی قطع و برید کی اور پھر اسے دیواروں پر چسپاں بھی خود ہی کیا۔ بیڈروم کے فرش کے لیے مصنوعی ٹائلوں کا انتخاب بھی اس نے کیا، رنگ بھی خود منتخب کیا اور پھر ان کی فٹنگ بھی اس نے خود ہی کی۔ اس کے بعد اس نے پردے تبدیل کیے جو اس کے بقول اپنے رنگ اور ڈیزائن میں اس کی دادی اماں کے پردوں سے ملتے جلتے لگتے

تھے۔ یہ اس نے مذاقاً بتایا۔ اس نے اپنے بک شیلف کو نمایاں جگہ پر کمرے کے وسط میں رکھا تاکہ کمرہ وسیع نظر آئے، ویسے بھی اس کے بقول میرا بک شیلف بہت بڑا تو ضرور تھا مگر اس کی لکڑی بہت خستہ حال تھی۔ اس نے اپنے بک شیلف کے دو تختے خالی کر کے وہاں میری کتابیں لگا دیں، بقایا کتابیں میرے بک شیلف میں رکھ دیں اور اُس بک شیلف کو بیڈروم میں رکھ دیا۔ پرانے سامان کے بازار سے خریدا گیا صوفہ اور میز اس نے ویسے ہی رہنے دیے مگر ان کی جگہ تبدیل کر دی تاکہ اس کی چھوٹی تپائی کی جگہ بن سکے جس پر اس نے اپنا اسٹیریو رکھ دیا۔ دیوار پر لگی تصویر کو بھی اس نے دوبارہ سے ترتیب دیا اور اپنے ساتھ لائی ہوئی تاثریت پسند مصوروں کی تصاویر بھی دیوار پر لگا دیں۔ اب باقی بچے تھے اس کے پودے جو وہ یہاں منتقل ہونے کے بعد خرید کر لائی تھی، وہ اس نے عین کھڑکی کے سامنے رکھ دیے۔

اس نے کچھ ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی تبدیل کر دیں جن کے متعلق میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ ٹوائلٹ سیٹ کا کوَر، آئینہ، غالیچہ، تولیہ لٹکانے والی راڈ، بجلی کے بلب اور بیڈروم اور ڈرائنگ روم کے سائیڈ لیمپ۔ باورچی خانے کے زیادہ تر برتن اور پلیٹیں اس نے کچرے میں پھینک دیں اور سب سامان نیا خریدا۔

ہر کام کرتے وقت اُسے میری رائے کی بہت فکر رہتی تھی۔ وہ ہر بات کی پوری وضاحت کیا کرتی، جس میں گھر میں کی گئی کسی بھی تبدیلی کی وجوہات بھی بیان کرتی۔ وہ اس وقت تک کسی چیز کو تبدیل نہ کرتی جب تک میں رضامندی کا اظہار نہ کر دوں، اور اسے کسی شائبے کے بغیر یہ محسوس ہونے لگے کہ میں واقعی اس کی دلیل سے قائل ہو گیا ہوں۔ کبھی کبھی وہ اس فکر کا اظہار کرتی کہ میں صرف اسے خوش کرنے کے لیے رضامندی کا اظہار کر رہا ہوں اور وہ میری زندگی میں دخل در معقولات کر رہی ہے اور مجھ پر ایسی باتیں مسلط کر رہی ہے جن کے متعلق میں کچھ زیادہ پرجوش نہیں ہوں۔

سچ تو یہ ہے کہ میں چیزوں کی تبدیلی یا جیسی ہیں ویسی رہنے دینے کے متعلق کوئی زیادہ پرجوش تھا بھی نہیں، لیکن اس کی وجہ میرا گھر کی پروا نہ کرنا نہیں تھا بلکہ اس وقت میری تمام تر توجہ ماری کلیر پر مرکوز تھی، اس کی موجودگی پر مرکوز تھی، جس کے باعث میرے لیے کوئی سنجیدہ بات سوچنے کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن ایک بات کا اقرار ضرور کروں گا کہ اس کی کی ہوئی تبدیلیوں کے بعد میرا اپارٹمنٹ

اب پہلے کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت، نفیس اور اپنا اپنا سا لگنے لگا تھا۔ اس بات کے مجھ پر آشکار ہونے میں بھی کئی ماہ لگ گئے۔

3

میں رات کی ملازمت کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ مجھے رات پسند ہے۔ جب میں ہوٹل پہنچتا تو بالعموم توانائی سے بھرپور اور ایک خوشگوار موڈ میں ہوتا تھا۔ میں دوپہر میں دو تین گھنٹے سو کر اپنی نیند پوری کر لیتا تھا بلکہ دوپہر کے کھانے سے پہلے بھی دو تین گھنٹے سو لیتا تھا۔ مجھے اس وقت دن میں سونے سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی تھی۔ میں اس معمول کا اتنا عادی ہو گیا تھا کہ اگر رات کو کام نہ کر رہا ہوتا تو تمام رات بستر پر کروٹیں لیتے گزار دیتا یا پھر ریڈیو پر عربی موسیقی سنتا رہتا تھا۔ مجھے اپنے اپارٹمنٹ سے اس وقت رخصت ہونا اچھا لگتا تھا جب لوگ واپس گھروں کو آ رہے ہوتے۔ میں تنہا شہر میں چہل قدمی کرتا، کئی گلیوں سے گزرتا، کچھ سنسان گلیاں جہاں دکانیں اور کیفے وغیرہ بند ہو چکے ہوتے تھے اور کچھ گلیاں ایسی جہاں زندگی کی چہل پہل زوروں پر ہوتی تھی۔ جب بھی میں تھکن محسوس کرتا، کسی بس پر سوار ہو جاتا یا پھر زیرِ زمین ٹرین میں بیٹھ، بیل وِل کے علاقے کا رُخ کرتا جہاں وہ ہوٹل واقع تھا جہاں میں برسوں سے کام کر رہا تھا۔

مجھے ہوٹل کی شبانہ زندگی بھی بہت پسند تھی۔ میں داخلی دروازے کے عین سامنے استقبالیہ ڈیسک پر بیٹھ جاتا اور آتے جاتے لوگوں کو دیکھتا رہتا۔ جوں جوں رات گزرتی جاتی، آنے جانے والے لوگوں کی تعداد کم ہوتی جاتی یہاں تک کہ پیدل آنے جانے والے بالکل مفقود ہو جاتے۔ پھر میں ریڈیو سنتا، خیالی پلاؤ پکاتا یا پھر ہوٹل میں مقیم مہمانوں کے چہرے دیکھ کر ان کے متعلق ذہن میں کہانیاں بنایا کرتا۔ اس سے زیادہ وہاں کرنے کو کچھ نہ تھا۔ میں آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید اور جانے والوں کو خدا حافظ کہتا۔ میں ان کے سوالوں کے جواب دیتا اور فون پر بھی مہمانوں کی خدمت گذاری کرتا۔

وقتاً فوقتاً میں ہال اور کسی کسی فلور کے کمروں کا معائنہ بھی کر لیتا تھا کہ ہر چیز اپنی جگہ پر ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔ ان تمام وجوہات کے باعث میں نے کبھی بھی دن میں کام کرنے کے متعلق نہیں

سوچا تھا۔ میرے ذہن میں ہوٹل کا کام چھوڑ دینے کا خیال اُن دنوں بھی نہیں آیا تھا جب کسی استاد کے چھٹی پر جانے کے باعث مجھے عارضی کام کی پیشکش کی جاتی تھی جو کہ یونیورسٹی کی ملازمت کی تلاش کے دوران ایک بہترین مگر عارضی ملازمت ہو سکتی تھی۔

اب جب سے ماری کلیر میرے یہاں منتقل ہوئی تھی تو مجھے احساس ہونے لگا تھا کہ اب اس معمول کو قائم رکھنا شاید ممکن نہ رہے، کیونکہ ایک ہی چھت تلے کسی عورت کے ہمراہ رہنے کا مطلب ہے کہ آپ کے لیے بہت ساری تبدیلیاں لانا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ کئی ہفتوں تک تو میرے کام پر جاتے وقت ماری کلیر نے کچھ نہ کہا۔ اگر وہ اس وقت کسی چیز کے متعلق خاص اہتمام رکھتی تھی تو وہ یہ تھا کہ میں رات کا کھانا اس کے ساتھ کھاؤں۔

بعد میں، ہر گزرتے دن کے ساتھ، اس نے اصرار کرنا شروع کیا کہ میں رات کے کھانے کے بعد کچھ دیر مزید اس کے پاس ٹھہروں۔ وہ اس اصرار کے لیے کئی کئی بہانے تراش لیتی تھی۔ ''آج رات ٹی وی پر بہت اچھی فلم آ رہی ہے،'' وہ بتاتی، ''اور تمھیں یہ فلم میرے ساتھ ضرور دیکھنی چاہیے، مجھے اکیلے فلمیں دیکھنا بالکل بھی پسند نہیں ہے۔'' یا پھر وہ کہتی، ''میں چاہتی ہوں کہ تم یہ ریکارڈ میرے ساتھ بیٹھ کر سنو۔ اس ریکارڈ کے متعلق تمھاری رائے میرے لیے بہت اہم ہے۔'' کبھی وہ سر درد یا کسی اور درد کا بہانہ کرتی یا پھر اس کا موڈ خراب ہو جاتا جس کے بعد میرے لیے لازمی ہو جاتا تھا کہ میں اس کے پاس جتنی زیادہ دیر ممکن ہو، رہوں۔ کچھ مہینوں کے بعد اس نے تنہائی کا شکوہ کرنا شروع کر دیا۔ وہ یہ سب کچھ اس طرح کرتی تھی کہ میں اس کے لیے دکھ محسوس کرتا۔ ''تمھارے بغیر یہ بستر بہت سرد ہو جاتا ہے۔ رات گئے میں ہاتھ بڑھا کر تمھیں چھونا چاہتی ہوں تا کہ یقین کر سکوں کہ تم میرے قریب ہو۔ کبھی کبھی مجھے اتنا خوف محسوس ہوتا ہے کہ میں کمبل کے نیچے گٹھڑی سی بن جاتی ہوں اور سر کو تکیے کے نیچے چھپا لیتی ہوں، اور خوف بُھلانے کے لیے دوسری باتوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتی ہوں تا کہ نیند آ جائے، مگر میں صبح ہونے تک پڑی جاگتی رہتی ہوں۔''

جب اس کی شکایتوں نے مجھے تنگ کرنا شروع کیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اس مسئلے کے حل کے لیے اس کے پاس کیا تجاویز ہیں؟ اس نے جس لہجے میں جواب دیا اس سے واضح تھا کہ اس نے اس مسئلے کے متعلق بہت سوچ رکھا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے دن کی ملازمت کرنی چاہیے۔ اگر میں

چاہوں تو ہوٹل کے مالک کو بآسانی راضی کرسکتا ہوں اور اگر میں چاہوں تو وہ خود بھی اس سے اس معاملے پر بات کرسکتی ہے۔

میں نے اس مسئلے کے متعلق بہت غور وخوض کیا۔ سب سے پہلے تو مجھے خود کو قائل کرنے کی ضرورت تھی۔ اب اس رائے کو قبول کرنے میں آسانی یہ تھی کہ میں اس کے لیے پہلے سے تیار تھا۔ مجھے پتا تھا کہ یہ بات ہونے والی ہے۔ جب سے ماری کلیر نے مجھ سے رات کے کھانے کے بعد کچھ دیر ٹھہرنے کے لیے کہنا شروع کیا تھا، تبھی سے وہ اس معاملے پر بات کرنا چاہتی تھی۔ مزید یہ کہ دن میں کام کرنے سے مجھے بھی کچھ فارغ وقت مل جائے گا جبکہ پہلے میری رائے اس کے برعکس تھی۔ اس کا مطلب یہ بھی تھا کہ اگر یونیورسٹی نے مجھے لیکچر دینے کے لیے کہا تو آسانی سے اس کے لیے بھی وقت نکال لوں گا اور یوں وہ موقع بھی ضائع نہ ہوگا۔

ہوٹل کے مالک نے اپنی رضامندی ظاہر کرنے میں ذرا دیر نہ لگائی، کیونکہ ایک مراکشی ساتھی نے دن کی جگہ رات کی شفٹ میں کام کرنے کی رضاکارانہ پیشکش کردی جس کے بدلے میں مجھے کبھی کبھار اُس کی جگہ کام کرنا ہوگا، بالخصوص رمضان اور مذہبی چھٹیوں میں، تاکہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ وقت گزار سکے۔ مجھے ویسے بھی یقین تھا کہ ہوٹل کا مالک میری درخواست رد نہ کرے گا کیونکہ ہم دونوں کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ ہماری عمروں کے فرق کے باوجود وہ میرے رویے، خیالات اور علمی استطاعت کا بہت احترام کرتا تھا۔ اسے میرا کام بھی بہت پسند تھا۔ اسے یہ بھی فخر تھا کہ عربی ادب میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری رکھنے والا ایک شخص اس کے ہوٹل میں خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ وہ اپنے آباواجداد کی زبان کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا، جیسا کہ وہ فرانسیسی میں کہا کرتا تھا کہ محض اسکول میں یاد کرائی گئی کچھ نظموں کے الفاظ ہی اس کی یادداشت میں باقی رہ گئے تھے جو اس نے عنابہ سیکنڈری اسکول کی ابتدائی جماعتوں میں یاد کی تھیں۔ اس نے غربت کے باعث اسکول بھی جلد ہی چھوڑ دیا تھا تاکہ باپ کے ساتھ کام کرسکے اور پھر فرانس نقل مکانی کرکے یہاں کی شہریت اختیار کرلی تھی۔ وہ تیونس کے باشندوں کا بھی بہت حامی تھا کیونکہ اُس کی نانی کا تعلق بھی تیونس سے تھا جن سے وہ بہت لگاؤ رکھتا تھا۔ اس کی نانی کا خاندان ان کی پیدائش سے قبل ہی ہجرت کرکے مشرقی الجزائر آگیا تھا اور عنابہ میں قیام پذیر ہوگیا تھا کیونکہ یہاں روزگار بآسانی دستیاب تھا۔

میں بتدریج دن کی ملازمت کا عادی ہوتا چلا گیا اور میں نے یہ بھی دریافت کرلیا کہ دن میں کام کرنے کے اپنے مزے اور فائدے ہیں۔ میری ہر ممکن کوشش رہتی تھی کہ ماری کلیر کی واپسی سے پہلے گھر پہنچ جاؤں اور اس کا انتظار کروں۔ وہ مجھے گھر پر دیکھ کر کھل اٹھتی تھی۔ جونہی مجھے تالے میں اس کی چابی کے گھومنے کی آواز آتی، میں اچھل کر کھڑا ہوتا اور دروازے کے پیچھے چھپ جاتا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ خوشی سے چیخیں مارتی میری جانب لپکتی، مجھ سے لپٹ جاتی اور مجھے یوں چومنے لگتی گویا مجھے بہت دنوں بعد دیکھا ہو۔ بہت بہت سارے بوسے، جو کافی وقت گزرنے کے بعد اور کافی مشکل سے میری سمجھ میں آئے کہ صرف خوش آمدیدی بوسے تھے جن میں کوئی جنسی مفہوم مضمر نہیں ہوتا تھا۔ جب وہ ایک دفعہ مجھے چومتے چومتے رک جاتی تو پھر اپنا ہینڈ بیگ میز یا صوفے پر پھینکتی، جلدی سے اپنا کوٹ یا جیکٹ یوں اتارتی گویا بوجھ اتار رہی ہو۔ پھر اپنے جوتے اِدھر اُدھر اتار پھینکتی۔ وہ چیزوں کی ترتیب بگاڑ دیتی جو مجھے بہت پسند تھا مگر اس بے ترتیبی کا دورانیہ بہت زیادہ نہیں ہوتا تھا، کیونکہ ماری کلیر بعد میں ہر چیز کو اُس کی مخصوص جگہ پر رکھ دیتی تھی۔

وہ میرے برابر میں بیٹھ جاتی اور مجھ سے ڈھیر سارے سوالات کرتی۔ اگر میں کام پر نہ گیا ہوتا تو وہ پوچھتی کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں کیا کیا۔ دوپہر کے کھانے میں کیا تھا اور آیا کھانا لذیذ تھا۔ وہ مجھ سے دوپہر کے قیلولے کا پوچھتی۔ پھر وہ مجھ سے دریافت کرتی کہ میں نے آج کیا پڑھا۔ اگر میں بتاتا کہ میں باہر گیا تھا تو وہ مجھ سے اُن تمام جگہوں کے متعلق پوچھتی جہاں میں گیا تھا اور یہ کہ وہاں میں نے کیا کچھ کیا۔

اگر میں کام پر سے واپس آیا ہوتا تو وہ مجھ سے سفر کے دوران پیش آنے والی مشکلات کے متعلق سوال کرتی، مثلاً یہ کہ بس یا میٹرو میں زیادہ بھیڑ تو نہ تھی، پھر وہ میرے دوپہر کے کھانے کے متعلق استفسار کرتی۔ کیا آج کام زیادہ تھا، کیا ہوٹل کے مہمانوں میں بدیسی مہمان زیادہ تھے، حالانکہ میں کئی بار بتا چکا تھا کہ ہمارے ہوٹل میں زیادہ تر مہمان سیاہ فام، عرب اور ترک ہوتے ہیں۔ اگر میں اس سے کسی غیر معمولی چیز یا واقعے کا ذکر کر بیٹھتا تو وہ مجھ سے کسی بچے کی مانند چپک جاتی۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگتیں اور وہ مجھے عاجز کر دیتی کہ میں اسے شروع سے آخر تک تمام ماجرا پوری تفصیل سے سناؤں۔ اگر اسے لگتا کہ میں یہ سب کرنے میں زیادہ جوش و خروش کا مظاہرہ نہیں کر رہا تو وہ مجھ سے مزید چپک جاتی۔

وہ میرا ہاتھ تھام لیتی اور اپنی درخواست بار بار کبھی شدت اور کبھی منت سماجت کے ذریعے دُہراتی رہتی۔

ماری کلیر یہ تمام سوالات کسی تجسّس کے باعث نہیں پوچھتی تھی؛ نہ وہ باتونی تھی اور نہ اسے یہ جاننے کا کوئی شوق تھا کہ میں نے اس کی غیر حاضری میں کیا کیا۔ مجھے شروع شروع میں یہی وجوہات لگتی تھیں، مگر وہ صرف یہ دکھانا چاہتی تھی کہ اسے میرا کتنا خیال، کتنی پروا ہے۔ میرے ساتھ پیش آنے والا ہر واقعہ، میرا کیا ہوا ہر کام، اس کے لیے صرف اس وجہ سے اہم تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔

کبھی کبھار اس کے سوال مجھے شدید جھلاہٹ اور غصے میں لے آتے۔ مجھے اس کی استقامت اور نہ ختم ہونے والے جوش وخروش پر حیرت ہوتی تھی، لیکن پھر رفتہ رفتہ میں اس کا عادی ہوتا گیا۔ مجھے اس کی توجہ سے آسودگی ملنے لگی۔ مجھے اس سب میں اتنا لطف آنے لگا کہ بعد میں جب کچھ موقعوں پر اس نے ہمیشہ کی طرح گرمجوشی سے یہ سب نہ پوچھا تو مجھے کافی دکھ بھی ہوا تھا۔ اب یہ بھی تھا کہ ماری کلیر صرف سوال کرنے اور میرے جوابوں سے لطف اندوز ہونے پر مطمئن نہیں ہوتی تھی بلکہ اس کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ اس تمام وقت میں جو اس نے مجھ سے دور گزارا ہے، جو کچھ اسے پیش آیا اس کی بھی تمام تر تفصیل مجھے ضرور بتائے۔ وہ یہ سب انتہائی بے ساختگی اور احتیاط سے کرتی تھی۔ اگر اسے احساس ہو جاتا کہ کسی خاص واقعے کی جانب میری توجہ مرکوز کروانی ہے تو اس کے متعلق انتہائی آہستگی، متانت اور درست طریقے سے باریک ترین تفصیلات مجھے بتاتی تھی۔ کئی دفعہ میں اسے دھوکے سے پھندے میں پھنسا لیتا تھا اور یوں ظاہر کرتا تھا کہ جیسے کسی بات پر انتہائی توجہ دے رہا ہوں۔ ماری کلیر آسانی سے میرے جال میں آ پھنستی۔ میں بار بار تائید میں سر ہلاتا، اپنی بھنویں اُچکاتا، حیرت سے آنکھیں پھیلا لیتا اور ہونٹوں کو سکیڑ لیتا۔ میں یہ سب کچھ ہر ممکن بے ساختگی سے کرتا تھا اور اس کے شوق کو مزید مہمیز دیتا تھا۔ جب مجھے یقین ہو جاتا کہ وہ پوری طرح اس کھیل میں شامل ہو چکی ہے، تو میں تمام حرکات اور جنبشیں روک کر اس کی جانب غور سے دیکھنے لگتا تھا۔ میں اس کے ہونٹوں کی حرکات، اس کے بازوؤں، اس کی انگلیوں اور سر کی جنبش پر نظر رکھتا تھا اور ہر ممکن کوشش کرتا تھا کہ ہنسی روکنے کی کوشش میں کہیں پھٹ نہ پڑوں۔

وہ اکثر وبیشتر شام باہر گزارنے کی خواہش کا اظہار کرتی اور میں اس بارے میں زیادہ پُرجوش نہ ہوتے ہوئے بھی اس کی خواہش پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا، بالخصوص ہمارے پہلے برس کے

دوران مجھے جلد ہی احساس ہوگیا تھا کہ اس کے نزدیک شام کو باہر نکلنے کی بہت اہمیت ہے۔ ''میں ابھی بوڑھی نہیں ہوگئی ہوں۔ مجھے گٹھیا یا نسیان کی بیماری بھی نہیں ہے،'' وہ طنزاً کہتی تھی۔ ''مجھے زندگی کا مزہ لینا ہے، میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔''

ماری کلیر کے نزدیک باہر جانے سے یہ مراد نہ تھی کہ ہم گھر سے نکلیں اور تازہ ہوا کا لطف لینے کے لیے گلیوں کی سیر کریں۔ اس کے نزدیک باہر جانے سے مراد شراب خانے میں ایک جام پینا، کسی ریستوراں میں کھانا کھانا، تھیٹر جانا، فلم دیکھنا اور اگر وافر وقت ہو تو یہ تمام چیزیں ایک ہی دن میں کرنا ہوتا تھا۔

جو چیز مجھے سب سے زیادہ پریشان اور عاجز کردیتی تھی، وہ اس کا ریستورانوں میں جانا تھا۔ مجھے آج تک کھانے کا یہ اجتماعی جشن سمجھ میں نہ آیا۔ کھانا تو انتہائی انکسار سے کھانے کی چیز ہے جس کے لیے ایک خاص سلیقے کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ کھانا خدا کی طرف سے ایک نعمت ہے، جیسا کہ میری ماں ہمیشہ کہا کرتی تھی۔ مجھے ریستوران بھی عجیب لگتے تھے۔ کھانے کی میز پر لوگوں کا ایک دوسرے کے انتہائی قریب بیٹھنا اور ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کھانا شروع کرنا۔ اس سب میں کیا خاص بات تھی؟ میرا خیال تھا کہ ریستوران میں کھانے کے متعلق میری یہ جھنجھلاہٹ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم یا ختم ہوجائے گی، مگر ایسا ہوا نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ماری کلیر کے رخصت ہوجانے والے برسوں سے کچھ قبل یہ احساس انتہائی شدت اختیار کرگیا۔ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ باہر گھومنے کے اپنے فائدے بھی تھے، کیونکہ اسی کے باعث میں نے سینما کی اہمیت دریافت کی جسے تب سے لے کر اب تک میں اتنا ہی پسند کرتا ہوں جتنی گمنام، خانہ بدوش، آوارہ شاعروں کی شاعری کو۔

4

''کیا عجیب اتفاق ہمیں ایک دوسرے کے قریب لے آیا! مینیل میخون میں پیدا ہونے والی ایک پیرس کی رہائشی اور تیونس کے چھوٹے سے گاؤں کا ایک کسان!'' ماری کلیر یہ کہتے ہوئے ہنسی۔ اس نے دونوں ہاتھ چہرے کے قریب لاکر غور سے ناخنوں کو دیکھا جن پر لپ اسٹک سے ملتی جلتی رنگت کی

پالش لگائی گئی تھی۔ وہ بند کھڑکی کے پاس کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کے پیر اور بازو عریاں تھے تا کہ کھڑکی سے آتی خزاں کی دھوپ کا لطف اٹھایا جا سکے۔ صاف پتا چل رہا تھا کہ رات اس نے بھرپور نیند لی ہے اور پھر اپنی پسند کا ناشتہ بھی کر چکی ہے۔ اس سے متعلق ہر چیز، اس کا حرکت کرنا، اس کی آنکھوں کی خیرگی، اس کی ہنسی، اس کا کرسی پر بیٹھنے کا انداز، سب سے عیاں تھا کہ وہ اپنے آپ سے اور مجھ سے بھی اور خزاں کی اِس صبح زندگی سے بھی بہت خوش اور شاداں ہے۔ میں اس کے برابر کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور اپنے پیر پھیلا کر پودوں کو چھونے لگا۔

ماری کلیر میری طرف جھکی اور میرے شانے پر سر رکھ دیا۔ میں بھی اس کی جانب جھکا اور آنکھیں بند رکھتے ہوئے نیند کی مہک کے ساتھ وہ تمام خوشبوئیں جو رات میں جسم سے آتی ہیں اور اب بھی آرہی تھیں حالانکہ وہ نہا چکی تھی، ایک گہری سانس سے اپنے سینے میں اتار لیں۔

''کیا تم جانتے ہو کہ جب میں پیدا ہوئی تھی تو تم سات سال کے تھے، سات سال تین ماہ اور انیس دن۔''

پہلے میں نے فیصلہ کیا کہ خاموش رہوں اور ان رازوں کو ظاہر نہ کروں جن کے چھپانے کی وجوہات کا مجھے خود علم نہ تھا، لیکن مجھے محسوس ہوا کہ جس عورت سے محبت کرتا ہوں اور ہم بستری کرتا ہوں اس سے یہ بات نہ کرنا مناسب نہ ہوگا۔

میں ویسے بھی اس سے تقریباً ہر بات کر لیتا تھا اور اس معاملے میں خفیہ رکھنے والی کوئی ایسی بات بھی نہ تھی۔

''مجھے اب بھی یقین نہیں ہے کہ یہ حساب کتاب صحیح ہے۔''

''کیا مطلب؟ مجھے تمھاری تاریخ پیدائش اچھی طرح معلوم ہے۔''

''لیکن مجھے اس بات کا یقین نہیں ہے کہ میں واقعی اس تاریخ کو پیدا ہوا تھا۔ اُن دنوں دیہات کے لوگ ویسے بھی تاریخ پیدائش پر زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ کبھی کبھار وہ یہ تاریخ لکھنا ہی بھول جاتے تھے اور بہت بعد میں یہ سب کیا کرتے تھے۔''

میری توقع کے برعکس ماری کلیر اس بات سے بالکل حیران نہیں ہوئی۔ بس چپ رہی۔ وہ میری جانب جھکی اور اپنا سر میرے شانے پر مزید زور سے ٹکا دیا، گویا اس کوتاہی کے لیے میری دلجوئی

کرنا چاہ رہی ہو۔ ایک طویل خاموشی کے بعد اس نے پوچھا، ''اس عمر تک تم نے کیا کیا تھا؟''

''بہت ساری چیزیں۔''

''مثلاً؟''

''کوئی خاص نہیں۔''

''میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے بتاؤ۔ میں جاننا چاہتی ہوں کہ تم بطور ایک بچے کے کیسے تھے۔''

میں نے کوئی خاص جھجک نہ دکھائی اور اس کی درخواست کا فوری جواب دیا، کیونکہ بیتی یادوں کو دہرانے کی خواہش نے مجھے بھی مغلوب کر دیا تھا۔

''میں دونوں ہاتھوں سے گیلی مٹی کھود کر کینچوے تلاش کرتا تھا۔ میں بٹیریں، چنڈول اور بلبلیں پکڑنے کے لیے زیتون کے درختوں کے نیچے پھندے بناتا تھا اور ایک دفعہ انھیں پکڑنے کے بعد زنگ آلود استرے سے ان کی گردن کاٹ کر اور پر نوچ کر کوئلے پر بھونا کرتا تھا اور جو مسالے ہاتھ لگتے، مثلاً نمک، زیرہ، لہسن، کالی مرچ، وہ ان پر چھڑکتا تھا۔ میں پیروں پر پلاسٹک کی تھیلی چڑھا کر انجیر کے باغوں سے انجیر چرایا کرتا تھا۔ پیروں پر تھیلی چڑھانے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے ریت پر قدموں کے نشان نہیں بنتے تھے اور یوں میں اپنے باپ سے محفوظ رہتا تھا جو ہر چیز کی کھوج لگانے کے لیے اتاؤلا رہتا تھا کہ میں ہی وہ کتیا کا بچہ ہوں جسے پکڑنے کا وہ خواب دیکھا کرتا تھا اور شدید سزا دینے کی خواہش رکھتا تھا تاکہ آئندہ کوئی انجیر نہ توڑے اور وہ اچھی طرح سے پک جائیں۔ میں چھوٹے چھوٹے سوراخ تلاش کرتا تھا اور ان میں پیشاب کرتا تھا تاکہ کالے اور پیلے بچھو ان میں سے باہر نکل آئیں۔ جب وہ ہر سمت میں بھاگتے تو میں ان کا پیچھا کرتا، انھیں گھیر لیتا، ان پر مٹی کا تیل چھڑکتا اور انھیں جلا کر مارتا۔ تکلیف کی شدت سے وہ اپنے آپ کو کاٹ لیتے اور اپنے ہی زہر سے مر جاتے تھے۔''

''تم نے ایسا کیوں کیا؟ تم عجیب ہو!'' ماری کلیر نے میرے شانے سے سر اٹھاتے ہوئے کہا اور حیرت سے میری جانب دیکھا۔ اس لمحے مجھ پر آشکار ہوا کہ میں واقعی عجیب ہوں، لیکن جو کچھ میں نے ان غریب بچھوؤں اور پرندوں کے ساتھ کیا تھا مجھے اس پر کوئی ندامت محسوس نہ ہوئی۔ مجھے یہ خواہش بھی نہ ہوئی کہ کچھ کہوں اور اپنے رویے کو صحیح ثابت کروں یا کوئی وضاحت کروں۔ اس لمحے اگر مجھے کوئی خواہش تھی تو وہ یہ تھی کہ ماری کلیر دوبارہ میرے شانے پر سر رکھ دے اور میں اس سنہری صبح اس

کے جسم کی تمام تر مہک کا مزہ لے سکوں۔ اور تھوڑی دیر بعد یہی ہوا، بلکہ اس سے بھی زیادہ کچھ سوا۔ ماری کلیر میرے اتنے قریب ہو کر جھک گئی کہ اس کی بغل عین میری ناک کے سامنے تھی اور اس پر ستم یہ کہ اس نے میرا ہاتھ اپنی دونوں رانوں کے بیچ رکھ لیا اور اسے زور سے بھینچنے لگی۔

یہ واضح تھا کہ جب سے اس نے مجھے عجیب کہا تھا، اسے کوئی بات پریشان کر رہی تھی۔ کیا وہ محسوس کر رہی تھی کہ میں درشت اور کرخت مزاج ہوں؟ شاید کہ اس نے ایسا مجھے حوصلہ دلانے کے لیے کہا ہو، تاکہ میں یہ اسے کہانیاں سناتا رہوں جن کی مدد سے وہ الامادیہ نامی گاؤں میں گزرے میرے بچپن کے متعلق کچھ اندازہ لگا سکے۔

''بھئی یہ کینچوے، بچھو اور پرندے رہنے دو۔''

''میں زیتون چنے جانے کے بعد ان کے بڑے بڑے درختوں پر چڑھ جاتا تاکہ اونچی گھنی شاخوں پر اگر کوئی زیتون توڑنے سے بچ گئے ہوں تو وہ توڑ لوں۔ میں اتنی بلندی سے گرنے یا شاخ ٹوٹنے سے جیسے خطروں کو بالکل خاطر میں نہ لاتا تھا۔ مجھے صرف ایک چیز کا خوف ہوتا تھا کہ کہیں میرے چہرے کے سامنے کوئی گرگٹ نہ آ جائے، جس سے مجھے بہت ڈر لگتا تھا، اور اب بھی لگتا ہے۔ میں گرگٹ کی طرف نظر بھر کے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ جب میں ایک دو پیالے بھر کے کالے زیتون جمع کر لیتا تو گاؤں میں ہر ہفتے آنے والے سفری تاجر سے ان کا تبادلہ کر لیتا تھا جو بدلے میں مجھے تین چار مٹھی ابلی ہوئی نمکین مسالے دار سیم کی پھلیاں یا چنے دے دیتا تھا۔ وہ انھیں ٹوکری میں رکھے ہوئے برتن سے نکالتا تھا، گرم گرم، بھاپ اٹھتی ہوئی، ذائقہ دار۔ اپنے باپ کو پتا چل جانے کے خوف سے میں یہ پھلیاں یا چنے جیبوں میں بھر کر کھیتوں کی طرف بھاگ نکلتا اور کسی کونے میں بیٹھ کر جلدی جلدی ہڑپ کر جاتا تھا۔ پھلیوں پر پڑے کالے دھبوں سے مجھے پتا تھا کہ ان میں کیڑے ہوں گے لیکن میں اس کی پروا نہیں کرتا تھا اور پھلیوں کو چھیلے بغیر ہی منھ میں بھر لیتا تھا اور بڑے بڑے لقموں میں جلدی جلدی سب کچھ چبا ڈالتا اور نگل لیتا۔ مجھے کئی دفعہ محسوس ہوا کہ کیڑوں والی پھلیاں بغیر کیڑوں والی پھلیوں سے زیادہ مزے دار تھیں۔''

''میں نے کہا تھا کہ کیڑوں کی باتیں نہ کرو۔''

''میں چیونٹیوں کے بل تلاش کرتا تھا اور ان میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ تعداد والا بل

ڈھونڈتا تھا۔ میں چیونٹیوں پر مختلف طریقوں سے حملے کرتا تھا۔ کبھی میں ان پر ریت ڈال دیتا، انھیں شاخوں سے مارتا، یا ان کے بلوں کو پتھروں سے بند کر دیتا۔ جب چیونٹیاں اپنی جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر بھاگتیں تو مجھے بہت مزہ آتا تھا۔"

''اُف! چیونٹیوں کی باتیں بھی نہ کرو۔ مجھے ان سے نفرت ہے۔ جب بھی میں ایسی کہانیاں اور قصے سنتی ہوں تو یوں لگتا ہے کہ تمام جسم پر چیونٹیاں رینگ رہی ہیں۔''

''اسکول میں، جس سے متعلق ہر چیز سے مجھے نفرت تھی — استاد، اسباق اور بہت سارے شاگرد — میں اپنا زیادہ تر وقت ہال کی چھت اور دیواروں کو گھورنے میں گزارتا، اپنے تصور میں ہر طرح کی چیزوں اور جانوروں کو مختلف کونوں کھدروں سے نکلتا ہوا محسوس کرتا، دیواروں کی دراڑوں سے کشتیاں، پہاڑ، لومڑیاں اور بَیل نکلتے محسوس کرتا۔ جب ان باتوں سے اکتا جاتا تو اپنے بستے میں موجود روٹی اس طرح کھانے کی کوشش کرتا کہ استاد کو پتا نہ چلے اور وہ میرا وہ حشر نہ کرے جو وہ ایک دفعہ پہلے کر چکا تھا جب وہ مسکراتا ہوا میری جانب آیا اور اپنے سخت ہاتھ سے میری گدی پر ایسا زوردار تھپڑ مارا کہ میرے منھ میں موجود روٹی کے ٹکڑے اور تھوک میرے منھ سے نکل کر قریب بیٹھے طالب علموں کے چہروں، کتابوں اور کپڑوں پر جا بکھرے۔ کبھی میں اُن طالب علموں کو دیر تک گھورتا رہتا تھا جو بالکل بے حس و حرکت بیٹھے ہوتے تھے۔ وہ ساکت بیٹھے سامنے دیکھ رہے ہوتے تھے اور میں یہ تصور کرنے کی کوشش کرتا تھا کہ ان کے ذہن میں کیا خیالات چل رہے ہیں۔

''میرے والد کو یقین تھا کہ اسکول سوائے وقت ضائع کرنے کے اور کچھ نہیں۔ اسکول شروع کرتے ہی میرا بھی یہی خیال پختہ ہو گیا۔ پھر ماں مر گئی۔ کبھی کبھی جب میں صبح اسکول کے لیے تیار ہو رہا ہوتا تو مجھے اپنے والد کی آواز سنائی دیتی۔ 'کتیا کے بچے، اِدھر آ۔ یہ دونوں گائے اور بکری لے کر جا اور انھیں چَرا کر لا۔' میں فوراً رضامندی میں سر ہلاتا۔ اسکول کا بستہ ایک طرف پھینکتا اور باڑے کی طرف بھاگتا۔ میں ریوڑ کو چرانے کے لیے ہانکتا ہوا لے جاتا۔ بکری کو کسی درخت کے تنے سے باندھ دیتا تاکہ وہ کہیں فرار نہ ہو سکے، لیکن دونوں گایوں کو میں چرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیتا، اور کبھی کبھار ان میں سے کسی ایک کے قریب جا کھڑا ہوتا یا بیٹھ جاتا اور اسے سہلاتے یا منھ کھول کر بھوسا چباتے دیکھتا رہتا۔ مجھے تبھی سے گائیں بہت پسند ہیں۔''

’’مجھے بھی گائیں پسند ہیں۔‘‘

’’مجھے تو ان کا سکون اور طمانیت پسند ہے۔ ان کا چلنے کا طریقہ، ان کا سر اور دم ہلا کر مکھی مچھر اڑانا۔ مجھے بالخصوص ان کی سرد مہری اور بے فکری اچھی لگتی ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر انھیں دنیا میں کسی چیز کی پرواہے تو وہ یہ کہ چارا کیسے چبانا ہے اور پھر اس کی جگالی کیسے کرنی ہے۔ مجھے گائے کی آنکھیں اور تھن بھی بہت پسند ہیں، بالخصوص دودھ سے بھرے ہوئے تھن۔ مجھے گائے کے گوبر کی بو بھی پسند...‘‘

’’گائے کے گوبر کی بو! اس میں پسند آنے جیسی کیا بات ہے؟‘‘

’’مجھے نہیں پتا۔ بس مجھے اس طرح کی بو پسند ہے۔ اس لیے میں کبھی بھی نہیں جھجکتا تھا جب ماں مجھے دو بالٹی گوبر بھر کے لانے کو کہتی تھی تا کہ لکڑی کی جگہ اسے ایندھن کے طور پر جلایا جا سکے۔ گائے کے گوبر کی بو اتنی ناگوار بھی نہیں جتنی تم سمجھتی ہو۔ کیا تمھیں معلوم ہے گائے کے گوبر میں کیا کیا شامل ہے؟‘‘

’’میں یہ سب جاننا نہیں چاہتی۔ برائے مہربانی اس کے متعلق مزید بات نہ کرو۔‘‘

’’موسم گرما میں میں تالابوں اور دلدلی پانی میں تیرا کی کیا کرتا۔ موسم سرما کی شدید بارشوں میں وادیِ الخروب میں سیلاب آ جاتا تھا اور ہمیں گاؤں میں دور سے گزرتے پانی کے ریلے کی گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ میں ہر کام چھوڑ کر دوسرے بچوں کے ساتھ وادی کی طرف بھاگتا۔ وہاں پہنچتے ہی ہم سب اپنے کپڑے اتار کر پھینکتے اور گدلے پانی میں چھلانگ لگا دیتے۔ اس وقت ہمیں ذرا فکر نہ ہوتی کہ سیلابی پانی اپنے ساتھ اکھڑے ہوئے درخت اور پودے، خالی تھیلے، چھوٹے چھوٹے پیپے، پرانی رسیاں، سائیکل کے ٹائر، بوتلیں، ٹوٹے برتن، مرے ہوئے کیڑے، سانپ، بلیاں اور کتے بھی بہاتا ہوا لیے چلا آ رہا ہے۔ گرمی کی دوپہر میں جب سب لوگ قیلولہ کرتے تھے، میں آنکھ بچا کر گھر سے نکلتا اور کنویں کا رخ کرتا اور اپنے ساتھ ایک لمبی اور چکنی چھڑی بھی لے جاتا۔ مجھے پتا تھا کہ شدید گرمی کے باعث آوارہ گدھے اس وقت وہاں جمع ہو جاتے ہیں تا کہ پیاس بجھا سکیں۔ میں ان کی پیاس بجھا نہیں سکتا تھا کیونکہ نہ میرے پاس رسی ہوتی تھی اور نہ پانی نکالنے کے لیے کوئی برتن۔ میرے بس میں اگر کچھ تھا تو صرف یہ کہ گدھیوں کو کچھ جنسی لطف دے سکوں اور یوں وہ کچھ دیر کے لیے شاید اپنی پیاس بھول جائیں۔ میں گدھی کی اگلی ٹانگیں باندھ دیتا تھا تا کہ وہ فرار نہ ہو سکے، پھر احتیاط سے اس کی دُم اٹھاتا۔ پہلے میں اس کی فُرج پر چھڑی آہستہ آہستہ پھیرتا اور پھر ایک دم وہ لکڑی اُس کی فرج میں گھسیڑ

دیتا تھا۔''

''کیا وہ ردعمل ظاہر کرتی تھی؟''

''پہلے تو وہ پچھلے پیر اٹھا کر مجھے دولتی مارنے کی کوشش کرتی تھی مگر پھر آہستہ آہستہ وہ اس لکڑی کی عادی ہو جاتی تھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی گدھے کا عضوِ تناسل میری اس چکنی اور ہموار چھڑی سے زیادہ نرم ہو سکتا ہے۔''

''انتہائی عجیب! اور پھر کیا ہوتا تھا؟''

''کچھ بھی نہیں۔ میں آہستگی سے چھڑی باہر نکال لیتا تھا اور گدھی کے اگلے پاؤں کھول دیتا تھا۔''

''وہ تو وہاں سے فوراً بھاگ جاتی ہو گی؟''

''نہیں۔ وہ واپس جا کر اپنے ریوڑ میں شامل ہو جاتی۔ گدھے بہت طاقتور اور صابر ہوتے ہیں۔ ویسے بھی وہ اس طرح کی چیزوں کے عادی ہوتے ہیں۔ کیا تمھیں پتا ہے کہ ہمارے گاؤں کے کئی لڑکے گدھی سے جُفتی کرتے تھے؟''

''گدھی! کیوں؟ کیا وہاں لڑکیاں نہیں ہوتی تھیں؟''

''لڑکیاں شادی سے پہلے یہ سب نہیں کرتی تھیں، اور تب بھی صرف اپنے شوہروں کے ساتھ۔''

ماری کلیر بیٹھے بیٹھے کسمسائی اور ایک بڑی سی جمائی لی، پھر اپنے دونوں پیر پودوں کی طرف بڑھائے اور غور سے پیر کے ناخنوں کی پالش کے رنگ کو دیکھا، اور اچانک محسوس کیا کہ ان کا رنگ ہاتھوں کی انگلیوں پر لگائی گئی نیل پالش سے مختلف ہے۔ میں نے خاموشی سے اپنا ہاتھ اس کی رانوں کے بیچ سے باہر نکال لیا اور دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر گملے میں لگے پودوں کے پتوں کو غور سے دیکھنے لگا جو سورج کی روشنی میں نہا کر مزید سبزی مائل لگ رہے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ ماری کلیر کو بتا دوں کہ میں بھی ایک دو گدھیوں سے تمتع کر چکا تھا جبکہ میں نے شہر کا رخ کر لیا اور مجھے قحبہ خانوں کا پتا چل گیا۔ ایک دفعہ میں ایک گدھی کے ساتھ جفتی کر ہی بیٹھا تھا جسے شاید وہ سب بہت پسند تھا کیونکہ اس نے چھڑی اندر جاتے ہی منہ کھول کر گہرے گہرے سانس لینا شروع کر دیے تھے۔ مجھے یہ بھی خیال آیا کہ اسے بتا دوں کہ کئی دفعہ میں گدھیوں کو چھوڑ کر کسی سنسان جگہ بیٹھ کر اپنے عضو سے بھی کھیلتا رہتا تھا، مگر میں یہ سب

بتانے کی ہمت پیدا نہ کر سکا۔

''اب میں ہمیشہ اس کنویں کی طرف نہیں جاتا تھا جہاں آوارہ گدھے جمع ہو جاتے تھے۔ میں اپنے باپ کی قیلولے کی عادت کا فائدہ اٹھاتا اور اس جگہ پہنچ جاتا جہاں وہ اپنے اوزار، ہل، بیلچے، کدال اور درانتی وغیرہ رکھتا تھا۔ میں ایک کدال اٹھاتا اور اس مقام کی طرف بھاگتا جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہاں میری ماں نے گاؤں کے بزرگوں کے کہنے پر ایک عدد بند تالا دفن کر دیا تھا تا کہ موت مجھ پر اس طرح نہ جھپٹ سکے جیسے مجھ سے پہلے تمام بہن بھائیوں پر جھپٹ کر ان کو ہڑپ کر گئی تھی۔ وہاں پہنچتے ہی میں زمین کھودنا شروع کر دیتا تا کہ اس تالے کو حاصل کر سکوں۔

''تمھیں اس تالے کی تلاش کیوں تھی!''

''تا کہ وہ تالا کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے اور وہ اسے کھول نہ لے۔''

''اگر کوئی اور وہ تالا کھول لیتا تو کیا ہو جاتا؟''

''میں مر جاتا۔''

میری توقع کے برعکس ماری کلیر نہ تو ہنسی اور نہ ہی مسکرائی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور پھر اپنی رانوں کے بیچ ٹھونس لیا، اور اس دفعہ پیڑو کے زیادہ قریب۔ مجھے شرم آئی لیکن میں نے اپنا ہاتھ واپس نہیں کھینچا حالانکہ مجھے یقین تھا کہ ایسی حساس جگہ میرے ہاتھ کے ہوتے ہوئے میں بھڑک سکتا ہوں اور اس دھوپ والی صبح میں اسی ایک چیز سے خوفزدہ تھا۔

''میں قبرستان میں بھی گھومتا رہتا تھا۔''

''قبرستان! تم وہاں کیا کرتے تھے؟''

''میں قبروں کا معائنہ کرتا تھا۔''

''تمھیں ڈر نہیں لگتا تھا؟''

''ڈر کس بات کا؟ مجھے یقین ہوتا تھا کہ زندہ لوگوں کی مانند مردہ لوگوں کی روحیں بھی دوپہر کے اس وقت سو رہی ہوتی ہیں۔ میں قبروں پر بیٹھ جاتا اور کتبوں پر لکھی عبارتیں پڑھا کرتا۔ کبھی میں اس چھوٹے سے کمرے میں چلا جاتا تھا جہاں خالی تابوت اور قبر کے اوپر رکھے جانے والے پتھر رکھے ہوتے تھے۔ ایک دن میں نے ایک تابوت کے گرد کئی چکر لگائے اور پھر اس کے اوپر چڑھ کر اس پر

لیٹ گیا، بالکل اسی طرح جیسے وہ مُردے کو لٹاتے تھے، اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔''

''تم اس کے اوپر لیٹے تھے؟''

''ہاں، میں وہاں تھوڑی دیر لیٹا تھا۔ اس کی ایک خاص مہک تھی، لکڑی، کفن جس میں مردے کو لپیٹا جاتا ہے اور مردہ لوگوں کی مہک کی آمیزش سے بنی ایک مخصوص مہک۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ مردہ لوگ کیا محسوس کرتے ہیں۔''

''اور تم نے کیا محسوس کیا؟''

''کچھ بھی نہیں۔ پہلے پہل تو ذرا سا ڈر لگا۔ میں خوفزدہ تھا کہ اگر میں تابوت کے اوپر لیٹا تو واقعی مر جاؤں گا۔''

ماری کلیر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنا ہاتھ اس کی رانوں کے درمیان سے نکال لیا۔

اس کے دانت سفید تر لگ رہے تھے اور سونا چڑھے دانت دھوپ میں چمک رہے تھے۔ مجھے شدید خواہش ہوئی کہ اسے بتاؤں کہ اس طرح کے لمحات میں مجھے اس کی ہنسی بہت پر جوش محسوس ہوتی ہے لیکن میں اس خوف کے باعث خاموش رہا کہ کہیں وہ دوبارہ میرا ہاتھ اپنی رانوں کے درمیان نہ دبا لے اور مجھ پر ایسا جوش طاری ہو جائے کہ میں خود پر قابو نہ رکھ سکوں۔

''تمھیں قبروں کے متعلق اور کیا کچھ پسند تھا؟''

''ہر چیز۔ ان کی بناوٹ، کتبے اور سفید پن۔''

''مجھے سفیدی پسند نہیں ہے۔ اس سے مجھے ہسپتالوں کی یاد آتی ہے۔''

''ہماری ساری قبریں سفید ہوتی ہیں۔''

''کیوں؟''

''کیونکہ سفید کے علاوہ کوئی اور رنگ موت کے لیے اتنا موزوں نہیں ہے۔''

''یہاں پر قبریں سفید رنگ کی نہیں ہیں، لیکن وہ دوسری تمام قبروں کی طرح قبریں ہی ہیں۔''

''قبروں کے متعلق مجھے ایک اور چیز بھی پسند ہے، خاموشی۔ مجھے مُردوں کی خاموشی اور قبروں کی تنہائی پسند ہے۔ کبھی کبھار میں تازہ قبریں تلاش کرتا تھا۔ پھر اپنا ایک کان قبر کے اوپر رکھ کر آنکھیں موند

لیا کرتا تھا اور دیر تک کچھ سننے کی کوشش کرتا تھا۔"

"کبھی تمھیں کچھ سنائی دیا؟"

"ایک دفعہ مجھے لگا کہ مجھے کوئی عجیب سی آواز سنائی دی جو سرگوشی جیسی تھی۔"

ماری کلیر نے میری طرف شوخ نظروں سے دیکھا۔ وہ مجھے یوں دیکھ رہی تھی گویا کہنا چاہتی ہو کہ اسے میری باتوں پر یقین نہیں ہے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور میرے کان کی لو سہلانے لگی۔

"پودے! میں نے پودوں کو پانی نہیں دیا،" وہ اچانک بولی اور تیزی سے کچن کی طرف گئی۔

میں نے اپنے پیر گملوں سے دور کر لیے اور مزید جھک کر اپنا چہرہ خزاں کے سورج کی طرف کر دیا۔ مجھے جگ میں پانی بھرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

پودوں کو اچھی طرح پانی دینے کے بعد اس نے اپنی ہتھیلی میں پانی لے کر انتہائی خوشی سے پتوں پر چھڑکا۔ پانی کے شفاف قطرے پتوں کی سطح سے پھسلتے ہوئے نیچے زمین پر گملوں کے اردگرد دوسری چیزوں پر گرے۔ کچھ قطروں نے زمین پر گرنے سے پہلے پتوں سے چمٹے رہنے کی کوشش کی، مگر وہ بھی گرے، اور کبھی تو باقاعدہ ان کے گرنے کی آواز بھی آئی، بالخصوص جب وہ گیلی زمین پر گرے۔

ماری کلیر نے انتہائی نرمی اور شفقت سے نازک نازک شاخوں کو چھوا۔ کچھ پتوں کو مزید پاس جا کر غور سے دیکھا اور ان کی سطح پر سے مٹی اپنی انگلیوں سے آہستگی سے صاف کی۔ مردہ اور زرد پتے انتہائی احتیاط سے علیحدہ کیے۔ اس نے مٹی میں انگلیاں گاڑ کر اس کی نمی کا اندازہ لگایا۔ کبھی کبھار وہ صرف اس لیے پودوں کے نزدیک ہو جاتی کہ انھیں سونگھ سکے۔

میں اس کی حرکات کو پسندیدگی اور حیرانی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دیکھتا۔ اس وقت مجھے پودوں سے اس کی گہری وابستگی سمجھ میں نہ آتی تھی، جو ویسے بھی سوائے چند شاخوں اور پتوں کے کچھ گچھوں کے اور کیا ہوتے ہیں! ان کی نہ کوئی قدر و قیمت ہوتی ہے اور نہ کوئی معنی۔ مجھے پودوں پر اس کی یہ توجہ، روزانہ پانی دینا، کٹائی چھٹائی اور صفائی کی کوئی تک سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اگر کوئی چیز اس دیوانگی کے قریب پہنچ سکتی تھی تو وہ صرف وہ بے بسی اور عاجزی تھی جو ہمیں بعض لوگوں میں بلیوں اور بالخصوص کتوں پر دی گئی توجہ میں محسوس ہوتی ہے؛ کتے بھی وہ جو ہر ایک کے سامنے ہگنا موتنا راہ چلتے کرتے ہوں۔

یہاں میں یہ اعتراف ضرور کروں گا کہ میں خوش قسمت تھا کیونکہ ماری کلیر جس سے میں پیار کرتا تھا اور جس کے ساتھ رہتا تھا، اسے کتے، بلیاں، خرگوش وغیرہ پسند نہیں تھے۔ اگر اسے گھر میں کچھ رکھنے کا شوق تھا تو وہ صرف پودے تھے۔

ماری کلیر نے پودوں سے نظریں اٹھائے بغیر جگ میز پر رکھا۔ یوں لگتا تھا کہ وہ اس بات کو یقینی بنانا چاہتی ہو کہ پودوں کے لیے جو کچھ وہ کر سکتی تھی اس نے کر دیا ہے اور اب ہر چیز ایک مناسب نظم میں ہے۔ وہ واپس اپنی نشست کی طرف آئی اور بیٹھتے ہوئے اپنے پیر مزید آگے پھیلائے جس سے اس کا ایپرن مزید اوپر ہو گیا اور اس کی رانوں کا مزید حصہ نظر آنے لگا۔ اس نے دوبارہ میرے کان کی لو کو سہلانا شروع کر دیا۔ میں نے نہ اپنا سر اور نہ ہی اپنا کان اس کے ہاتھ سے دور کرنے کی کوئی کوشش کی؛ مجھے معلوم تھا کہ مجھے اس طرح سہلانے سے ماری کلیر بہت لطف اندوز ہوتی ہے۔

''میں اس عمر میں مرتے مرتے بچا تھا۔''

ماری کلیر نے میرا کان سہلانا بند کر دیا۔ اس نے اپنا ہاتھ واپس اپنی ران پر رکھ لیا اور الجھن بھری نظر سے مجھے دیکھنے لگی۔

''مجھے بہت موذی بیماری ہو گئی تھی۔''

''وہ کیا؟''

''یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن جب میں بڑا ہو گیا اور لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو سب نے مجھے بتایا کہ مجھے سورج نے بیمار کر دیا تھا۔''

ماری کلیر نے اپنا سر میرے سر سے ٹکا دیا اور اپنا ایک بازو میرے کاندھے پر رکھ لیا؛ اس کی بغل کی مہک نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا۔

''ایک دن میں کافی دیر سے جاگا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، میں نے تین بڑے آڑو کھائے تھے۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ جب میری آنکھ کھلی تو میں ایک کھلی جگہ میں سو رہا تھا اور سورج کی دھوپ مجھ پر پڑ رہی تھی۔ میری پیشانی تپ رہی تھی۔ مجھے شدید کمزوری سی محسوس ہوئی۔ تھوڑی ہی دیر میں میرے لیے کھڑا ہونا بھی مشکل ہو گیا۔ میں فرش پر گر پڑا اور الٹیاں کرنے لگا۔ زندگی میں جتنی بار میں بیمار ہوا تھا یہ بیماری ان میں سب سے زیادہ خطرناک تھی۔ میں تین ماہ سے زیادہ بیمار رہا۔ اس دوران میرا وزن کم

ہو گیا اور بال بھی جھڑ گئے۔ میں اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ تمام وقت ایک کروٹ یا پھر چت لیٹا رہتا۔ میری ماں کی آہ و زاری کے بعد مجھے اٹھا کر مخالیف نامی گاؤں میں ایک ڈاکٹر کو دکھانے کے لیے لے جایا گیا جو وہاں ہر جمعرات کو آیا کرتا تھا۔ ایک ماہ کے متواتر علاج کے بعد بھی جب مجھ میں کوئی بہتری نہ آئی تو پھر سوائے میری ماں کے، سب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ میں اس بیماری سے جاں بر نہیں ہوں گا۔ میری ماں ایک لمحے کے لیے مجھ سے دور نہ ہوتی تھی۔ میرا باپ وقتاً فوقتاً میری ماں کا مذاق اڑایا کرتا یا پھر اس پر گھر کی ذمے داریوں کو نظر انداز کرنے کا الزام لگاتا۔ اس بیماری سے ایک عجیب بات یہ پتا چلی کہ میرا باپ مجھ سے اتنی نفرت نہیں کرتا تھا جتنی میں سمجھتا تھا۔ گاؤں کے دیگر باپوں کی طرح بچوں کی تربیت میں سختی کو ایک لازمی جزو سمجھتے ہوئے بھی وہ مجھ سے محبت کرتا تھا۔

''ایک روز میں کمرے میں تنہا بیٹھا تھا جب میرا باپ وہاں آیا۔ مجھے یاد نہیں کہ ماں کہاں گئی تھی۔ باپ کو سامنے کھڑا دیکھ کر میں شدید خوفزدہ ہو گیا۔ جب وہ میرے پاس آ کر مجھ پر جھکا تو میں نے اپنا سر دوسری جانب موڑ لیا اور کنکھیوں سے اس کی آنکھوں کو دیکھنے لگا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرایا تو میرا خوف کچھ کم ہوا، لیکن میں اس وقت بھی چوکنا تھا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ بچانے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ میں حیران رہ گیا جب اس نے اپنا سر میرے کندھے پر رکھ دیا اور اپنا سخت ہاتھ میری گردن کی پشت پر اس نرمی سے رکھا جس سے میں آج تک نا آشنا تھا۔ ہم دونوں کافی دیر اسی طرح رہے۔ کئی نہ ختم ہونے والے لمحے یوں ہی گزرے؛ نہ ہم دونوں نے کوئی حرکت کی اور نہ منہ سے ایک لفظ نکالا۔

''جب اس نے اپنا سر میرے کاندھے سے اٹھایا تو وہ پھر مسکرایا اور کھڑا ہو گیا۔ میرے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جیب سے ایک ٹوٹی ہوئی گھڑی نکالی جو وہ ایک الماری میں رکھتا تھا جسے اس کے علاوہ کسی اور کو کھولنے کی اجازت نہ تھی۔ گھڑی میری طرف بڑھاتے ہوئے وہ بولا، 'یہ لو۔ یہ تمھارے لیے ہے۔ اس سے کھیلنا اور مجھے واپس مت کرنا۔'

''وہ خراب، ٹوٹی گھڑی مجھے ملنے والا پہلا تحفہ تھا۔ اس کے بعد جب میری ماں مری تو باپ نے مجھے ایک اور خراب گھڑی دی اور پھر اپنے مرنے سے کچھ ہفتے پہلے اس نے مجھے ایک تیسری خراب گھڑی دی تھی۔''

''تم ان سب خراب گھڑیوں کا کیا کرتے تھے؟''

''میں ان سے کھیلتا تھا اور پھر ان کے پرزے بیچ دیتا تھا۔''

''بیچ دیتے تھے؟ کسے؟''

''دوسرے بچوں کو۔''

''پرزوں میں تم کیا کیا بیچتے تھے؟''

''چابی دینے والی گھنڈیاں، گھڑی کی سوئیاں، گراریاں، اسپرنگ اور اسکرو وغیرہ۔''

''کیا یہ بیچنے سے تمھیں کافی کچھ مل جاتا تھا؟''

''یہ تو اس پرزے پر منحصر ہوتا تھا۔ کبھی میں بیچتا نہیں تھا بلکہ ادلا بدلی کر لیتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے ایک بچے کو ایک بڑی گھڑی دے کر بدلے میں ایک سانپ لیا تھا۔''

''سانپ؟''

''ہاں ہاں سانپ، جو اس بچے کے باپ نے مارا تھا۔ وہ کافی لمبا تھا اور صرف دم کا تھوڑا سا حصہ غائب تھا۔''

''ہاں مگر تم ایک مُردہ سانپ کا کیا کرتے تھے؟''

''میں اس کے ساتھ کھیلتا تھا۔ میں جن بچوں کو پسند نہیں کرتا تھا انھیں سانپ سے ڈراتا تھا اور اسے اپنے دفاع کے لیے بھی استعمال کرتا تھا۔''

تم نے سانپ کتنے دن تک اپنے پاس رکھا؟''

''کچھ ہی دن، جب وہ سڑنے لگا تو مجبوراً مجھے اس کو پھینکنا پڑا۔''

''تم اسے کہاں رکھتے تھے؟''

''ایک سوراخ میں جس کا صرف مجھے پتا تھا۔ جب ضرورت پڑتی تھی، نکال لیتا تھا۔''

ماری کلیر نے اپنا سر میرے سر سے ہٹایا اور اپنا بازو میرے کندھے سے الگ کر لیا۔ وہ نشست پر سیدھی ہو کر بیٹھی اور اپنا ایپرن گھٹنوں کی جانب مزید کھینچا۔ اس طرح کرنے سے اس کی رانوں کا وہ حصہ اوجھل ہو گیا جو نظر آ رہا تھا۔ اس لمحے مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ جو قصے کہانیاں میں اسے سناتا ہوں ان میں کچھ مبالغہ آرائی بھی ہوتی ہے۔ میں نے دانستہ مبالغہ آرائی کی کوشش کبھی نہیں کی۔ میں نے

درست واقعات سنانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی، لیکن میں جانتا تھا کہ میں ان کہانیوں کو اس سے مختلف انداز میں بھی سنا سکتا ہوں، مگر اس کے لیے ضروری تھا کہ مجھ پر اسے مرعوب کرنے کی خفیہ خواہش کا اس قدر شدید غلبہ نہ ہو جس نے اس وقت نہ معلوم کس طرح مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

جب میں سوچ ہی رہا تھا کہ ان کہانیوں کے سنانے کا کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں، تبھی ماری کلیر نے کچھ اس انداز سے میری جانب دیکھا کہ واضح ہو گیا کہ وہ اپنے آپ سے، مجھ سے اور اس سنہری صبح کو زندگی سے خوش ہے۔ اس نے میرا ہاتھ تھاما اور یہ کہتے ہوئے کھڑی ہوئی، ''اب سانپوں کو بھول جاؤ۔ میرے ساتھ چادریں تبدیل کرنے میں مدد کرو۔''

5

مجھے چوبی فرش پر اس کے قدموں کی تیز تیز چاپ سنائی دی۔ پھر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز اور پھر سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کے جوتوں کی آواز آئی۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ وہ اچانک واپس نہ آ جائے، جو اکثر ہوتا تھا جب وہ چھتری، کوئی کتاب یا موبائل فون بھول جاتی تھی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ واپس نہیں آ رہی ہے تو میں بستر سے باہر نکلا۔

میں الارم بجنے سے کافی پہلے سے جاگ رہا تھا۔ میں نے ماری کلیر کو ہاتھ بڑھا کر سرہانے کا چھوٹا لیمپ آن کرتے اور گھڑی کا الارم بند کرتے دیکھ لیا تھا جیسا وہ ہمیشہ بیدار ہونے کے بعد اور بستر سے نکلنے سے پہلے کرتی تھی۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ساکت ہو گیا گویا گہری نیند میں ہوں۔

میں نے اس کی جمائی کی آواز سنی۔ اس کے جسم میں ایک تناؤ پیدا ہوا جس سے بستر میں حرکت ہوئی۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے قریب ہوئی اور مجھ پر جھکی۔ عام طور سے اس بات سے میں بہت خوش ہوتا تھا اور اپنے آپ کو اس کی جانب کھینچ لیتا تھا تا کہ اس کے جسم کی گرمی محسوس کر سکوں اور اس کی نیند کی مہک سونگھ سکوں۔ لیکن اس دفعہ میں خاموش رہا۔ میں نے بالکل کوئی حرکت نہ کی، اس وقت بھی نہیں جب اس نے بازو اوپر رکھا اور اس طرح کہ میری ناک عین اس کی بغل میں تھی۔

یہ بات بہت واضح تھی کہ ماری کلیر پوسٹ آفس جانے سے پہلے مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔

مجھے یقین تھا کہ وہ کوئی ایسی بات کرے گی جس سے اس کے نزدیک میں بھول جاؤں گا کہ ایک دن پہلے کیا ہوا تھا۔ لیکن یہی وہ چیز تھی جس سے میں اس صبح بچنا چاہتا تھا۔ میں اسی بات سے خوفزدہ تھا کیونکہ میں اپنے آپ سے شرمندہ تھا اور اس سے محجوب۔ مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ درد کا یہ احساس جس نے ساری رات میری نیند میں خلل ڈالے رکھا، اب مزید بڑھے گا۔

میں اب بھی ماری کلیر کا چہرہ دیکھ سکتا ہوں۔ مجھے اس کی آنکھوں میں خواہش کی چمک نظر آ رہی تھی۔ اس کے کانپتے ہوئے لب جو پچھلی بوسہ بازی سے اب تک کچھ پھولے ہوئے تھے، انگلیاں جسم پر پھرتی ہوئیں اور فتح کرتی ہوئیں، چھاتیوں کا مدوجزر، دل کی دھڑکنوں میں تیزی آنا، چہرے کا مزید سرخ ہو جانا، وہ گرم جسم جسے مزید انتظار کا یارا نہ تھا اور جو خواہش سے لرزاں تھا۔ اچانک اس نے نیم باز آنکھوں سے میری طرف دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ بتاتی تھی کہ وہ آج رات مجھ سے زیادہ کی توقع نہیں کر سکتی۔ اس نے دوسری جانب کروٹ لے لی۔ اس کا برہنہ جسم پہلے سے زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا۔ میری نگاہیں اس کے جسم پر یوں مرکوز تھیں گویا میں صرف اس طرح دیکھتے رہنے سے ہی اس کے جسم پر قابض ہو جاؤں گا۔ اس کا جسم اپنے معمول پر آ گیا اور آہستہ آہستہ ٹھنڈا پڑتا چلا گیا، یہاں تک کہ گوشت کا ایک ڈھیر بن کر رہ گیا۔ مجھے اپنے آپ سے شرم آئی۔ مجھے احساس ہوا کہ میں اب زیادہ دیر تک اس کے جسم کو نہیں دیکھ سکتا۔ میں نے جلدی سے کروٹ لی اور مقابل کی دیوار کی طرف منہ کر کے لیمپ بند کر دیا۔

یہ وہ پہلا اور آخری موقع تھا جب میں اس کے جسم میں داخل ہونے میں ناکام رہا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اگر یہی ہونا تھا تو اسے اب سے بہت پہلے اُس دوران ہو جانا چاہیے تھا جب ہدایات کا ایک دورانیہ گزرا تھا جس میں ماری کلیر نے مجھے ایسی کئی باتیں سکھائی تھیں جن سے مجھے اپنی توانائیوں اور بدن کے ان مخفی رازوں کی آگہی میں مدد ملی تھی جو میرے لیے اس سے پہلے کوئی وجود نہ رکھتے تھے؛ ایسی باتیں جن پر میں نے کبھی کوئی توجہ نہ دی تھی مگر اب وہ مجھے انتہائی لازمی لگتی تھیں۔ اس نے مجھے اپنے بدن کے ناقابلِ یقین حد تک حساس گوشوں کی رسائی دی۔ اس نے مجھے سکھایا کہ میں اسے جنسی طور پر کیسے بیدار کروں۔ اس نے مجھے انگلیوں کا استعمال سکھایا۔ میں اپنی زبان کیسے اس کے منہ میں گھماؤں، زبان کی نوک سے اس کی چوچیوں کو کیسے چاٹوں اور کیسے اس کے بدن پر پیار سے ہاتھ پھیروں۔ ان سب

باتوں سے زیادہ اہم اور انتہائی بنیادی چیز جو میں نے اس رشتے کے انتہائی نازک مقام پر سیکھی وہ یہ تھی کہ اپنی خواہش کو لگام کیسے دی جاتی ہے، جہاں تک ممکن ہو جنسی عمل کو کیونکر طول دینا ہے اور فوری لذت حاصل کرنے سے کیسے گریز کرنا ہے تاکہ وہ بھی اپنے حصے کا بھرپور لطف لے سکے۔ یہاں میں یہ اعتراف ضرور کروں گا کہ اس عمل کو سیکھنے میں میں بہت تکلیف سے گزرا اور اپنے آپ کو لذت کی بلندی تک پہنچنے سے روکنے کے لیے مجھے بہت صبر اور درد برداشت کرنا پڑا کیونکہ ماری کلیر، ان چند عورتوں کے برعکس جنھیں میں پہلے سے جانتا تھا، جنسی لذت کی انتہا تک پہنچنے اور فارغ ہونے میں کافی دیر لگاتی تھی۔

پہلے پہل مجھے بہت تعجب ہوا تھا اور میں سوچتا تھا کہ آیا ماری کلیر بھی دوسری عورتوں جیسی ہی ہے۔ میں اسے جنسی طور پر مطمئن کرنے کے لیے ہر وہ حربہ آزماتا تھا جو مجھے آتا تھا۔ بیشتر اوقات یہ سب کچھ اتنا زیادہ وقت لے لیتا تھا کہ میں تھک کر شل ہو جاتا اور میرے لیے حرکت کرنا بھی ممکن نہ رہتا۔ میں ہانپتے ہوئے اپنی بھنوؤں سے پسینہ صاف کرتا اور بستر پر ڈھیر ہو جاتا۔

ماری کلیر اس سب سے بالکل بھی پریشان نہ ہوتی تھی بلکہ اس کے برعکس وہ مزید پیار دُلار کرنے لگتی۔ وہ میری پیشانی اور رخساروں پر چھوٹے چھوٹے بوسے ثبت کرتی چلی جاتی۔ ''ذرا بھی فکر نہ کرو، چھوٹے!'' وہ سرگوشی میں میری ناک مروڑتے ہوئے کہتی۔ وہ اٹھ کر کچن جاتی اور میرے لیے سیب یا ناشپاتی لاتی، اسے چھیلتی اور مجھے اس کی قاشیں کھلاتی۔ ''کھاؤ ننھے، کھاؤ،'' وہ کہتی جاتی تھی۔ وہ میرے بالکل سامنے بیٹھ جاتی، اس کی ٹانگیں کرسی کے ہتھوں پر اِدھر اُدھر رکھی ہوتیں اور مکمل کھلی ہوئی ہوتی تھیں اور فاحشانہ انداز میں اس کے انتہائی نجی انگ دکھا رہی ہوتی تھیں۔ جب وہ وقتاً فوقتاً مجھے اس جگہ کو تاکتے ہوئے دیکھتی تو اسے کوئی شرم محسوس نہ ہوتی تھی۔ یہ موقع مجھے اس سے پہلے کسی عورت نے یوں پیش نہ کیا تھا۔ میرے گمان کے برعکس، وہ یہ سب کچھ غیر ارادی طور پر کرتی تھی۔ اس کا مقصد میری شہوت میں اضافہ کرنا نہیں تھا کیونکہ وہ اس بات پر یقین رکھتی تھی کہ جب تک وہ مجھ سے محبت کرتی ہے، اسے اپنے جسم کے انتہائی خفیہ گوشوں کو مجھ سے چھپانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ سب انتہائی فطری ہے۔

جب ہماری نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکراتیں تو وہ مسکرا دیتی۔ ''لگتا تو یوں ہے کہ جیسے تم نے یہ سب کچھ پہلے نہیں دیکھا۔''

وہ کچھ متعجب ہو کر پوچھتی۔ میں شرمندگی سے جھینپ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا۔ وہ بھی خاموش ہو جاتی۔ کئی طویل لمحوں کے بعد وہ دوبارہ میرے جسم کو سہلاتی اور بوسے لینا شروع کر دیتی۔ "چلو آؤ، ڈرو نہیں۔ مسئلہ صرف سیکھنے اور عادت کا ہے۔ آؤ، سب کچھ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔" میں اپنی ہمت مجتمع کرتا اور پھر دوبارہ کوشش کرنے لگتا۔

میری آنکھیں آہستہ آہستہ تاریکی میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں۔ میں نے تکیے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا؛ میں نے اس کے جسم کو دیکھا جو اندھیرے میں ایک عظیم الجثہ بُلبلے میں بدل چکا تھا۔ وہ جتنی مجھے دکھائی دی اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ اپنی جگہ سے ہلی نہیں ہے، وہ ابھی تک برہنہ ہے اور اسی طرح سکڑی، سمٹی لیٹی ہے جیسے میرے لائٹ آف کرتے وقت تھی۔

کیا وہ جاگ رہی تھی؟ میں اس کی خاموشی سے دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ مجھے علم تھا کہ یہ خاموشی ایک دھوکا بھی ہو سکتی ہے۔ وہ کافی دیر تک ساکت لیٹے رہنے میں ماہر تھی۔ میں نے اپنا سر اس کی طرف جھکایا اور انتہائی احتیاط سے سننے لگا۔ مجھے اس کی باترتیب سانسوں کی آواز آتی رہی مگر میں کافی دیر بعد بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ سو چکی ہے۔

مجھے اس کا چہرہ اور ہاتھ دیکھنے کی ایک شدید خواہش ہوئی۔ شاید میں اس کے ہونٹ چبانے سے، منھ کھولنے سے، ہاتھوں اور انگلیوں سے، تکیے پر اس کے سر کی پوزیشن سے یا دیگر ایسی ہی کسی چیز سے اندازہ لگا سکوں، کوئی چیز جو میرے دردناک احساسات کو کم کر دے جن کے باعث میں سو نہیں پا رہا ہوں۔

میں نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ اگر میں بستر سے اتر کر دوسری جانب جاؤں جس طرف اس نے کروٹ لی ہوئی تھی، اور اس کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا چاہوں، تب بھی کمرے کی تاریکی میں یہ ناممکن ہوگا۔ کمرے کی بتی جلانے کا مطلب اسے بیدار کرنا ہوگا جو میں نہیں چاہتا تھا۔ اب اس کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنے کا واحد راستہ یہی تھا کہ میں کھڑکی کے پردے ذرا سے ہٹا دوں تاکہ گلی سے آنے والی روشنی سے فائدہ اٹھا لوں۔

میں بستر سے اٹھنے سے بہت دیر تک ہچکچاتا رہا۔ میں کھڑکی تک گیا تو ضرور مگر گھبراہٹ کے مارے وہ کام نہ کر سکا جس کا ارادہ کیا تھا۔ بستر میں لیٹے ہوئے اس کی کمر چھونے کی جو شدید خواہش

مجھے ہوئی تھی اس نے دوبارہ مجھے گلی سے آنے والی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھنے سے باز رکھا، اور وہ بھی ایک ایسی چیز کی تلاش میں جس کے متعلق مجھے یقین نہیں تھا کہ وہاں مل جائے گی۔

میں دوبارہ بستر پر جا کر لیٹ گیا مگر اس دفعہ اس سے مزید قریب تر۔ اس کی جانب دیکھے بغیر میں نے ایک ہاتھ بڑھایا اور اس کے جسم پر رکھ دیا۔ مجھے کمر کے خم سے احساس ہو گیا کہ میری ہتھیلی عین اس مقام پر ہے جہاں کمر اور کولھے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنی انگلیوں سے اسے سہلاتا اور پھر رک جاتا۔ جب مجھے احساس ہوا کہ اس طرح کا ہلکا پھلکا لمس اسے بیدار نہیں کرے گا تو میں نے اپنے ہاتھ کو اس کی پشت اور کندھوں تک آزاد چھوڑ دیا۔ جلد ہی مجھے محسوس ہوا کہ اس طرح ہاتھ کی آہستہ خرامی نے میری بے چینی اور اضطراب میں کمی کر دی ہے اور اب میں پہلے کی نسبت کافی پر سکون ہوں۔

میں اس کی کمر، پشت اور کندھوں پر یونہی ہاتھ پھیرتا رہا۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ میں اس درمیان میں سو گیا تھا؛ اب یہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ کتنی دیر، لیکن لگتا تھا کہ کافی دیر گزر گئی ہے۔ تاریکی کی شدت میں بھی اب کچھ کمی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ماری کلیر نے کروٹ بدل لی ہے اور اب میری جانب چہرہ کیے سو رہی ہے جو مجھ سے کچھ ہی انچ کے فاصلے پر ہے۔ مجھے احساس ہوا کہ میرا ہاتھ جو پہلے اس کی کمر پر گردش کر رہا تھا اب اس کی گردن کے نیچے دبا ہوا تھا۔

اپنا ہاتھ کھینچے بغیر میں نے اس کی جانب چہرہ کر کے کروٹ لے لی۔ میرے گھٹنے اس کے گھٹنوں سے چھو رہے تھے جو ٹھنڈے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے کمبل کھینچ کر ہم دونوں پر لے لیا۔ میں نے اسے قریب کھینچ لیا تا کہ اس کے جسم کو گرمی پہنچا سکوں۔ اس وقت مجھے اس بات کوئی پروا نہ تھی کہ وہ کیا کہے گی اور اچانک جاگنے پر کیا کرے گی۔

میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اب میں دوبارہ ماری کلیر کو دیکھ سکتا تھا۔ اس کی جگمگاتی آنکھیں، اس کے شہوت بھرے ہونٹ، جذبات سے کانپتی اس کی انگلیاں۔ میں اس کے جسم سے شدت سے چپک گیا گویا خود کو اس کے بار بار نظر آنے والے عکس سے بچانا چاہ رہا ہوں۔ ذرا دیر بعد میں نے اپنا ہاتھ اس کی گردن کے نیچے سے نکالا، بستر سے اترا اور ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔

لائٹ جلا کر میں صوفے پر بیٹھا رہا۔ میں نے سامنے دیوار پر لگی تصاویر کو دیکھا۔ پھر میں کافی

دیر تک کچن اور ڈرائنگ روم کے درمیان چکر لگاتا رہا۔ میں نے پردوں سے گلی میں جھانک کر بھی دیکھا۔ رات کے اس پہر پوری گلی خالی تھی؛ کبھی کبھار کوئی تیز رفتار ٹیکسی گزر جاتی تھی۔ پودوں کے گملوں پر جھک کر میں نے کچھ ٹوٹے ہوئے پتے اٹھائے، کچھ دیر انھیں دیکھتا رہا، پھر انھیں مسل کر دوبارہ گملے میں ڈال دیا۔ جب میں دوبارہ بیڈروم میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ماری کلیر نے اپنی جگہ ایک بار پھر تبدیل کر لی ہے۔ اب وہ چت لیٹی تھی اور اس کی ٹانگیں اور بازو چاروں اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔ میں اس کے برابر میں لیٹ گیا۔ میں نے کوشش کی کہ حرکت نہ کروں، کیونکہ اس نے میرے لیے بہت ہی کم جگہ چھوڑی تھی۔ میں سو گیا مگر میری آنکھ بار بار کھلتی رہی حتیٰ کہ گھڑی نے الارم بجا دیا۔

6

ماری کلیر نے اپنے بازو ہوا میں آگے پھیلائے۔ یوں لگتا تھا کہ وہ کوئی غیر مرئی چیز دونوں ہاتھوں سے پکڑنا چاہتی ہے۔

وہ چھوٹے سے ڈرائنگ روم کے **اکلوتے صوفے پر** نیم دراز تھی۔ دونوں پاؤں ننگے اور صوفے کے ہتھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ **اس کا سر ایک تکیے پر رکھا** تھا جس کا رنگ اس کے بالوں سے مشابہ تھا جو ایک جوڑے کی صورت میں بندھے ہوئے تھے۔

وہ وقتاً فوقتاً اپنی آنکھیں بند کر لیتی تھی یا پھر باآوازِ بلند جمائی لیتے ہوئے سامنے کی دیوار پر لگی گستاو کلمٹ کی تصویر 'بوسہ' کو غور سے دیکھنے لگتی جو اسے بے انتہا پسند تھی۔ کافی دیر تک وہ نہ تو کچھ بولی اور نہ ہی اپنی جگہ سے حرکت کی۔ مجھے یوں لگا کہ وہ سو گئی ہے، جو صرف اُس وقت ہوتا تھا جب وہ پوسٹ آفس سے تھکی ماندی واپس آتی تھی؛ مگر اس نے دوبارہ اپنے بازو ہوا میں پھیلائے اور آہستگی سے بولی، گویا خود سے محوِ کلام ہو، "مجھے مینیل مونتین سے عشق ہے۔"

میں کھڑکی کے برابر رکھی ایک چھوٹی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ پردے ہٹے ہوئے تھے مگر رات کافی دیر ہوئی شہر کو اپنی گرفت لے چکی تھی۔ میں اُس خانہ بدوش شاعری کے متعلق سوچ رہا تھا جو میں نے کچھ گھنٹوں قبل پڑھی تھی اور اب اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اگلے دن کلاس میں دیے جانے والے

لیکچر میں خانہ بدوش شعرا پر بات کرنا سودمند ہوگا یا نہیں۔

”جب میں مینیل مونتین سے چہل قدمی کرتی گزرتی ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ میں پیرس میں نہیں بلکہ کسی گاؤں میں ہوں۔“ میں نے کھڑکی کی جانب جھک کر باہر جھانکا جہاں ہر چیز تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ جب تاریکی کچھ مدھم ہوئی تو اندھیرے میں کھڑا واحد درخت دکھائی دیا؛ چنار کا ایک بہت بڑا درخت جو ایک پرانی عمارت کے پچھواڑے لگا ہوا تھا مگر جس کی شاخوں نے کئی عمارتوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ کبھی کبھار میں سوچتا تھا کہ یہ درخت کتنا خوش قسمت ہے۔ جوں جوں میں اس کی وہ شاخیں دیکھتا گیا جو مختلف عمارتوں سے آگے نکلی ہوئی تھیں اور صاف نظر آ رہی تھیں، مجھے لگا کہ انھوں نے جیسے دوسرے درخت کاٹ ڈالے تھے، اس درخت کو نہیں کاٹا تھا۔ انھوں نے اسے بڑھنے کے لیے چھوڑ دیا تھا تاکہ میں اس میں بدلتے موسموں کا عکس دیکھ سکوں، اور شاید اس لیے بھی کہ وہ شہر کے شور اور گاڑیوں کے دھویں سے عاجز آئے پرندوں کی پناہ گاہ بھی بن سکے۔

”کیا تم جانتے ہو کہ مینیل مونتین پہلے پیرس میں شامل نہیں تھا۔ اسے 1860 میں پیرس میں شامل کیا گیا تھا۔ اس سے قبل یہ صرف ایک گاؤں تھا جس کے اور پیرس کے درمیان وسیع چراگاہیں تھیں جہاں گائیں اور بھیڑیں چارا کھاتی نظر آتی تھیں۔“

میں نے اپنی نگاہیں درخت پر مرکوز رکھیں۔ مجھے امید تھی کہ ایک دفعہ میری آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو جائیں تو میں اسے مزید واضح طور پر دیکھ سکوں گا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا کچھ ہونے نہیں جا رہا ہے تو میں نے پردے برابر کیے اور بغیر اٹھے، پیروں کی مدد سے، چکنے فرش پر میز کو دھکیلا تو وہ کمرے کے درمیان میں جا کر رکی۔ ماری کلیر نے اپنی پشت دیوار کی طرف کر لی تھی جہاں کلمٹ کی تصویر لگی ہوئی تھی، یوں میرے لیے اس کا پورا چہرہ دیکھنا ممکن ہو گیا تھا۔ مدھم روشنی میں مجھے یوں لگا کہ اس کا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور سکون، سمجھداری، ذہانت، یگانگت اور بے ساختگی کے اس آمیزے سے محروم ہے؛ پھر بھی وہ مجھے معمول کے مطابق راحت افزا ہی لگا۔

”میں نے اپنے بچپن کے ابتدائی دس سال مینیل مونتین میں گزارے۔ ہم ایک پرانی عمارت کی دوسری منزل پر ایک اپارٹمنٹ میں رہا کرتے تھے۔ اس کا بھاری بھرکم چوبی دروازہ آسانی سے

نہیں کھلتا تھا۔ اس دروازے سے نکلنے کے لیے ایک زوردار دھکا لگانا پڑتا تھا تبھی آپ عمارت سے باہر نکل سکتے تھے۔ زینہ لکڑی کا تھا اور تمام سیڑھیاں قالین سے ڈھکی ہوئی تھیں تاکہ جوتوں کی آواز اور زینوں کی چرچراہٹ کو کم کیا جا سکے۔ ایک چھوٹی سی برقی لفٹ بھی تھی جس میں دو دُبلے پتلے افراد بمشکل ہی سماتے تھے۔ اسے زیادہ تر بوڑھے افراد اور پانچویں اور آخری منزل کے رہائشی استعمال کرتے تھے۔ اس لفٹ کی سب سے اچھی بات، میرے خیال میں، وہ آئینہ تھا جو لمبائی میں پوری دیوار کو ڈھانکے ہوئے تھا۔ میں کئی دفعہ لفٹ میں داخل ہوتی اور بغیر کوئی بٹن دبائے دروازہ بند کرتی، پھر پلٹ کر آہستہ آہستہ خود کو آئینے میں دیکھتی تھی۔"

ماری کلیر نے اچانک ایک بلند آواز قہقہہ لگایا جس کی مجھے اس کی تھکن، سکون اور آرام دہ کیفیت میں کوئی توقع نہ تھی۔ میں بھی ہنسا اور اس کی لرزتی ہوئی چھاتیوں کو دیکھا۔ پھر میں نے پیروں سے میز کو دوبارہ دھکیلا اور صوفے کے قریب آ گیا۔

"تم تصور کر سکتے ہو کہ مجھے اپنا آپ خوبصورت لگتا تھا اور جتنا زیادہ میں آئینہ دیکھتی اُتنا ہی مجھے اپنی خوبصورتی کا قائل ہونا پڑتا تھا۔ عجیب بات یہ ہے کہ مجھے اپنا آپ صرف لفٹ کے آئینوں میں ہی خوبصورت نظر آتا ہے اور اسی لیے مجھے لفٹ میں لگے آئینے بہت پسند ہیں۔" اس نے دوبارہ قہقہہ لگایا مگر اس بار آواز اتنی اونچی نہ تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک آ گئی اور اس کے چہرے نے اپنے کھوئے ہوئے سکون، برجستگی اور ذہانت کے مجموعے کا کچھ حصہ دوبارہ حاصل کر لیا۔

"کبھی کبھار جب عمارت میں چہل قدمی نہ ہوتی تو میں اپنا زیادہ تر وقت لفٹ میں ہی گزارتی تھی اور جونہی کوئی آہٹ سنتی یا حرکت بھی محسوس کرتی، فوراً بٹن دبا دیتی۔ کسی کے وہم و گمان میں نہ آتا تھا کہ میں لفٹ میں اپنے آپ کو دیکھنے جاؤں گی۔ کوئی ایسا سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔ جونہی کوئی اور لفٹ میں داخل ہوتا تھا، میں فوراً اپنی پشت آئینے کی طرف پھیر لیتی اور پھر یوں بن جاتی جیسے کوئی بہت اہم بات سوچ رہی ہوں یا پھر کوئی ایسی بات بناتی گویا انجانے میں مجھ سے غلط بٹن دب گیا تھا۔"

"اس پرانی عمارت کی لفٹ میں اس آئینے کے سامنے، جو مجھے بے حد پسند تھا، پہلی بار مجھے پتا چلا کہ میرا سارا چہرہ بھورے تِلوں سے بھرا ہوا ہے۔ وہیں پہلی بار میں نے ان تِلوں کا معائنہ شروع کیا جو میرے چہرے اور بازوؤں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے میں نے ان پر کبھی توجہ نہ دی تھی۔ اس

سے پہلے میں نے ان کی موجودگی اوراس موجودگی کے معنی کے متعلق کبھی کوئی سوال نہیں اٹھایا تھا۔

’’اس لمحے کے بعد میں ان چھائیوں کے باعث ایک احساسِ کمتری اور اداسی کا شکار ہوگئی۔ جب موقع ملتا، میں چھپ جاتی اور خاموشی سے روتی رہتی، یہاں تک کہ میرا غصہ منتشر ہوجاتا۔ مجھے سمجھ نہ آتی تھی کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اس چیز پر لوگوں کا مذاق اڑائیں جس کے متعلق وہ کچھ نہ کرسکتے ہوں۔

’’بعد میں جوں جوں میں بڑی ہوتی گئی اور عمر میں مجھ سے بڑے افراد سے رابطہ شروع ہوا، تب کہیں جاکر اس احساسِ کمتری سے جان چھوٹی، کیونکہ تب مجھے پتا چلا کہ مردوں کو ان چھائیوں سے کوئی نفرت نہیں بلکہ حقیقت میں تو کچھ مردوں کو چہرے کے یہ تل بہت اچھے لگتے ہیں۔‘‘

ماری کلیر نے سر پر ہاتھ پھیرا اور کچھ دیر اپنے بالوں سے کھیلتی رہی جو جوڑے کی شکل میں تھے، پھر اس نے جوڑا کھول دیا جس سے کچھ لٹیں بکھر کر کاندھوں پر آرہیں۔ مدھم روشنی کی وجہ سے میں اس کے قریب تو آ گیا تھا مگر مجھے چہرے کے وہ تل واضح طور پر نظر نہ آئے بلکہ مجھے وہ زلفیں بکھرنے کے بعد زیادہ خوبصورت اور پرکشش نظر آئی۔ ویسے بھی جوڑا اس پر اچھا نہیں لگتا تھا کیونکہ اس سے اس کی گردن عریاں اور واضح ہوجاتی تھی اور زیادہ لمبی بھی لگتی تھی۔

’’وہ پرانی عمارت ایک پتلی گلی کے اختتام پر واقع تھی، ویسی ہی جیسی مینیل مونتین کی دیگر پتلی گلیاں تھیں۔ اس عمارت کے زیادہ تر رہائشی ہم جیسے غریب فرانسیسی، مراکشی، یہودی، فرانسیسی النسل الجزائری اور عرب مہاجرین تھے۔

’’کئی دفعہ جھگڑے ہوتے اور لڑائی تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ کبھی فرانسیسی نسل کے الجزائریوں اور عربوں کے درمیان، کبھی مراکشی یہودیوں اور فرانسیسیوں کے درمیان، کبھی افریقی یہودیوں اور فرانسیسی الجزائریوں کے درمیان، لیکن زیادہ تر یہ گالم گلوچ اور فقرے بازی تک محدود رہتے تھے۔ دیگر لوگ فوری مداخلت کرتے تھے اور جھگڑوں کو مزید بڑھنے سے روک دیتے تھے۔ مجھے صرف ایک پرتشدد جھگڑا یاد ہے۔ وہ بھی مجھے یوں یاد رہ گیا ہے کہ اس میں ایک شخص تقریباً مرتے مرتے رہ گیا تھا۔ اس کی وجہ نہایت معمولی تھی، جیسا کہ بعد کی افواہوں سے پتا چلا تھا۔ یہ جھگڑا ایک عرب اور الجزائر میں رہنے والے ایک فرانسیسی سبزی فروش کے درمیان ہوا تھا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ ابتدا کیسے ہوئی۔ میں روزانہ کی طرح اسکول سے واپسی پر سبزی اور پھل کی دکان کے سامنے سے گزر رہی تھی۔ اس وقت لڑائی

شروع ہو چکی تھی۔ دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے اور ایک دوسرے کے منھ پر تھپڑ مارنے کی کوشش کر رہے تھے یا پھر زمین پر پٹخنے کے درپے تھے۔ دونوں تھک گئے تھے مگر ان میں سے کوئی بھی اس لڑائی کو روکنا نہیں چاہتا تھا۔ فرانسیسی کا چہرہ جوش اور تھکن سے سرخ تھا۔ عرب کے ناک اور منھ سے خون بہہ رہا تھا جس سے اس کے کپڑے خون سے بھر گئے تھے اور کچھ قطرے اس کے جوتوں پر بھی گرے تھے جو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سفید رنگ کے تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ لوگ اس لڑائی کو ختم کرانے کی کوئی سنجیدہ کوشش ہی نہیں کر رہے تھے۔ انھوں نے دونوں کو علیحدہ کرنے کی ہلکی سی کوشش کی یا پھر لڑائی روکنے کے لیے آوازیں لگائیں؛ اس کے بعد کچھ لوگ چلے گئے اور کچھ پیچھے ہٹ کر تماشا دیکھنے لگے۔ میں دور ہی ٹھہر گئی اور میں نے بھی دیکھنا شروع کر دیا۔ میں خوفزدہ تھی مگر اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکی۔ میرے قدم زمین میں یوں گڑے ہوئے تھے گویا زندگی میں پہلی بار کوئی جھگڑا دیکھ رہی ہوں۔ اچانک ایسا کچھ ہوا کہ جس کی توقع کسی کو نہ تھی۔ پلک جھپکتے میں ایک چاقو کا پھل چمکا اور ایک چیخ سنائی دی۔

''میں نے دیکھا کہ سبزی فروش لڑکھڑایا اور پھر منھ کے بل زمین پر گرا۔ عرب نے وحشت زدہ انداز میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ اس سے نظریں نہیں ملا رہے ہیں اور چہرے دوسری طرف موڑ رہے ہیں یا پھر خوف سے مزید پیچھے ہٹ رہے ہیں، تو اس نے چاقو زمین پر پھینکا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ خوش قسمتی سے سبزی فروش مرا نہیں، داہنے پہلو میں لگنے والا زخم زیادہ گہرا نہ تھا اور صرف گوشت کٹنے تک محدود رہا۔''

ماری کلیر کی باتیں سنتے سنتے مجھے خیال آیا کہ میں نے اپنی زندگی میں آج تک کوئی مقتول شخص نہیں دیکھا۔ مُردہ لوگ ضرور دیکھے تھے۔۔ پہلے ماں، پھر چچا، پھر ممانی اور اس کی بیٹی۔ میں موت کے پہلو در پہلو ہی جوان ہوا تھا۔ بمشکل ہی کوئی سال ایسا گزرتا تھا جب مجھے اپنے اردگرد آہ و بکا نہ سنائی دیتی ہو۔ میں قطار میں آخری تھا کیونکہ میں دنیا میں بہت دیر سے آیا تھا اور جب تک میں نے ہوش سنبھالا، رشتے داروں کی پوری ایک نسل بوڑھی ہو چکی تھی اور ایک کے بعد ایک کے پاس موت کا فرشتہ آنے لگا۔ میں نے بہت سارے جنازے بھی دیکھ لیے تھے مگر میں نے کسی ایسے شخص کو نہ دیکھا تھا جسے قتل کیا گیا ہو۔ کچھ دیر بعد مجھے محسوس ہوا کہ مجھے اس خیال سے نجات حاصل کرنی چاہیے۔ خوشی کے موقع پر قتل اور

ایسی ہی دوسری باتوں کے متعلق سوچنا کسی طور بھی مناسب نہیں ہے جیسی خوش ماری کلیر ہے، اور اچھا ہی ہوا کہ وہ شخص مرنے سے بچ گیا؛ اگر وہ مر جاتا تو ماری کلیر کو شدید صدمہ ہوتا۔ میں نے اس طرح کے خیالات کو جھٹکنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود ہی رہی۔ ابھی میں یہ فیصلہ کرنے کا سوچ رہا تھا کہ اگر اس خیال پر مزید غور کرنے کے برعکس کیا جائے تو شاید زیادہ امکان ہوگا کہ یہ خیال میرے ذہن سے نکل جائے، تبھی ماری کلیر نے موضوعِ گفتگو بدل دیا۔

''وہ گلی پتلی اور چھوٹی ضرور تھی مگر خاموش نہ تھی۔ زیادہ تر وقت وہ لوگوں اور کاروں سے بھری رہتی تھی۔ اس کے باوجود بھی وہ گلی مجھے اچھی لگتی تھی؛ مجھے وہ شور پسند تھا، آوازیں، زبانیں، خوشبوئیں اور رنگ۔ مجھے اسی گلی کے کیفے اور ریستوران اور دکانیں اچھی لگتی تھیں۔ تبھی وہاں دلیہ والے ریستوران کھلنے شروع ہوئے اور مشرقی مٹھائیوں کی دکانیں، اور جبھی قصائیوں نے اپنے سائن بورڈ پر 'حلال گوشت' لکھنا شروع کیا تھا۔ تبھی زندگی میں پہلی بار میں نے 'قرن الغزل' نامی ڈش کھائی اور بادام بھری کھجوریں چکھی تھیں۔

''میرے والد ہماری عمارت سے چند قدم کے فاصلے پر واقع ایک ریستوران میں بطور ویٹر کام کرتے تھے۔ جو لوگ انھیں زیادہ نہیں جانتے تھے وہ انھیں موسیو مارلیس کہتے تھے، مگر ان کے دوست اور کیفے میں آنے والے باقاعدہ گاہک انھیں چڑانے کے لیے 'جنابِ سفیر' کے نام سے پکارتے تھے کیونکہ والد کے نزدیک دوسروں کی نظروں میں خوش پوش نظر آنے کی بے حد اہمیت تھی۔ وہ کیفے جاتے ہوئے بو ٹائی لگانے پر اصرار کرتے اور اس بات کا خاص خیال رکھتے کہ وہ ان کے کپڑوں سے مطابقت رکھتی ہو۔ وہ بالوں میں تیل لگاتے اور کنگھی سے انھیں سنوارتے۔ یہ کنگھی ان کی عقبی جیب میں ہمیشہ موجود رہتی تھی۔ وہ انتہائی اہتمام سے بالوں کے عین درمیان سے انتہائی سیدھی مانگ نکالتے۔ تم شارل تورنیئر کو جانتے ہو؟ مجھے والد کو دیکھ کر ہمیشہ شارل یاد آتا تھا حالانکہ دونوں میں نہ تو چہرے کے خطوط کی اور نہ ہی جسمانی حرکات کی کوئی مماثلت تھی۔ انھیں زندگی سے عشق تھا۔ وہ زندگی سے متعلق ہر چیز کے رسیا تھے۔ انھیں زندگی کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں اور راحتیں پسند تھیں۔ کھانا، مٹھائیاں، عورتیں، کھیل، موج مستی، لطیفے، کاریں، عمدہ شرابیں، تعطیلات، شادیاں، سالگرہ، رقص، گھڑ دوڑ۔ میری والدہ کہتی تھیں کہ یہ سب انھیں میرے دادا سے ورثے میں ملا ہے جن کی وفات میری ولادت سے کچھ ماہ قبل ہوئی تھی۔''

ماری کلیر خاموش ہوگئی۔ یہ سب باتیں سن کر بھی آج تک کوئی مقتول نہ دیکھنے والا خیال میرے ذہن میں ابھی تک جاگزیں تھا۔ یہاں تک کہ مجھے شدید خواہش ہو رہی تھی کہ ماری کلیر سے پوچھوں کہ کیا کبھی اس نے کسی کو کار کی ٹکر سے مرتے دیکھا ہے؟ گولی سے مرتے یا پھر کسی عمارت کی چھٹی ساتویں منزل سے گر کر مرتے دیکھا ہو؟ چاہے ایسے مضحکہ خیز سوالات پر اس کے غصے کا نشانہ ہی کیوں نہ بن جاؤں، جبکہ وہ مینیل مونتین کے متعلق، اپنے پڑوس کے متعلق جو اسے پیرس کی کسی بھی جگہ سے زیادہ عزیز ہے، بات کر رہی ہے۔ میں نے اپنی اس خواہش کی شدت سے مزاحمت کی۔ میں ماری کلیر کی جانب جھک کر، سر ہلا کر اور مسکرا کر اس کی باتیں سننے لگا تاکہ وہ اپنی باتیں جاری رکھے۔

''میرے والد کو گاؤں بہت پسند تھے، اور ان پر ہی کیا موقوف ہے، ان کی نسل اور سماجی رتبے کے ہر شخص کو ہی پسند تھے۔ انھیں اپنے اصیل فرانسیسی ہونے پر بڑا فخر تھا اور وہ بار بار اس کا ذکر بھی کیا کرتے تھے۔ انھیں رگبی کا کھیل پسند تھا اور فرانسیسی وائن سے لطف اندوز ہوتا۔ پنیر اور ساسیج کاٹنے کے لیے ان کی جیب میں ایک ننھا چاقو ہمہ وقت موجود رہتا تھا۔ یہودی، عرب، پولش، الجزائری، فرانسیسی اور سیاہ فام، وہ سب سے بہت جلدی گھل مل جاتے تھے۔ کبھی کبھار وہ عربی کے وہ چند الفاظ بھی دہراتے تھے جو انھوں نے الجزائر میں سیکھے تھے جب وہ فوج کے نقشہ نویسی یونٹ میں بطور سپاہی دو برس وہاں تعینات رہے تھے۔

''اُن برسوں میں وہ بری طرح میرے دل و دماغ پر چھائے رہے۔ میں نہیں سمجھتی کہ میں نے ان کی مانند کسی اور سے پیار کیا ہو۔ وہ بھی مجھ سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ مجھے خیال آتا تھا کہ میری ماں کو ضرور اس سے تکلیف محسوس ہوتی ہوگی یا پھر چھوٹا موٹا حسد یا رقابت، بالخصوص اس لیے بھی کہ میں ان کی پہلی اور آخری اولاد تھی۔

''میں رات جلدی سو جانے کی عادی تھی اور صبح جلدی بیدار ہو جاتی تھی تاکہ جونہی وہ بستر سے اٹھیں، میں ان کے ساتھ وقت گزار سکوں۔ میں ان کے بیڈروم کے دروازے کے باہر کھڑی رہتی اور جونہی وہ دروازہ کھول کر باہر آتے، میں تیزی سے ان کی طرف بڑھتی۔ وہ مجھے اپنے بازوؤں میں بھر لیتے۔ میں ان کے دھڑ کے گرد اپنے بازو اور ٹانگیں لپیٹ لیتی اور ان کے سینے سے سر لگا دیتی تھی۔ اس وقت مجھے ان کے سینے کے بالوں کی چبھن کی بھی کوئی پروا نہیں ہوتی تھی۔ میں اب بھی انھیں تصور میں

دیکھ سکتی ہوں جس طرح وہ باتھ روم میں آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے تھے: ان کا لمبا اور بھرا بھرا جسم، پیٹ تھوڑا آگے کو نکلا ہوا اور پتلون کے سہارے لٹکے ہوئے ہوتے تھے۔ وہ گرم پانی کی پیالی میں برش ڈبوتے اور پھر صابن پر رگڑتے اور پھر اپنے چہرے کو جھاگ سے بھر لیتے تھے۔ پھر آہستہ آہستہ شیو کرنا شروع کرتے اور ساتھ ساتھ کبھی سیٹی بجاتے اور کبھی اپنے پسندیدہ گانوں کی دھنیں گنگناتے جاتے۔

''ناشتے کی میز پر میں ہمیشہ ان کے برابر میں بیٹھتی تھی اور سوائے کھانے کے اور کچھ بھی نہ کرتی تھی۔ میرے کپ میں دودھ اور کافی وہی ڈالتے اور چینی ڈال کر چمچے سے ہلانا بھی انھی کا کام تھا۔ وہ بریڈ کے سلائس کاٹتے اور پھر ان پر مکھن اور جام بھی وہی لگاتے تھے۔ ''منھ کھولو میری شہزادی!'' وہ ہر سلائس میرے منھ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہتے تھے۔ ''آہستہ آہستہ کھانا کھاؤ تاکہ کھانا کپڑوں پر نہ گرے۔'' تعطیلات اور اسکول کی چھٹی کے دن وہ کبھی کبھار مجھے اجازت دے دیتے کہ میں ان کے ساتھ کیفے جاؤں جہاں وہ کام کرتے تھے۔ کیفے کا مالک جو 'پول' کے نام سے مشہور تھا، وہ اور دیگر تمام ویٹر مجھے انتہائی جوش و خروش سے خوش آمدید کہتے اور مجھے جو بھی مشروب اور کھانا پسند ہوتا، بلا تامل حاضر کر دیتے۔ میں کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی ہو جاتی تاکہ ان سب کو کام کرتا دیکھ سکوں، یا پھر کسی کونے والی میز پر بیٹھ کر کیفے میں آنے والے گاہکوں یا پھر باہر گلی کا جائزہ لینے لگتی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے پہلی بار کیفے کی دنیا دریافت کی تھی، اور تب سے اب تک میں اس دنیا کے عشق میں مبتلا ہوں۔ ایک دفعہ ہم کار میں کیفے گئے۔ اب میرے والد کو یہ فکر بھی تھی کہ کچھ میٹر کے فاصلے کے لیے کار استعمال کرنے پر لوگ مذاق اڑائیں گے، سو پہلے تو انھوں نے پورے مینیل مونتین کا ایک چکر لگایا؛ ہم بولوار بولیول عبور کر کے دوبارہ اس گلی میں آئے جہاں ہم رہتے تھے مگر والد نے ہمیشہ کی طرح کار اپنی بلڈنگ کے سامنے کھڑی کرنے کے بجائے کیفے کے سامنے کھڑی کی تاکہ وہ کام کے دوران اس پر نظر رکھ سکیں۔ مجھے یاد ہے کہ وہ ایک پرانی سرخ رنگ کی شیورلے تھی۔ انھیں کاریں بہت پسند تھیں اور ڈرائیونگ ان کے لیے ایک پرلطف کام ہوا کرتا تھا۔

''جوں جوں اتوار نزدیک آتا جاتا، ان کی خوشی بڑھتی جاتی، اس لیے نہیں کہ انھیں اس دن کام نہیں کرنا پڑے گا بلکہ اس لیے کہ اتوار کو ہم کار کے ذریعے قریبی گاؤں جاتے تھے جہاں آج کل میری والدہ رہائش پذیر ہیں۔ ہم نے کئی برسوں پہلے وہیں ایک چھوٹا سا مکان خرید لیا تھا۔ کچھ کچھ دن بعد

مرمت اور صفائی ستھرائی کے لیے وہاں جاتا رہتا تھا تاکہ وہ جگہ اس قابل رہے کہ جب ہم چاہیں وہاں منتقل ہو جائیں۔ یہ دراصل کار کے ایک لمبے سفر کا ایک موثر بہانہ ہوتا تھا۔''

ماری کلیر نے ایک طویل جمائی لی اور دونوں بازو آگے کی طرف بڑھائے، جس سے مجھے اپنے اسکول کے دنوں کی جسمانی مشقیں یاد آ گئیں۔ میں نے بک شیلف پر رکھی گھڑی کی جانب دُزدیدہ نگاہ ڈالی اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وقت کتنی جلدی گزر رہا ہے۔ نصف شب سے کچھ اوپر ہی کا وقت ہو گیا تھا۔ مجھے اب سو جانا چاہیے تھا کیونکہ صبح جلدی کام پر جانا تھا۔ اچھی نیند لینا بھی بہت ضروری تھا تاکہ خانہ بدوش شعرا کے متعلق میرا لیکچر، جس پر میں بہت انحصار کر رہا تھا، انتہائی غیر معمولی ثابت ہو۔ صرف اسی طور پر ممکن تھا کہ میں ان طالب علموں پر جو مجھ سے بحث مباحثہ اور تنقید تک کیا کرتے تھے، یہ ثابت کر سکوں کہ میں انتہائی تعلیم یافتہ ہوں اور یہ قابلیت رکھتا ہوں کہ ان کا استاد کہلاؤں۔ ہاں، یقیناً اب مجھے سو جانا چاہیے۔ لیکن میں وہیں موجود رہا جہاں تھا۔ مجھے خوف تھا کہ ماری کلیر مجھے خود غرض ہونے کا الزام نہ دے اور شاید سختی سے لعن طعن بھی کرے کہ میں اس انتہائی اہم اور نازک مرحلے پر اسے چھوڑ کر سونے چلا گیا۔

''جب میرے والد کا انتقال ہوا تب تک مجھے گھر چھوڑے اور تن تنہا رہتے ہوئے کئی سال ہو چکے تھے، اس کے باوجود بھی میں اس موقعے پر بلک بلک کر روئی۔ میں ان کی موت سے ایسی تباہ حال ہوئی کہ مجھے احساس ہونے لگا کہ کہیں ہم دونوں کا باہمی ربط اور تعلق باپ بیٹی کے روایتی تعلق سے کچھ مختلف تو نہیں تھا۔ سوتے جاگتے میری نگاہوں میں ان کا چہرہ رہتا تھا، اور ایسا کافی عرصے تک رہا۔ اس درد کی شدت میں اضافے کا باعث یہ بھی تھا کہ میں اس وقت تنہا رہ رہی تھی اور میری زندگی میں کوئی مرد نہ تھا۔ مرے پر سو درّے، میں اُن دنوں شدید اداسی اور مایوسی کا شکار بھی تھی کیونکہ انھی دنوں میری اپنے ساتھ پڑھنے والے ایک طالب علم سے نئی نئی محبت میں ناکامی ہوئی تھی۔''

مجھے یقین تھا کہ وہ اب کسی بھی وقت رونے والی ہے۔ میں نے کچھ دیر انتظار کیا، کمرے کی چیزوں پر نظر ڈالی، تاکہ اسے شرمندگی نہ ہو۔ مگر ماری کلیر روئی نہیں۔ وہ آہستہ آہستہ پیچھے کی طرف جھکی اور اسی طرح اپنی پہلی حالت میں لیٹ گئی۔ پھر اس نے مجھ پر چھلکتی ہوئی نگاہ ڈالی اور مسکرائی تاکہ مجھے پتا چل سکے کہ اب اس نے اپنے باپ کی موت اور اس سے پہنچنے والی تکلیف اور درد کو بھلانے کا فیصلہ کر

لیا ہے۔ مجھے سکون کی ایک اونچی لہر نے گھیر لیا اور میں بھی مسکرانے لگا اور مڑ کر گھڑی کو دیکھا تا کہ وہ جان سکے کہ اب نیند کا وقت ہو چکا ہے۔ مگر ماری کلیر پر میرے ان اشاروں کا ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔

''پولستانی کے کیفے میں ہی مجھے وہ پہلا شخص ملا جس سے مجھے زندگی میں پہلا عشق ہونا تھا۔ بتا سکتے ہو وہ کون تھا؟ لادیسلاس، کیفے کے مالک کا بیٹا جو سب کے لیے مشکل پیدا کرنے والا مشہور تھا۔ کبھی کبھار میں سوچتی ہوں کہ اگر میرے والد نے مجھے اپنے ساتھ کیفے جانے کی اجازت نہ دی ہوتی تو میں اس مزے دار تجربے سے محروم رہ جاتی، وہ بھی اس وقت جب میں ایک انتہائی کم گو اور اپنے آپ میں گم رہنے والی لڑکی تھی جسے اپنے چہرے کے بھورے تلوں کے متعلق شدید احساس کمتری تھا۔

''تمام سلاوک لوگوں کی طرح وہ بھی بہت خوبصورت تھا۔ مجھے علم نہیں کہ بعد میں اس کا کیا بنا، وہ کہاں گیا۔ میں تب سے اسے نہیں ملی جب ہم لوگ لی مارائی منتقل ہوئے جہاں میرے والد کو ایک متمول یہودی عورت کے ڈرائیور کی نوکری مل گئی تھی جس کی وجہ سے انھوں نے فوراً پولستانی کے کیفے کی نوکری چھوڑ دی۔ میں لادیسلاس سے بہت محبت کرتی تھی، جتنی محبت وہ مجھ سے کرتا تھا اس سے بھی کہیں زیادہ۔ لیکن وہ مجھ سے کہیں زیادہ بہادر تھا، بلکہ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ مجھ سے کہیں زیادہ ہوشیار اور تیز تھا۔ میں اس کے بولنے کے انداز اور قائل کرنے کی صلاحیتوں پر شیفتہ تھی۔ 'یہاں آؤ،' وہ مجھ سے کہتا۔ جونہی اس کا باپ اور دوسرے ویٹر اپنے کام میں لگ جاتے وہ مجھے بلاتا۔ 'یہاں آؤ، میں تمھیں ایک بہت خوبصورت چیز دکھاتا ہوں۔' کیفے میں ہماری ملاقاتیں یوں ہی شروع ہوا کرتی تھیں۔ میں ایک لحظے کے لیے بھی جھجک کا شکار نہ ہوتی اور اس کے پیچھے چل دیتی تھی۔ میرا ننھا سا دل بری طرح سے دھڑکنے لگتا تھا کیونکہ مجھے یقین ہوتا تھا کہ ہم دونوں کے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔ وہ مڑتا اور آہنی سیڑھیاں اتر کر تہہ خانے میں چلا جاتا۔ میں بھی ایسا ہی کرتی۔ 'آہستہ آہستہ اترنا!' وہ آواز لگاتا جیسے ڈرتا ہو کہ مجھے اس کی آواز سنائی نہ دے گی۔ 'ریلنگ کو مضبوطی سے پکڑو۔ جب تک ایک ایک قدم زینے پر نہ رکھ لو، دوسرا قدم آگے نہ بڑھاؤ۔' مجھے اس کا یہ سب کہنا بہت اچھا لگتا تھا۔ جتنے جوش سے وہ بولتا تھا مجھے اتنی ہی شدید خوشی ہوتی تھی۔ ہم سیڑھیاں اتر کر تہہ خانے میں چلے جاتے جہاں مختلف کونوں میں کئی رنگوں کے بکس رکھے ہوتے تھے جن میں بیئر اور وائن کی خالی اور بھری ہوئی بوتلیں، کولڈ ڈرنکس، آلو، پیاز، نمک لگا گوشت، لہسن کے گچھے، اور مختلف سائز کے فرائی پین چھت سے لٹک رہے ہوتے تھے۔ وہ

میرا ہاتھ تھامتا، میری دھڑکنیں مزید تیز ہو جاتیں۔ ہم انتہائی احتیاط سے کسی ایک کونے میں خود کو برتنوں، بوتلوں اور ڈرم سے بچاتے ہوئے سمٹ جاتے تھے۔ 'ذرا مدد کرنا'، وہ کسی آلو کے تھیلے پر جھکتے ہوئے یا بیئر کے کریٹ کو ہٹاتے ہوئے کہتا۔ ہم دونوں مل کر اسے کھسکاتے تاکہ چوہے پکڑنے کے لیے لگائے گئے چوہے دان جو اس کے باپ نے لگائے تھے ان کی جگہ تبدیل کرسکیں تاکہ چوہے ان کی معمول کی جگہ کے عادی نہ ہو جائیں اور ان سے بچنا نہ سیکھ لیں۔

''ہمیں شاذ ہی کوئی چوہے دان کبھی خالی ملتا۔ تہہ خانہ چوہوں سے بھرا ہوا تھا۔ اگر چوہا زندہ ہوتا تو ہم اسے چھوڑ دیتے اور وہ دوڑتا ہوا بھاگ کھڑا ہوتا۔ یہ سب ہم اتنی احتیاط سے کرتے کہ کہیں خود نہ پکڑے جائیں۔ ایک دن ہم نے ایک چھوٹے سے چوہے کو چوہے دان سے نکال کر فرش پر چھوڑ دیا لیکن دیکھا کہ وہ بجائے فرار ہونے کے وہیں کھڑا ہے۔ اس وقت تک ہمیں پتا نہ تھا کہ وہ بے چارہ چوہا اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اچانک ہمیں دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ لادیسلاس نے پھرتی سے چوہا اٹھا کر اپنی جیب میں چھپالیا۔ جب ہمیں یقین ہو گیا کہ کوئی اس طرف نہیں آرہا تو اس نے چوہا اپنی جیب سے نکالا، مگر تب تک وہ ایک بے جان جسم میں تبدیل ہو چکا تھا۔

''اس تہہ خانے میں، چوہے کے مرنے کے چند لمحوں بعد، کسی مرد نے میری زندگی میں پہلی بار مجھے ہونٹوں پر چوما۔ یہ ایک طویل بوسہ تھا جس نے مجھے بالکل حیرت زدہ نہ کیا، شاید اس لیے بھی کہ میں خود اس کا انتظار کر رہی تھی۔ جس بات نے مجھے حیران کیا وہ یہ تھی کہ مجھے یہ بوسہ اتنا پُرلطف نہ لگا جیسا کہ میں نے سنا تھا کہ پہلے بوسے کو ہونا چاہیے۔ در حقیقت میں کچھ آزردہ سی تھی، کیونکہ مجھے بالکل پتا نہیں چل رہا تھا کہ جب لادیسلاس اپنے تھوک سے گیلے ہونٹ میرے ہونٹوں سے چپکائے تو مجھے کیا کرنا ہے۔ کیا مجھے بھی اس کے ہونٹوں سے کھیلنا چاہیے؟ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ تھی کہ جب وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دے تو کیا میں بھی ایسا ہی کروں؟ یا پھر مجھے ساکت رہنا چاہیے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دینا چاہیے؟

''اس لمحے کے بعد جب بھی ہم تہہ خانے میں تنہا ہوتے، لادیسلاس مجھے ضرور چومتا تھا۔ دوسرے بوسے کے بعد سے میں نے اس کے بوسوں کا مزہ لینا شروع کر دیا اور جتنا جتنا وہ مجھے چومتا، اتنا اتنا میں اسے پیار کرتی۔ لادیسلاس کے حوصلے نے اسے مزید آگے بڑھنے کی ہمت دلائی۔ اس کا

ہاتھ میرے اسکرٹ کے نیچے رینگ جاتا اور اس کی انگلیاں میری رانوں کو سہلانے لگتیں، پھر چھاتیوں کو اور پھر کولھوں کو، مگر میرے انتہائی حساس انگ چھونے کی اسے کبھی ہمت نہ ہوئی۔"

میں نے لادیسلاس کے لیے ایک شدید حسد اور رقابت کا جذبہ اپنے اندر بڑھتا ہوا محسوس کیا۔ وہ لادیسلاس جس نے سب سے پہلے ماری کلیر کے ان ہونٹوں کا مزہ لیا تھا جو اس کا انتہائی مزے دار خاصہ تھے۔ پہلی بار میں نے محسوس کیا کہ جو کچھ وہ بیان کر رہی ہے وہ حقیقتاً مجھ پر اثر انداز ہو رہا ہے، حالانکہ یہ بات برسوں پہلے واقع ہو چکی تھی۔ میرے لیے اس جذبے پر قابو پانا مشکل ہو گیا تو میں نے احیمر السعدی نامی خانہ بدوش شاعر اور جان بچانے کے لیے ویرانوں کی طرف فرار ہو جانے والے چور کے اشعار دہرانے شروع کر دیے۔ میں نے تصور میں اس شاعر کو سانپوں اور بھیڑیوں کے ساتھ رہتے اور کڑوی لکڑیاں کھاتے ہوئے دیکھا۔

"میں کئی برسوں بعد تک مینیل مونتین واپس نہیں گئی، مگر جب گئی تو اسے ویسا ہی پایا جیسا چھوڑا تھا۔ جس گلی میں ہم رہتے تھے اس میں بھی کچھ زیادہ تبدیلی نہ آئی تھی۔ اگر کچھ بدلا تھا تو وہ دکانوں، کیفوں اور ریستورانوں کے مالکان تھے۔ عام رہائشی اب بھی وہی یہودی، عرب مہاجر، الجزائری فرانسیسی اور نچلے طبقے کے فرانسیسی تھے۔ جب میں نے اس کیفے میں جا کر پولستانی کے متعلق معلوم کیا تو پتا چلا کہ وہ اپنے خاندان سمیت پیرس سے مونتا گری چلا گیا تھا جہاں اس نے ایک پر تعیش ہوٹل خرید لیا تھا۔"

میرا بایاں پیر سُن ہو گیا تھا لہٰذا میں اٹھ کھڑا ہوا اور کافی دیر اسی جگہ کھڑا رہا۔ پھر میں نے ماری کلیر کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اب اس کی آنکھیں بند تھیں اور دونوں ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے۔ اس کی آواز، جو پہلے ہی اپنی توانائی کھو چکی تھی، اب ایک سرگوشی جیسی تھی۔ اس کی زبان سے الفاظ اس آہستگی سے ادا ہو رہے تھے گویا آہستہ آہستہ لڑھک رہے ہوں۔

"میں کاؤنٹر کے سامنے کھڑی تھی اور کافی کا آرڈر دے دیا تھا، یا شاید چائے کا، اب ٹھیک سے یاد نہیں ہے۔ تہہ خانے کا دروازہ پورا کھلا ہوا تھا اور میں اس سے کچھ زیادہ دور نہ تھی۔ میں آہستہ آہستہ تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھی اور سر آگے بڑھا کر اندر جھانکا مگر کچھ نظر نہ آیا۔ اندر گھپ اندھیرا تھا، صرف چند ابتدائی سیڑھیاں دکھائی دے رہی تھیں۔"

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی کی طرف گیا اور تھوڑا سا پردہ سرکا کر باہر کی عمارتوں اور اس

درخت کو گھورتا رہا۔ تاریکی میں گھورتے ہوئے مجھے دوبارہ احیمر السعدی کا خیال آیا مگر اس دفعہ اس کا کوئی خاص عکس میرے ذہن میں نہ آسکا۔

جب میں نے پردے برابر کیے تو مجھے ماری کلیر کی یکساں اور ہموار سانسوں کی آواز سنائی دی جو اس بات کی غماز تھی کہ اس کے جسم نے نیند کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ پہلے میں نے سوچا کہ اسے بیدار کردوں تاکہ ہم بیڈروم تک چلے جائیں، مگر کچھ ہچکچاہٹ کے بعد میں نے اسے وہیں صوفے پر لیٹا رہنے دیا کیونکہ اب وہ کسی ننھے بچے کی مانند گہری نیند کی آغوش میں جا چکی تھی۔

7

ہماری پہلی لڑائی لادیسلاس کے باعث ہوئی۔

''تم مجھے صوفے پر سوتا چھوڑ کر کیونکر آسکتے ہو؟'' ماری کلیر نے مجھ سے پوچھا۔

اس کی آواز میں کوئی غصہ نہ تھا لیکن پھر بھی اس کے اس سوال سے، جس کی مجھے ہرگز توقع نہ تھی، میں گڑبڑا گیا، بالخصوص جبکہ صبح بیدار ہونے کے بعد یہ پہلی بات تھی جو اس نے مجھ سے کہی۔

''تاکہ تم ساری رات اپنے عاشق لادیسلاس کے ساتھ گزار سکو۔''

میں نہیں جانتا کہ یہ الفاظ میری زبان سے کیسے نکلے۔ یوں لگتا تھا، میری جگہ کوئی اور بات کر رہا ہے۔ اب مجھے کوئی شبہ نہیں رہا کہ لادیسلاس سے میری رقابت اور حسد میرے ابتدائی خیال سے کہیں زیادہ تھا۔ یہ بھی واضح ہو گیا تھا کہ سونے سے قبل احیمر السعدی کی جو شاعری میں نے پڑھی تھی اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

''آہا، تو تم حسد سے جلنے والی قسم کے ہو!''

وہ مسکرائی اور ناشتہ تیار کرنے کچن چلی گئی۔ ناشتہ پہلی بار ہم دونوں نے مکمل خاموشی میں ختم کیا۔ ہم دونوں ایک ساتھ ہی اپارٹمنٹ سے نکلے اور میٹرو اسٹیشن پر پہنچ کر ہماری راہیں جدا ہو گئیں۔ وہ پوسٹ آفس کی طرف اور میں یونیورسٹی کی جانب روانہ ہوا۔

تمام دن میں وہ بات بھلا نہ سکا جو میں نے اس سے کہی تھی۔ جونہی لیکچر ختم ہوا، جو کہ اس دفعہ

بہت اچھا رہا تھا کیونکہ تمام طالب علموں نے خانہ بدوش شعرا کی شاعری کا بھرپور لطف اٹھایا تھا جیسا کہ میری پیشین گوئی بھی تھی، مجھے یہ خیال ستانے لگا کہ میں نے اس کے سوال کا جواب انتہائی برے طریقے سے دیا تھا اور یہ میری غلطی تھی، کیونکہ وہ سوال ایک عام سا سوال تھا۔ اس سے بھی زیادہ سوہانِ روح یہ خیال تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کمزور اور نازک مرد ثابت کیا ہے، جو ایک بچے سے رقابت رکھتا ہے، وہ بھی صرف اس لیے کہ اس نے ماری کلیر کو بیس برس قبل کسی کینفے کے چوہوں بھرے تہہ خانے میں چوم لیا تھا۔

میں نے سوچا کہ جونہی وہ گھر پہنچے گی، میں اس سے معافی مانگ لوں گا۔ لیکن پھر فوراً ہی میں نے اس کے برعکس فیصلہ کر لیا، حالانکہ جو کچھ میں نے کیا تھا اس پر مجھے شدید ندامت تھی۔ میرے لیے اس سے معافی مانگنا کوئی آسان عمل نہ تھا؛ علاوہ ازیں، میں اسے بھی اس حد تک لے جانا چاہتا تھا جہاں وہ بھی اس سے ملتی جلتی کوئی بات کرے۔ میں شدت سے چاہتا تھا کہ وہ بھی کوئی غلطی کرے، مثلاً مجھ پر چیخنا چلانا یا بری طرح جھڑکنا۔ اور کیوں نہ ہو! مجھے کوسنے دے، جن کے متعلق مجھے شبہ تھا کہ وہ شاید ہی ایسا کرے۔ اور یوں میری ندامت کے جذبات آہستہ آہستہ مدھم پڑتے چلے گئے، جوں جوں میں یہ بھلاتا چلا گیا کہ میں نے اس پر اپنا کیسا ہی کمزور اور جلدی بکھر جانے والا تاثر بنا دیا تھا۔ تاہم ہر وہ چیز جو میں نے تیار کی تھی اور بڑی منصوبہ بندی سے سوچی تھی، بری طرح ناکام ہوئی۔ اس پہلی اور معمولی سی جھڑپ نے مجھے احساس دلا دیا کہ جب نوبت ان باتوں کی آ جائے تو ماری کلیر اور دوسری عورتوں میں کوئی فرق نہیں رہتا، گو کہ اس کے چہرے سے پھوٹنے والی معصومیت، یگانگت اور سکون کے آمیزے سے کبھی کبھی مجھے یوں لگتا تھا کہ میں کسی بچے سے محاذ آرائی کر رہا ہوں۔ اس کے باوجود ماری کلیر جن تباہ کن ہتھیاروں کی مالک تھی ان میں سے کچھ کے متعلق آپ تصور بھی نہیں کر سکتے، جن میں روحِ انسانی کے لیے سب سے خطرناک اور اذیت رساں اسلحہ خاموشی ہے۔

جونہی تالے میں چابی گھومنے کی آواز آئی، میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے مجھے روایتی بوسہ تو ضرور دیا مگر گلے نہ لگایا۔ صوفے پر جس طرح دھڑام سے وہ جا کر گری اس سے یہ واضح تھا کہ وہ کام سے بری طرح تھکی ہوئی ہے۔ میں خاموشی سے اسے جیکٹ اور جوتے اتارتے دیکھتا رہا اور اس کے معمول کے سوالوں کا منتظر رہا، مگر وہ خاموش رہی۔

میں نے اسے ڈرائنگ روم میں کچھ دیر آرام کے لیے تنہا چھوڑ دیا۔ جب میں واپس آیا تو وہ ایک بے جان جسم کی مانند صوفے پر ڈھیر تھی۔ کچھ ہچکچاہٹ کے بعد میں نے موضوع کو چھیڑنے کا ارادہ کرلیا۔

''غصے میں ہو؟''

اس نے جواب نہ دیا۔ دونوں ہتھیلیاں سر کے پیچھے رکھ کر آنکھیں موندلیں۔

میں نے سوال دہرایا۔ اس نے آنکھیں کھولیں، کچھ دیر میری جانب دیکھا اور پھر دوبارہ آنکھیں بند کرلیں۔

''تم کچھ کہتیں کیوں نہیں؟''

''مجھے کچھ نہیں کہنا۔''

''کیا بہت زیادہ تھکی ہوئی ہو؟''

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''پھر اتنی خاموش کیوں ہو؟''

''مجھے نہیں پتا۔''

''تمھیں پتا نہیں! ضرور تم غصے میں ہو۔''

''میں غصے میں نہیں ہوں لیکن...''

''لیکن کیا؟''

''مجھے نہیں معلوم۔''

''تمھیں کیسے معلوم نہیں؟ میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''یہ اتنی اہم بات نہیں۔''

مجھ پر ایسا ہیجان طاری ہوا کہ میں قابو کھو بیٹھا۔

''ایسا میں نے کیا کہہ دیا جو تم اتنی غصے میں ہو؟ اتنی جذباتی، اتنی حساس! عجیب عورت ہو۔''

مجھے فوراً احساس ہو گیا کہ میں نے خود کو مزید مشکلوں میں پھنسا لیا ہے۔ مجھے شدید ندامت ہوئی اور میں خود کو لعنت ملامت کرتے ہوئے کچن میں چلا گیا۔ کچھ طویل لمحوں کے بعد میں دوبارہ ڈرائنگ

روم میں آیا اور اس کے برابر میں بیٹھ گیا اور موضوع بدلتے ہوئے کہا، ''تمھیں پتا ہے آج یونیورسٹی میں میرا لیکچر کیسا رہا؟''

اس نے کچھ کہے بغیر سر کو خفیف سی جنبش دی۔

''انتہائی پرسکون۔ آج پہلی بار میں نے طالب علموں میں اپنے لیے عزت وتکریم محسوس کی۔ تمھیں معلوم ہے کیوں؟''

میں نے ایک لفظ یا پھر سر کی حرکت کا انتظار کیا، مگر دونوں ہی نہ ہوے۔

''کیونکہ میں نے ان سے صعالیک شعرا کے متعلق گفتگو کی۔''

یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے ماری کلیر کے سامنے خانہ بدوش شعرا کے لیے 'صعالیک' کا عربی لفظ استعمال کیا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا۔ اس کی آنکھیں کچھ بولنا چاہتی تھیں مگر وہ خاموش رہی۔ بعد میں، جب ہماری لڑائی ختم ہو گئی تھی تب اس نے صعالیک شعرا میں انتہائی دلچسپی کا اظہار کیا۔ میں نے اسے ان کے متعلق بتایا اور ان کے کچھ اشعار کا اس کے لیے ترجمہ بھی کیا۔ اسے وہ اشعار بہت پسند آئے اور وہ بعد میں بھی وقتاً فوقتاً مجھ سے ان کے متعلق استفسار کرتی رہتی تھی۔

''کیا تمھیں معلوم ہے کہ خانہ بدوش شعرا کون ہیں؟''

میں مبالغہ آمیز جوش وخروش سے پوچھتے ہوے سرک کر اس کے قریب آ گیا تاکہ اس کے اشتیاق کو مزید مہمیز کر سکوں۔

''شاعر اور چور! جی ہاں، بیک وقت شاعر بھی اور چور بھی!''

اس نے میرے چہرے کی جانب دیکھا، صاف نظر آ رہا تھا کہ اسے بولنے کی شدید خواہش ہو رہی ہے۔ میں نے موقعے کا فائدہ اٹھایا اور اسی جوشیلے لہجے میں مزید اضافہ کرتے ہوے کہا، ''اور ڈاکو بھی!''

میں کچھ دیر خاموش رہا، پھر سرگوشی کرتے ہوے مزید اضافہ کیا، یوں جیسے کوئی راز افشا کر رہا ہوں، ''اور جرائم پیشہ بھی تھے۔''

اب میں نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے رکھیں۔ اس کے ہونٹ ایک دوسرے سے جدا ہوے اور آہستہ سے لرزے۔ میں سمجھا وہ مسکرانے ہی والی ہے۔ ایک ہمت دلانے والی کیفیت مجھ پر

چھا گئی اور میں بولتا چلا گیا۔ ''مجرم بھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ صحراؤں اور جنگلوں میں رہا کرتے تھے۔ اچانک مجھے یوں لگا کہ اب میرے پاس صعالیک شعرا کے متعلق بتانے کے لیے اس نازک وقت میں مزید کچھ بھی نہیں ہے، کیونکہ آثار بتا رہے تھے کہ ماری کلیر پگھلا چاہتی ہے۔ بغیر سوچے میں اسے وہی بتاتا چلا گیا جو میں نے اپنے طالب علموں کو بتایا تھا۔

''احیمر السعدی تو اس مقام تک پہنچ گیا تھا جہاں اس سے پہلے کوئی نہ پہنچ سکا تھا۔ اسے بھیڑیوں کی غرّاہٹ سے راحت ملتی تھی، اور جب کبھی وہ انسانی آواز سنتا تو مارے خوف کے بھاگ جاتا تھا۔''

ماری کلیر نے چہرہ کھڑکی کی جانب موڑ لیا۔ دونوں بازو آگے بڑھائے اور پھر دونوں ہاتھ اپنی رانوں کے درمیان دبا لیے۔ میں نے اپنی اس امید کو ہاتھ سے جانے نہ دیا کہ میں اسے بولنے پر آمادہ کر سکتا ہوں اور اس خاموشی کو ختم کر سکتا ہوں جو اَب میرے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ جو کچھ میں نے اسے بتایا ہے وہ سب سننے کے بعد اب وہ بولنے کے لیے بے قرار ہے، اگرچہ اداکاری اس کے برعکس کر رہی ہے۔ اب کی بار میں نے پہلے کچھ دیر تک سوچا اور پھر فیصلہ کیا کہ اسے سلیک بن سلکہ کے متعلق بتاؤں کیونکہ میں نے محسوس کیا تھا کہ اس شاعر کو طلبا نے دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ پسند کیا تھا۔

''سلیک جو کہ سیاہ فام تھا، اس سے بہتر جنگل اور ویرانے سے کوئی آشنا نہ تھا کیونکہ وہ بار بار جنگل کی طرف واپس لوٹتا رہتا تھا۔''

ماری کلیر نے ایک بار پھر میری جانب دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

''وہ اتنا تیز دوڑتا تھا کہ گھوڑوں کو پیچھے چھوڑ دیتا تھا۔''

اچانک وہ تیزی سے اٹھی اور پودوں پر جا کر جھک گئی۔ اس نے کچھ پتوں کو چھوا۔ میری باتوں کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے وہ انتہائی باریک بینی سے پودوں کا جائزہ لیتی رہی۔ میں نے اپنی کوشش ترک کر دی اور بولنا بند کر دیا۔ کچھ دیر بستر پر لیٹا رہا، پھر کچن میں گیا تاکہ رات کے کھانے کے لیے پلیٹیں لا سکوں جس کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ سوائے ان چند لفظوں کے جو شام کے آغاز میں اس کے منہ سے نکلے تھے، ماری کلیر نے اس شام اپنا سر موڑ کر گاہے گاہے میری جانب دیکھنے کے علاوہ کوئی بات نہ کی۔

ماری کلیر نے اپنے اس رویے میں تین دن تک کوئی تبدیلی نہ کی۔ صبح جاتے ہوے اور شام کو واپس آ کر وہ مجھے گال پر معمول کا بوسہ دیتی تھی۔ ہم دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھتے تھے اور کھانا بھی ساتھ کھاتے تھے مگر وہ صرف انتہائی ضروری بات ہی کرتی جو چند لفظوں تک محدود ہوتی تھی۔ چوتھے دن جب میں نے اس سے اس عجیب نامانوس خاموشی کا سبب دریافت کیا تو اس نے غصے اور جوش سے عاری آواز میں جواب دیا، ''آئندہ کبھی یہ احمقانہ باتیں نہ کرنا۔''

8

میں نے اس کا تکیہ اٹھا کر اپنے چہرے پر رکھ لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

جونہی میں بیدار ہوا تھا، میں نے پلٹ کر اسے چھونے کی کوشش کی تھی مگر وہ اپنی جگہ پر موجود نہ تھی۔ تکیہ ٹھنڈا تھا مگر کمبل کے نیچے اس کی جگہ ابھی تک گرم تھی۔ میں اسے دیکھے بغیر، چھوئے بغیر اور اس کی نیند کی مہک سونگھے بغیر ہی کام پر روانہ ہو گیا۔ مجھے نہ تو اس کے جمائی لینے، مجھ پر جھکنے اور بوسہ لینے کی ہی خبر ہوئی اور نہ ہی اس کے بستر سے نکلنے، دروازہ بند کرنے، ناشتہ بنانے اور چابی تالے میں گھمانے کی آواز آئی۔ اس نے لازماً یہ سب چیزیں، بہت خاموشی سے کی ہوں گی تاکہ مجھے اس گہری اور مزے دار نیند سے محروم نہ کر دے جس میں میں یقیناً ڈوبا ہوا تھا۔

میں بستر سے باہر نہ نکلا، جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مجھے آج کام پر نہیں جانا تھا؛ دوسرے یہ کہ میں اس نشاط انگیز احساس کو بھی ختم کرنا نہیں چاہتا تھا جو مجھے معلوم تھا کہ بستر سے نکلتے ہی غائب ہو جائے گا۔ میں نے کچھ دیر کروٹیں لیں اور پھر پشت کے بل لیٹ رہا۔ اس کا تکیہ عین میری ناک کے اوپر تھا جس میں ایک تیز مہک بسی ہوئی تھی —— ایک خوابیدہ عورت کی مہک، خوش ذائقہ، لذیذ اور مخمور کن۔ اس مہک نے مجھ پر چھائی بے خودی کی کیفیت میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ میں نے اپنی ناک تکیے پر پھیرنی شروع کی تاکہ مہک کے مرکز کو ڈھونڈ سکوں۔ میں نے بائیں ہاتھ سے تکیے پر دباؤ ڈالا تاکہ وہ پھسلے نہیں اور پھر اسے سونگھنا شروع کر دیا۔ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے میں نے بستر پر اس کی جگہ کو محسوس کرنا شروع کیا جو ابھی تک گرم تھی۔

اس رات سے پہلے میرے وہم وگمان تک میں نہ تھا کہ عورت اتنی سخی اور فیاض بھی ہو سکتی ہے۔ یوں لگتا تھا کہ میرے جسم نے دوبارہ سے جنم لیا ہے۔ مجھے لگا کہ میرے جسم نے ہر وہ طناب اتار پھینکی ہے جس نے اسے باندھا ہوا اور پیچھے کھینچ کر رکھا ہوا تھا۔ برسوں سے جمع شدہ تمام محرومیاں برف کی طرح بہہ گئیں۔ جس چیز نے میرے جوش میں اضافہ کیا وہ یہ تھا کہ پہلی بار میں نے اپنے جسم کو ایک نئے انداز سے دیکھنا شروع کیا۔ میں نے بغیر شرم اور جھجک کے اسے سہلانا شروع کیا۔ اب مجھے اپنے جسم کو بغور دیکھتے ہوئے کوئی شرمندگی نہیں ہوتی تھی۔ اب میں اپنے جسم کے متعلق حوصلے سے بات کر سکتا تھا اور مجھے اس کے متعلق سوچتے ہوئے گمراہی کی کوئی کسک نہ ہوتی تھی۔

اس احساس کے ساتھ ایک جذبۂ تفاخر بھی آ گیا۔ زندگی میں پہلی بار یوں لگا کہ مجھ میں کسی عورت کو بھرپور اطمینان اور جسمانی تلطف دینے کی ایسی صلاحیت موجود ہے جو کسی بھی عورت کو ساتویں آسمان کی سیر کروا سکتی ہے، جیسا کہ خود ماری کلیر کا بیان تھا۔ یہ بھی پہلی بار ہوا کہ کوئی عورت مجھ سے یہ باتیں اتنے واضح انداز میں کر رہی تھی۔ اس سے پہلے میں اپنے نازک، دبلے پتلے اور کمزور جسم کی وجہ سے ایک احساسِ کمتری کا شکار تھا۔ مجھے اپنے اس جسم سے کوئی خاص امید نہیں تھی۔ جب دوسرے مردوں کو یہ کہتے سنتا تھا کہ انھوں نے عورتوں کے جسم کا کیا حشر کیا، تو مجھے دکھ ہوتا تھا اور رفتہ رفتہ میں اس بات کا قائل ہو چکا تھا کہ مجھ میں اس چیز کی کمی ہے۔

کبھی کبھی خیال آتا تھا کہ اس عدم تحفظ کا کوئی تعلق اس حقیقت سے تو نہیں کہ میں سب سے چھوٹا بچہ تھا، یا پھر شاید اس بیماری سے جس نے بچپن میں تقریباً میری جان ہی لے لی تھی۔ کہیں یہ ان تمام اعمال کی کوئی خدائی سزا تو نہیں تھی جو میں نے کنویں پر جمع ہونے والی آوارہ گدھیوں کے ساتھ کیے تھے اور پرندوں، چیونٹیوں اور بچھوؤں کو جو ایذائیں پہنچائی تھیں۔

میں نے لیمپ روشن کر دیا اور الٹا ہو کر پیٹ کے بل لیٹ گیا۔ میں نے اس کا تکیہ اپنے تکیے کے اوپر رکھ دیا۔ میں نے اپنے بازو آڑے کیے اور زور سے دونوں تکیوں کو دبایا تاکہ پسینے، خوشبو اور سوتی ہوئی عورت کی مہک میرے تکیے میں بھی سما جائے۔ ایسا کرنے کے بعد جب میں تکیوں پر بنے جیومیٹری کے ڈیزائن پر غور کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ اس کے سر کے مستقل رکھنے سے تکیے کے درمیان ایک چھوٹا سا گڑھا پڑ گیا ہے، جو لیمپ کی روشنی میں صاف نظر آ رہا تھا۔ اچانک میری نظر تکیے پر

گرے ہوئے ایک بال پر پڑی۔ پھر ایک اور بال نظر آیا، اور پھر ایک اور۔ میں نے ایک بال اٹھایا اور اسے لیمپ کے قریب لایا۔ میں نے کچھ دیر تک اس کا معائنہ کیا اور پھر دوبارہ اسے تکیے پر رکھ دیا۔ میرا دماغ اِدھر اُدھر کے خیالات سے پُر تھا، جبھی میں نے محسوس کیا کہ کیف ونشاط کی وہ کیفیت بتدریج کم ہوتی جارہی ہے۔ میں نے فوراً لیمپ بند کیا اور پھر پشت کے بل لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں۔ اب میں نے ہر وہ بات یاد کرنی شروع کی جو میرے اور ماری کلیر کے درمیان ہوئی تھی؛ میں دیر تک چھوٹی چھوٹی تفصیلات پر رکا رہا اور ان تمام جذبات کو یاد کرنے کی کوشش کرتا رہا جو اس کے چہرے سے عیاں تھے۔ عجیب بات یہ تھی کہ جو کچھ میں یاد کررہا تھا مجھے اس پر بالکل یقین نہیں آرہا تھا کیونکہ وہ سب اتنا اچانک اور حیرت انگیز تھا، حالانکہ مجھے یقین تھا کہ وہ سب باتیں حقیقت میں واقع ہوچکی ہیں۔

جب میں نیند سے بیدار ہوا تو دن کی روشنی پردوں کے باوجود کمرے میں آچکی تھی۔ آسمان یقیناً صاف ہوگا یا پھر اِکا دُکا بادل رہے ہوں گے۔ سورج جو عمارتوں کے پیچھے چھپا رہتا تھا، اب کافی چڑھ آیا تھا۔ میں نے گھڑی کی جانب دیکھا اور اچھل کر بستر سے نکلا۔ کپڑے بدلتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ ماری کلیر کی مہک ابھی تک میرے جسم سے چپکی ہوئی ہے۔ میں نے اس دن غسل نہ کرنے کا فیصلہ کیا، اس لیے نہیں کہ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا یا پھر وقت کی کمی آڑے آرہی تھی بلکہ صرف اس لیے کہ میں اس مہک کو مزید اپنے قریب رکھنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ مہک جب تک ہوسکے، میرے ساتھ رہے۔

مجھے سخت بھوک لگی تھی اور میز پر ماری کلیر کا بنایا ہوا ناشتہ میری پسندیدہ اشیا پر مشتمل تھا، لیکن میں نے صرف ایک ابلا ہوا انڈا کھایا اور کافی کا ایک کپ پیا، وہ بھی کھڑے کھڑے، اور پھر جلدی سے اپارٹمنٹ سے نکل آیا، لیکن بیل ویل کی سمت جہاں میرا ہوٹل واقع تھا جانے کے بجائے میرا رخ موں پارناس کی میٹرو کی سمت تھا جہاں ماری کلیر ڈاک خانے میں کام کرتی تھی۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ میں نے یہ بھی نہ سوچا کہ کیا ایسا کرنے کے لیے میرے پاس کافی وقت بھی ہے یا پھر اس سے میرے اس ساتھی کو تکلیف ہوگی جس کی جگہ مجھے پہنچنا تھا، یا یہ کہ ہوٹل کا مالک جو مجھے بہت پسند کرتا تھا، میری تاخیر کے باعث مایوس ہوگا۔ اگر میں نے کچھ محسوس کیا تو وہ ایک طاقتور اور اندرونی کشش تھی جو مجھے موں پارناس کے ڈاک خانے کی طرف کھینچ رہی تھی۔ ایسا میرے ساتھ پہلی مرتبہ ہوا تھا۔

میٹرو میں عورتوں پر نظر ڈالتے ہوئے پہلی بار میں نے ہمت اور اعتماد محسوس کیا۔ سو اِن عورتوں کے ساتھ سب کچھ ممکن ہے ——اِن میں سے ہر ایک کے ساتھ سب کچھ ممکن ہے۔ ہاں، میں نے سوچا، ان کے سنجیدہ چہروں اور سرد، بے مہر نگاہوں کے باوجود، سب کچھ ممکن ہے۔ ان میں سے خوبصورت ترین عورتیں جنھیں میں بہت مشکل سمجھتا تھا اور حیرت کیا کرتا تھا کہ وہ کون سا مرد ہوگا جو انھیں اپنی آغوش وا کرنے پر آمادہ کر سکتا ہوگا، اب مجھے دیگر تمام عورتوں کی مانند لگ رہی تھیں، آسان اور مطیع۔

جونہی میں میٹرو سے اتر کر ڈاک خانے کی سمت روانہ ہوا، مجھے احساس ہوا کہ اب میں ایسا کچھ کرنے جا رہا ہوں جو میرے ان تمام خوبصورت احساسات کو یکسر ختم کر سکتا ہے جو مجھے اُس لمحے سے ہو رہے ہیں جب میں نے اس کے تکیے کو اپنے چہرے پر رکھا تھا۔ ماری کلیر مجھے دیکھ کر شدید حیران ہو گی۔ اسے میرے اس وقت ڈاک خانے آنے پر بھی حیرت ہو گی جبکہ مجھے ہوٹل میں موجود ہونا چاہیے تھا۔ ہو سکتا ہے اسے پریشانی ہو۔ شاید وہ خوفزدہ بھی ہو جائے کہ کہیں میں کوئی بری خبر تو نہیں لایا ہوں۔ جب وہ مجھ سے اس اچانک آمد کی وجہ پوچھے گی تو میں کیا جواب دوں گا؟ کیا میں اسے بتا دوں کہ ایک پراسرار کشش مجھے اس کی جانب کھینچ لائی ہے؟ یا یہ کہ میں صرف یہ دیکھنے آیا ہوں کہ آج صبح اس کا چہرہ کیسا لگ رہا ہے؟ اور یہ بھی کہ مجھے خود معلوم نہیں کہ میرے قدم مجھے اس طرف کیسے کھینچ لائے؟

میں چلتے چلتے رک گیا اور سڑک کے کنارے ایک بنچ پر بیٹھ گیا تاکہ سکون سے کچھ سوچ سکوں۔ کچھ دیر بعد میں نے ایک فیصلہ کیا جو مناسب بھی تھا اور عملی بھی اور جو اس طاقتور کشش میں کچھ کمی کر دے گا جو مجھے کھینچتی ہوئی یہاں تک لے آئی تھی۔ میرا منصوبہ تھا، اسے خبر ہوئے بغیر دور سے دیکھوں۔ ظاہر ہے ڈاک خانے میں نہیں جہاں وہ اپنے دفتر میں ہو گی، بلکہ راستے میں جب وہ لنچ کے لیے ریستوران جائے۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ڈاک خانے کے قریب ہی ایک چھوٹے سے ریستوران میں دوپہر کا کھانا کھاتی تھی لیکن راستے کے دونوں طرف بہت سے چھوٹے چھوٹے ریستوران بنے ہوئے تھے، لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے ڈاک خانے کے داخلی دروازے پر نظر رکھنی ہو گی تاکہ جب وہ باہر نکلے تو میری نگاہوں سے اوجھل نہ ہو سکے۔

جوں جوں اس منصوبے کے متعلق میرا جوش و خروش بڑھتا گیا، میں تیز قدموں سے چلتا رہا۔ جب میں ڈاک خانے سے چند گز دور رہ گیا تو میں نے رک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ خوش قسمتی سے اشتہاری

سائن بورڈ کا ایک کھمبا قریب ہی لگا ہوا تھا، میں فوراً اس کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا اور ڈاک خانے کے داخلی دروازے کو دیکھنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد مجھے اپنی عجیب حرکت کا احساس ہو گیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ آس پاس سے گزرتے راہگیر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے جا رہے ہیں یا پھر مجھ سے کچھ دور ہو کر کھڑے ہو رہے ہیں جیسے میں کوئی پاگل ہوں یا پھر کوئی بے گھر اجنبی۔ شرم اور کراہت کے احساس نے مجھے گھیر لیا مگر میں نے اپنے منصوبے میں کوئی تبدیلی نہ کی، بالخصوص اس وقت جب مجھے یقین تھا کہ ماری کلیر کے باہر آنے میں اب ذرا ہی دیر ہے۔

ڈاک خانے میں آمد و رفت بڑھ گئی اور لوگوں کی رفتار میں بھی تیزی آ گئی۔ میں نے کسی کو نظر انداز نہ کیا۔ ہر شخص جو اندر داخل ہو رہا تھا یا پھر باہر آ رہا تھا، میں باریک بینی سے اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ کافی وقت گزرا مگر ماری کلیر باہر نہ آئی۔ اب میرا احساسِ شرم و کراہت مزید بڑھ گیا اور مجھے بے چینی محسوس ہونے لگی۔ ان تمام احساسات پر قابو پانے کے لیے میں نے ڈاک خانے کے دروازے سے نگاہیں ہٹائے بغیر سر نیچے کی جانب جھکا لیا اور اس کی جو بھی مہک میرے جسم سے لپٹی ہوئی تھی اسے سونگھنے لگا۔

یہ سب بھی بے سود رہا، بلکہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میری توقع کے خلاف بالکل الٹا اثر ہوا۔ میری بے چینی مزید بڑھی اور احساسِ ندامت و کراہت بھی ختم نہ ہوا۔ یہ بھی بتا تا چلوں کہ جونہی میں نے ارد گرد نظر ڈالی تو پتا چلا کہ راہگیر اب مزید اچنبھے سے مجھے دیکھ رہے ہیں۔ ان کا بھی کیا قصور؟ میں نے خود سے پوچھا، جب وہ ایک شخص کو دیکھتے ہیں جو کسی کھمبے کے عقب میں چھپا ہوا دور کسی سمت گھور رہا ہے اور کسی خوفزدہ جانور کی مانند خود کو سونگھ رہا ہے۔

وقت تیزی سے گزرا۔ دوپہر کا ایک بج چکا تھا اور اب ڈاک خانے کے دروازے پر قدموں کی سرگرمی میں ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ لگتا یہی تھا کہ میں اس فاصلے سے اب اسے نہ دیکھ سکوں گا۔ شاید اس نے لنچ جلدی کر لیا ہو، یا پھر کسی وجہ سے دو تین گھنٹے کے لیے موقوف کر دیا ہو۔ میں اب مزید انتظار نہیں کر سکتا تھا؛ مجھے فوری کام پر پہنچنا تھا۔

9

کوئی چیز سدا ایک سی نہیں رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ ہمیں اس وقت کوئی خاص حیرت نہ ہوئی جب ہم کچھ عرصے بعد اس کیفے میں گئے جہاں ہم پہلی بار ملے تھے اور اسے مکمل طور پر بدلا ہوا پایا۔ اس کی ہر چیز تبدیل ہو گئی تھی۔ کاؤنٹر، میزیں، کرسیاں، ویٹر، حتیٰ کہ وہ آئینے بھی جہاں پہلی بار میں نے ماری کلیر کا چہرہ دیکھا تھا۔ وہ سب کچھ اب ماضی کا حصہ بن چکا تھا۔ ان تبدیلیوں سے وہ کیفے اب ویسا کشادہ اور آرام دہ بھی نہیں لگ رہا تھا کیونکہ اب اس کی دیواریں بھی بالکل صاف اور سپاٹ تھیں۔

اس شام میں ویسے بھی کسی کیفے میں جانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ میں سیدھا گھر جانا چاہتا تھا لیکن ماری کلیر نے مجھے اتنی بار فون کیا کہ ہوٹل کا مالک، جو کاؤنٹر پر میرے برابر میں بیٹھا تھا، پوچھنے لگا کہ سب ٹھیک تو ہے اور کیا وہ کوئی مدد کر سکتا ہے۔ آخر کار میں راضی ہو گیا، اس وجہ سے نہیں کہ اس نے مجھے اس مزے کے متعلق قائل کر لیا تھا جو بیئر کا ایک گلاس ساتھ پینے میں تھا، بلکہ مجھے یہ احساس ہوا کہ وہ گھر جانے سے قبل کسی کیفے میں ملاقات کرنا چاہتی تھی۔ مجھے یہ بھی محسوس ہوا کہ آج شام کسی ایسی جگہ پر جو لوگوں سے بھری ہوئی ہو اور زندگی سے بھرپور بھی، موجود رہنے کی خواہش اس کے قابو سے باہر تھی، حالانکہ تین دن پہلے ہی ہم ایک ریستوران میں گئے تھے اور پھر ایک فلم بھی دیکھی تھی۔ جب میں نے اس سے ملاقات کی جگہ معلوم کرنا چاہی تو اس نے ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بغیر جواب دیا، ''وہی جگہ جہاں تم نے پہلی بار مجھے دیکھا تھا۔''

ماری کلیر کیفے کے دروازے پر میری منتظر تھی۔ اس نے اصرار کیا کہ ہم اسی جگہ بیٹھتے ہیں جہاں پہلی بار ہماری نظریں چار ہوئی تھیں۔ میں نے غور سے دیکھا تو پتا چلا کہ اس نے آئی لائنر اور ہلکی سی لپ اسٹک بھی لگائی ہوئی تھی، جو شاید میری نظروں سے اوجھل رہتی اگر میں اسے اس انہماک سے نہ دیکھتا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ نہ تو اداس تھی اور نہ ہی غصے میں تھی اور نہ ہی اس کی توجہ کسی اور جانب تھی، جیسا کہ میں نے فون پر اس کی آواز سنتے ہوئے تصور کیا تھا۔

اس نے مجھ سے گھر سے دور ملنے پر اصرار کیوں کیا؟ میں نے پرسکون رہنے کی کوشش کرتے ہوئے خود سے سوال کیا۔

ابھی میں اس کے اس رویے کی کوئی وجہ تلاش کر رہا تھا کہ اس نے گہری نظروں سے مجھے

دیکھا، گویا میرا ذہن پڑھ رہی ہو، اور پھر مسکراتے ہوے کہا، ''اب یہ واضح ہو گیا کہ تمھیں اس بار بھی یاد نہیں رہا۔''

''کیا؟''

''کیا؟ تمھاری سالگرہ! اب سے چند گھنٹے بعد، کل۔''

مجھے تھوڑا غصہ آیا اور جھلاہٹ تو ہوئی لیکن میں پرسکون اور خاموش رہا۔ مجھے ڈر تھا کہ ایسا کچھ نہ کہہ دوں جس سے ماری کلیر برہم ہو جائے یا میری سالگرہ پر اس کے رنگ میں بھنگ نہ ڈال دوں۔ جب اس نے فون پر بات کی تھی تو مجھے شائبہ تک نہ گزرا تھا کہ وہ میرے لیے ایک سخت پھندا تیار کر رہی ہے۔ اگر مجھے بھنک بھی پڑ جاتی تو میں اس کی درخواست رد کر دیتا۔ کسی کیفے میں ملاقات کے لیے یہ کھڑاگ کھڑا کرنے یا بتنگڑ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا وہ مجھے اس موقعے کی بابت گھر پر نہیں بتا سکتی تھی؟

سچی بات تو یہ تھی کہ مجھے اس یاددہانی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مجھے اپنی سالگرہ یاد تھی مگر اس لمحے تک میں زندگی کے معمولات اسی طرح گزار رہا تھا گویا مجھے اس کی کوئی پروا نہ ہو، اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ مجھے اس بات کا بالکل یقین نہیں تھا کہ میں اسی دن اس دنیا میں وارد ہوا تھا جو تاریخ میرے پیدائش کے سرٹیفکیٹ پر لکھی تھی۔ میں نے بارہا خود کو قائل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جاتا کہ میں واقعی اسی تاریخ کو پیدا ہوا تھا تب بھی مجھے اس دن کو منانے میں کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ مجھے سالگرہوں سے نفرت تھی اور مجھے ان سے اداسی محسوس ہوتی تھی، جبکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ میں اس کے برعکس سوچتا۔ سالگرہیں زندگی میں خلل انداز ہوتی ہیں؛ توانائی کم ہو جاتی ہے، وقت تھم جاتا ہے اور بیزار کن لگتا ہے، اور آپ دوسروں کی خاطر خود کو خوش ظاہر کرتے ہیں۔ مجھے کبھی سمجھ میں نہ آیا کہ لوگ ایسے موقعے کو کیوں مناتے ہیں جس کے وہ ذمے دار بھی نہیں ہوتے اور جس کا انتخاب بھی انھوں نے خود نہیں کیا ہوتا اور جو ہر برس انھیں موت سے قریب تر لاتا جاتا ہے۔ میں نے اپنی جھلاہٹ پر قابو پایا اور دوبارہ پرسکون ہو گیا۔ یہ بات تو واضح تھی کہ ماری کلیر میری سالگرہ کے موقعے کو اپنی خوشی کے لیے استعمال کر رہی تھی تاکہ زندگی کا بھرپور مزہ لے سکے۔ اسے اس کا حق حاصل ہے، میں نے خود کو سمجھایا۔ مجھے اس کو نہیں بتانا چاہیے کہ میں یہ سوچ رہا ہوں۔ اس موقعے پر جو اس کے نزدیک بہت اہم موقع ہے، اس کی خوشی کو خراب کرنا کسی طور بھی شائستگی نہ ہوگی۔ ماری کلیر نے بیرا کا

آرڈر نہ دیا جیسا کہ اس نے فون پر کہا تھا۔ اس نے گرما گرم چاکلیٹ کا آرڈر دیا۔ اس نے بڑے سے کپ کو دونوں ہاتھوں میں تھاما اور اپنے منہ کے قریب لائی اور اپنے ہونٹ سکیڑے جس سے لپ اسٹک مزید نمایاں ہو گئی۔ اس نے پہلا گھونٹ لینے سے پہلے دو تین ہلکی ہلکی پھونکیں ماریں۔ کپ میز پر رکھنے کے بعد بھی وہ کافی دیر تک اپنی زبان سے ہونٹ چاٹتی رہی۔

اس کا بایاں ہاتھ معمول کے مطابق کپ کے ہینڈل پر تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کرسی سمیت اپنا جسم میری جانب جھکایا اور اپنا ہاتھ میری رانوں کے درمیان رکھ دیا اور اس کی حرارت مجھ میں منتقل کرنے لگی۔ میں نے اُس دن کو یاد کیا جب میں ڈاک خانے کے سامنے کھڑا رہا تھا تا کہ دور سے اسے دیکھ سکوں۔ مجھے لگا کہ مجھے یہ کہانی تمام تر تفصیل کے ساتھ اسے سنانی چاہیے، لیکن میں نے ایسا نہیں کیا حالانکہ مجھے یقین تھا کہ یہی وہ بہترین موقع تھا جب مجھے ان چھوٹے چھوٹے رازوں سے جان چھڑا لینی چاہیے تھی۔

''ہمیں تمھاری سالگرہ لازماً منانی چاہیے، اور اس کا آغاز ہم آج شام سے کریں گے،'' ماری کلیر نے کہا۔ میں نے رضامندی میں سر ہلایا۔ وہ اپنا ہاتھ ہٹا کر، گرم چاکلیٹ کا گھونٹ بھر کر اس سے ایسا مزہ لیتے ہوئے جس سے مجھ میں ماری کلیر کی خواہش مزید بھڑک اٹھی، بولی، ''ہم کسی ریستوران میں ڈنر کریں گے۔''

مجھے قطعاً کوئی حیرت نہ ہوئی، کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اس کی کوئی تقریب حقیقی سیر و تفریح کے بغیر نامکمل ہوتی ہے، جیسا کہ وہ خود کہا کرتی تھی، اور اس میں کسی ریستوران میں ڈنر کرنا لازمی شامل ہوتا تھا۔

وہاں سے نکلنے کے بعد ہم لکسمبرگ گارڈن کی باڑ کے ساتھ ساتھ آہستہ خرامی کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ماری کلیر مجھ سے لپٹ گئی اور میرے بازو میں اپنا بازو پھنسا لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ جھک کر اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیتی۔ جب کوئی قریب سے گزرتا تو میری شرمندگی بڑھ جاتی تھی۔ مجھے یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ جس طرح وہ مجھ سے لپٹتی، منہ چومتی، گدگداتی، سہلاتی اور دیگر چھوٹی چھوٹی باتیں جو ماری کلیر بے اختیارانہ کیا کرتی تھی، یہ سب مجھے شرمندہ کرتا تھا اور میں سخت الجھن میں گرفتار ہو جاتا تھا جب وہ یہ سب حرکتیں پُر ہجوم راستوں پر کرتی حالانکہ میں جانتا تھا کہ ان سب باتوں پر شاذ ہی کوئی شخص توجہ دیتا ہے۔

پارک پیچھے رہ گیا اور ہم شہر کی سمت بڑھتے گئے۔ وہ مجھ سے آگے چل رہی تھی۔ میں دخل اندازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میرا جسم مودبانہ انداز میں اس کی پیروی کر رہا تھا۔ یہ سب کتنا اچھا تھا، میں نے سوچا، ایک مرد کا یوں ماری کلیر جیسی عورت کے سامنے ہتھیار ڈال دینا جو اپنی نسوانی حساسیت کے ساتھ ایک مرد کو جس سمت چاہے لے جائے، جبکہ اس کا اولین وجدان اور ذہانت نہ تو جانتی ہو اور نہ جاننے کی خواہش رکھتی ہو کہ وہ اسے کہاں لیے جا رہی ہے۔

ہم ایک فٹ پاتھ سے دوسرے اور ایک گلی سے دوسری گلی میں خاموشی سے چلتے رہے۔ میں نے اس کے چہرے پر نگاہ کی، وہ مسکرائی، آہستہ آہستہ مجھے شرمندگی اور جھینپنے کی کیفیت بھولتی چلی گئی اور اس کی جگہ تحفظ اور فخر کے ایک احساس نے لے لی۔ اب مجھے احساس ہوا کہ جشن کے اس مزاج نے آہستہ آہستہ مجھے بھی متاثر کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کی چمکتی آنکھوں میں جو خوشی چھلکی پڑ رہی تھی وہ اب مجھے بھی اپنی گرفت میں لے رہی تھی۔

"جس ریستوراں میں ہم جا رہے ہیں وہ ایک سرپرائز ہے،" ماری کلیر نے سرگوشی میں بتایا اور میرا بازو چھوڑ کر کچھ دور چلنے لگی۔

"فکر نہ کرو، بس ہم پہنچا ہی چاہتے ہیں،" تھوڑی دیر بعد اس نے بتایا گویا میرے چلتے رہنے کی حوصلہ افزائی کر رہی ہو۔ میں تھکا نہیں تھا اور حالانکہ ہم اچھی خاصی مسافت طے کر چکے تھے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ جس ریستوران میں وہ مجھے لیے جا رہی تھی وہ کتنی دور ہے، کیونکہ جس حیرت انگیز کیفیت میں اس نے مجھے تبدیل کر دیا تھا اب اس کے بعد میں اس کے پیچھے شہر کے بعید ترین ریستوران تک جانے کو تیار تھا، چاہے چلتے چلتے تھک کر چور ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔

دن کے اس پہر جن گلیوں سے ہم گزرے وہ زیادہ پُرہجوم تھیں۔ کیفے بھی بھرتے جا رہے تھے اور ریستورانوں میں بھی گاہکوں کا ہجوم تھا۔ ہمارے چاروں طرف تمباکو، بیئر، وائن اور کھانے کی مہک تھی، آوازیں اور قہقہے، لبوں پر مسکراہٹیں، خواہش سے بھرپور آنکھیں، اور بھرپور روشن ماحول میں جنسی لہروں کے جھونکے۔

جب ہم ایک لمبی سڑک کے اختتام پر پہنچے تو وہ ایک چھوٹے سے ریستوران کے سامنے ٹھہر گئی۔ اگر وہ ہاتھ سے اشارہ نہ کرتی تو وہ شاید مجھے نظر بھی نہ آتا۔ یہ چھوٹا سا ریستوران دو بڑے

ریستورانوں کے درمیان واقع تھا۔ داخلی دروازے پر ایک دربان کھڑا مسکرا رہا تھا اور آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہا تھا اور راہگیروں کو اندر آنے کی ترغیب دے رہا تھا۔

''یہ رہا وہ ریستوراں! ہم آج شام فرانسیسی کھانا کھائیں گے۔''

میں شیشے کے دروازے تک پہنچا اور جھک کر اندر جھانکا۔ چھوٹی چھوٹی نیچی میزیں فرش کو تقریباً چھو رہی تھیں۔ روشنی مدھم تھی۔ کچھ ہی لوگ اندر بیٹھے تھے جو کہ زیادہ تر سیاح تھے؛ کچھ کھانے میں مصروف تھے جبکہ دوسرے بیٹھے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔

''اس دفعہ بل میں دوں گی،'' دروازے کے قریب لگے مینو کو دیکھتے ہوئے ماری کلیر نے کہا۔

میں بھی اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اس نے میرا بازو پکڑا اور پوچھا، ''تم اپنی سالگرہ پر کیا کھانا پسند کرو گے؟ انگور میں بنے بٹیر، یا پھر نارنگی میں بنی بطخ؟ شاید تم وائن میں تیار کی گئی ٹرکی کو ترجیح دو گے؟''

اس نے کئی ڈشز کے نام لیے اور پھر ٹھٹھا لگا کر ہنسنے لگی، کیونکہ اسے پتا چل گیا تھا کہ بعض فرانسیسی ڈِشوں کے نام میرے نزدیک بہت شوخ اور عجیب تھے۔ اب کوئی بتائے کہ بٹیر جیسے پرندے اور انگور میں کیا رشتہ ہے، جس کا مطلب ہے کہ وہ دونوں آپ کی پلیٹ میں رکھے ہوں گے۔

ماری کلیر نے دروازہ کھولا اور میرا بازو پکڑے اندر داخل ہوئی۔ میں نے چشمِ تصور سے پروں سے عاری ایک بطخ کو وائن کے نشے میں مخمور ایک بڑے سے پتیلے میں ابلتے ہوئے اور پھڑ کتے ہوئے دیکھا۔

10

ماری کلیر کی نگاہیں میرے چہرے پر مرتکز تھیں اور جب ہم نے کھانا ختم کر لیا تو اس کی نگاہیں مزید واضح اور دلبرانہ ہو گئیں۔ خمار کی کیفیت نے میرے وجدان پر اتنا اثر نہیں کیا تھا کہ مجھے پتا نہ چل سکے کہ وہ مجھے ایک اور سرپرائز دینا چاہتی ہے۔ جتنی زیادہ دیر تک وہ میری طرف دیکھتی رہی، مجھے یقین ہوتا گیا کہ یہ سرپرائز ریستوران کے سرپرائز سے کہیں بڑا ہے۔ میں نے کبھی بھی ماری کلیر کو کسی خاص وجہ کے بغیر اس طرح مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

میرا وجدان صحیح ثابت ہوا۔ ابھی ہم اس ریستوران سے نکل کر چند قدم ہی چلے تھے تو وہ اس کیفیت میں جب راز کو مزید راز رکھنا دشوار ہو جاتا ہے، مجھ سے بولی، ''میں تمھیں ایسی جگہ لے جاؤں گی جو تمھارے وہم وگمان میں بھی نہ ہو گی۔''

''کون سی جگہ؟''

''آؤ۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ اور خاموش رہو۔''

میں کچھ نہ بولا اور فرمانبرداری سے اس کے پیچھے چلنے لگا۔ آج کی رات اس کی ہے، میں نے خود سے کہا۔ سالگرہ تو میری تھی مگر جشن منانا اس کی مرضی پر تھا۔ جب ہم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو میں نے غور کیا کہ وہ لکسمبرگ گارڈن کی جانب جا رہی ہے اور ہم انھی راستوں پر واپس جا رہے ہیں جن پر چل کر یہاں ریستوران تک آئے تھے۔ اب وہ تمام کیفے مزید مصروف اور پُرشور ہو چکے تھے۔ ریستورانوں میں کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ آوازیں، ہنسی، بیئر، وائن اور تمباکو کی مہک، بوسے، دُزدیدہ نظریں، بدن بولی، تمام کے تمام سے زندگی کا ایک سرچشمہ پھوٹا پڑ رہا تھا جو چھوٹی چھوٹی لذتوں سے پُر تھا، ایک شورانگیز کافرانہ جشن جو تمام حواس کو برانگیختہ کر دے اور مردوں اور عورتوں کو ایسی حساس اور حریص مخلوق میں تبدیل کر دے جو اپنے اردگرد ہونے والی ہر چیز کے متعلق متجسس اور ہوشیار ہو۔ ماری کلیر نے اپنی رفتار کم کر لی۔ وہ گاہے گاہے مختلف کیفوں اور ریستورانوں پر نظر ڈالتی جا رہی تھی۔ وہ بند دکانوں کے آرائشی دریچوں کے سامنے کھڑی ہو جاتی۔ ہم اشتہاری پوسٹروں کو باآوازِ بلند پڑھتے اور وہ تصویروں پر تبصرہ بھی کرتی جاتی۔ یہ سب کچھ وہ ایک پرجوش اور واضح نشاط کی کیفیت میں کر رہی تھی۔ عام طور پر میں کچھ ہی دیر بعد شکوہ کرنا شروع کر دیتا تھا اور اسے چلتے رہنے پر اکساتا رہتا تھا کیونکہ دکانوں کے سامنے رکنے سے میری جان جاتی تھی اور میرا موڈ بھی خراب ہو جاتا تھا؛ لیکن اُس دن میں خاموشی سے ایک فرمانبردار بچے کی مانند اس کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ میں نے بھی کوشش کی کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اسے دیکھ کر مسکراتا رہوں تاکہ اسے یہ یقین رہے کہ اس کی یہ مدھم اور بار بار رک جانے والی چال مجھے غصہ نہیں دلا رہی ہے۔

ماری کلیر نے میرا ہاتھ ہاتھوں میں لے کر دبایا۔ اس نے میری انگلیوں کو جس طرح سہلایا اس سے صاف ظاہر تھا کہ شادمانی کی یہ اڑ کر لگنے والی کیفیت اب اس پر بھی اثر کرنے لگی ہے۔ اس نے

دونوں بازو میری کمر کے گرد کس لیے اور مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے اپنے پہلو میں اس کی چھاتی کا دباؤ محسوس کیا۔ مجھے حیرت ہوئی جب میں نے اس کے سر کو چاروں سمتوں میں گھومتے دیکھا جیسے وہ کسی چیز کی تلاش میں تھی۔ شاید اس کا وہ سرپرائز جو خاص میرے لیے تھا، ان پر ہجوم کیفوں میں سے ایک تھا، ایک ایسا میٹھا اور خاص سرپرائز جو ہماری آج رات کی سیر کی معراج ثابت ہوگا۔

میں نے لطف اور مزے کی اس خواہش کے آگے ہتھیار ڈال دیے جو ہمیں اپنے اردگرد ہر چیز کو دیکھنے پر اکسا رہی تھی، ہمارے اردگرد ہونے والی ہر بات کو بغور دیکھنے پر مجبور کر رہی تھی، ہوا میں آنے والی ہر خوشبو اور مہک اور سب آوازیں جو ہمارے اردگرد تیر رہی تھیں۔ میں نے محسوس کیا کہ موج مستی کی یہ چھوت جیسی کیفیت مجھ میں بھی سرایت کرتی جا رہی ہے۔ سرخوشی اور راحت کے ایک گہرے احساس نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا، جس نے میری خمار کی کیفیت کو مزید فزوں تر کر دیا۔ موسم گرم تھا۔ ہوا کی رطوبت اسے تازہ بنا رہی تھی۔ مجھے لگا کہ میں اپنی اس تمام کاہلی اور سہل انگاری سے چھٹکارا پاتا جا رہا ہوں جو شراب کے باعث تھی اور میں لطیف تر اور مضبوط تر ہوتا جا رہا ہوں اور اب مزید مربوط محسوس کر رہا ہوں۔

جب ہم لکسمبرگ گارڈن کی طرف مزید بڑھے تو گلیوں میں ہجوم کم ہونے لگا۔ اب ماری کلیر نہ تو مجھ سے چمٹی ہوئی تھی اور نہ ہی اس کے بازو میری کمر کے گرد تھے، لیکن اس نے میرا ہاتھ اب بھی تھام رکھا تھا۔ اب اس نے مکانوں کی آرائشی کھڑکیوں میں جھانکنا بھی موقوف کر دیا تھا۔

ایک بار پھر ہماری رفتار تیز ہو گئی تھی۔ ہم پارک کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ رات کے اس سمے جب اردگرد ویرانی تھی، وہ دیوار مزید اونچی اور بڑی دکھائی دے رہی تھی۔ میں نے تاریکی میں کھڑے دیوقامت درختوں پر نظر ڈالی جو تاریکی میں ایک عظیم الجثہ تودے کی مانند لگ رہے تھے، ان کی بلند قامت چوٹیاں جہاز کے بادبان کی طرح دھیرے دھیرے جھول رہی تھیں۔ جوں جوں ہم پرہجوم گلیوں سے دور ہوتے چلے گئے توں توں ہوا ٹھنڈی لگنے لگی اور شہر مزید خاموش، مزید بوجھل، مزید سنجیدہ ہوتا چلا گیا۔

ایک مزید تاریک علاقے میں داخل ہوتے ہوئے میں نے مڑ کر ماری کلیر کی طرف دیکھا۔ ہم اسی رفتار سے فٹ پاتھ کے کنارے پر، اسٹریٹ لائٹوں سے ممکنہ حد تک دور اور باغ کی دیوار سے لگے

لگے، چل رہے تھے۔ میں اس کے چہرے کے خطوط واضح طور پر نہ دیکھ سکا۔ میں نے اس کا ہاتھ دبایا تو جواباً اس نے میری انگلیاں سہلائیں اور مجھ سے لگ کر چلنے لگی۔ فٹ پاتھ پر بجتی ہوئی اس کی ایڑیوں کی آواز سے مجھے محسوس ہوا کہ وہ بے خودی کی کیفیت میں ہے اور ہوا کی مانند ہلکی ہے اور اس وقت وہ جس لمحے میں زندگی کر رہی ہے وہ وہی لمحہ ہے جب وہ مجھ سے انتہائی قریب تر ہوتی ہے۔ مجھے اس سے بات کرنے کی شدید خواہش ہوئی تاکہ اس کی آواز سن سکوں، مگر میں خاموش رہا۔

ہم مڑے اور پانتھیون یادگار کی سمت بڑھنے لگے۔ مجھے اس وقت احساس ہوا کہ ہم آہستہ آہستہ اس جگہ کے قریب ہوتے جا رہے ہیں جہاں کبھی ماری کلیر رہا کرتی تھی۔ گلیاں تقریباً خالی تھیں۔ کبھی کبھار کوئی گاڑی یا پھر اکا دکا راہگیر گزرتا نظر آتا۔ تمام دکانیں اب بند ہو چکی تھیں۔ ریستوران بھی اب خال خال ہی نظر آ رہے تھے۔ یہ مجھے کہاں لیے جا رہی ہے؟ میں نے اردگرد تعجب سے دیکھا۔ پہلی بار مجھے سردی کا احساس ہوا اور گرمی کی تلاش ہوئی۔ میں نے اس کے سر پر جھک کر اس کے سینے کے گرد بازو لپیٹ لیا۔

ہم پانتھیون سے آگے بڑھے اور پھر ایک تنگ گلی میں داخل ہوئے جس کے فٹ پاتھ پر بمشکل ایک آدمی ہی چل سکتا تھا۔ چند قدم تک میں ماری کلیر کے پیچھے یوں چلا کہ میرے بازو اس کے سینے کے گرد لپٹے ہوئے تھے مگر جب ہمارے قدم آپس میں ٹکرائے تو میں لڑکھڑا گیا اور مجھے اس سے دور ہٹنا پڑا۔ میں فٹ پاتھ اس کے لیے چھوڑ کر خود سڑک پر چلنے لگا جو پکی سڑک نہ تھی بلکہ چھوٹے چھوٹے پتھروں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی جو اسٹریٹ لائٹوں کی روشنی میں چمک رہے تھے۔

"سنبھل کر، پتھر بہت چکنے ہیں، کہیں پھسل نہ جانا۔"

عمارتوں کے بڑے بڑے داخلی دروازوں کو دیکھتے ہوئے کچھ دیر بعد وہ بولی، "مجھے یہ گلی بہت پسند ہے۔ یہ مجھے مینیل مونتین کی ایک گلی کی یاد دلاتی ہے۔"

مجھے اس لمحے یہ جاننے کی شدید خواہش ہوئی کہ وہ مجھے کیا دکھانے لے جا رہی ہے، کیونکہ اب مجھے لگ رہا تھا کہ وہ جگہ بہت دور ہے اور جوں جوں شراب کا خمار اتر رہا تھا مجھے ٹھنڈ محسوس ہو رہی تھی، مگر میں خاموش رہا۔ دکانوں کے سائن بورڈوں پر نظر ڈالتے ہوئے اچانک خیال آیا کہ میں اس گلی سے پہلے بھی گزر چکا ہوں، لیکن کب؟ یہ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ میں بمشکل یہ یاد کر سکا کہ میں اس

وقت اکیلا تھا اور یہ گلی بھی اس وقت اتنی خالی نہ تھی جتنی اس وقت تھی۔

''وہ دیکھو، ستارہ!'' اس نے پر جوش آواز نکالتے ہوئے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔''دیکھو، دیکھو! ایک اور ستارہ، اور ایک اور ستارہ۔... میں نے بہت عرصے بعد ستارے دیکھے ہیں۔''

میں نے اس سمت دیکھا جہاں وہ اشارہ کر رہی تھی۔ تین ستارے ایک دوسرے کے بہت قریب اور انتہائی واضح طور پر بظاہر ساکت و جامد بادلوں کے درمیان چمک رہے تھے۔ تبھی مجھ پر بھی انکشاف ہوا کہ میں نے بھی طویل عرصے سے ستارے نہیں دیکھے تھے۔ میں نے کچھ دیر تک تو انھیں بغور دیکھا اور پھر دوبارہ چلنا شروع کر دیا۔ گلی بتدریج ڈھلان میں اترتی چلی گئی اور چکنے پتھروں پر چلنا مزید خطرناک ہوتا چلا گیا۔ میں دوبارہ فٹ پاتھ پر چڑھ گیا اور ماری کلیر سے ایک قدم آگے چلنے لگا تاکہ ہمارے قدم آپس میں نہ ٹکرائیں۔ گلی میں ہمارے سوا کوئی نہ تھا۔ دور سے آتی اکا دکا گاڑیوں کی آوازوں کے علاوہ وہاں کوئی آواز یا حرکت بجز ہمارے قدموں کی آہٹ کے نہ تھی۔ جوں جوں ڈھلان بڑھی، ہمارے قدم بھی تیز ہوتے چلے گئے۔

''وہ دیکھو! تمھارے دوست!'' ماری کلیر اس سمت دیکھتے ہوئی چلائی جس طرف ہم جا رہے تھے۔

میں نے اس کے اشارے کی سمت دیکھا۔ مجھے چار بے گھر لوگ نظر آئے جن میں ایک عورت بھی تھی۔ ان کے ساتھ دو کتے بھی تھے۔ وہ ہماری گلی کو قطع کرتی ایک گلی میں سے گزر کر جا رہے تھے۔ میں انھیں اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ غائب نہ ہو گئے۔ ماری کلیر مذاقاً انھیں میرے دوست کہا کرتی تھی کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں ان لوگوں کا خیال رکھتا ہوں اور آتے جاتے انھیں چند سکے بھی دیتا رہتا ہوں جب سے مجھے پتا چلا کہ اپنے حلیے کے برعکس وہ لوگ عموماً نرم دل، خوش مزاج اور دوستانہ اطوار رکھتے تھے۔

جب ہم چوراہے پر پہنچے تو ہمیں اپنی پشت کی جانب کچھ شور شرابا سنائی دیا جو ایک کتے کے بھونکنے اور ایک شخص کے قہقہوں پر مشتمل تھا۔ میں فوری پلٹا تو دیکھا کہ ایک بے گھر شخص اپنی بانہیں کھولے ماری کلیر کی طرف یوں بڑھا چلا آ رہا تھا جیسے مدتوں بعد ملنے پر کسی دوست سے ہم آغوش ہونے والا ہو۔

''آؤ میری پیاری آؤ، میری جان آؤ!''

میں کچھ خوفزدہ ہوا مگر پھر بھی اس شخص کی جانب لپکا، لیکن ماری کلیر نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنی جانب کھینچ لیا۔

''پریشان نہ ہو۔''

وہ پرسکون تھی اور اسے اس شخص کے یوں اچانک ظاہر ہونے سے کوئی تعجب بھی نہیں ہوا تھا، گویا اسے اس کا انتظار تھا۔

وہ ہنسی اور اس نے اپنا چہرہ ایک طرف جھکایا تاکہ وہ شخص اس کے بالوں کو نہ چھو سکے۔

''آؤ میری جان، میں تمھیں ایسے پیار کروں گا کہ آج تک کسی نے نہ کیا ہوگا۔''

ماری کلیر مجھ سے لپٹ کر ہنستی چلی گئی۔

''آؤ! میں تمھاری زندگی کا سب سے خوبصورت مرد ثابت ہوں گا۔''

ماری کلیر نے دوبارہ مجھے اپنی جانب کھینچا؛ شاید اسے ڈر تھا کہ میں کوئی بے وقوفانہ حرکت نہ کر بیٹھوں۔ ''فکرمند نہ ہو، جو وہ کہنا چاہتا ہے اسے کہنے دو، تھوڑی دیر میں خود ہی چلا جائے گا۔''

''میری شہزادی، آؤ۔''

ہم نے دوبارہ چلنا شروع کر دیا۔ بے گھر لوگوں کے قہقہے مزید بڑھ گئے اور ان کے کتوں کے بھونکنے میں بھی شدت آ گئی۔ اس بے گھر شخص نے کچھ دور تک ہمارا پیچھا کیا لیکن پھر پلٹ کر دوبارہ اپنے ساتھیوں کی طرف چلا گیا۔ وہ زور زور سے کہتا جا رہا تھا:

''مجھے پتا تھا آج میرا برا دن ہے۔''

''دیکھا! میرے علاوہ تجھے کوئی نہیں پوچھتا،'' ایک عورت کی پھٹی ہوئی آواز سنائی دی۔

''اس گندگی کو کون پوچھتا ہے!'' ایک اور بے گھر فرد کی آواز آئی۔

''واقعی اس کے پاس سے بدبو آتی ہے۔ کئی مہینوں سے نہایا جو نہیں ہے۔''

''اس عورت کی تو ناک بند ہے، لیکن اچھا یہی ہے کہ ناک بند ہی رہے!'' ایک اور آواز آئی۔

ہنسی اور قہقہوں کی ملی جلی آوازیں دوبارہ سنائی دیں۔ ماری کلیر ہنسی اور مجھ سے پوچھا کہ کیا میں نے سنا جو وہ لوگ کہہ رہے تھے۔ میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے ہینڈ بیگ کی طرف

دیکھا جس کی مجھے اچانک یاد آ گئی تھی۔ میں نے دونوں ہاتھ اپنی جیبوں میں ڈالے اور کاغذات، بٹوے اور چابیوں کو ٹٹولا۔ ہر چیز اپنی جگہ موجود تھی۔ مجھے یقین تھا کہ یہ بے گھر افراد شاذ ہی چوری کرتے ہیں۔ وہ پیسوں کے لیے بھیک مانگتے، کبھی سگریٹ، کبھی ریستورانوں کے فوڈ کوپن اور کبھی میٹرو کے رعایتی پاس بھیک میں مانگتے، لیکن وہ راہگیروں کو لوٹتے نہیں تھے۔ اس کے باوجود بھی میں خود کو اپنی جیبیں ٹٹولنے سے باز نہ رکھ سکا تاکہ یقین کر سکوں کہ ہر چیز ٹھیک جگہ پر ہے، بالخصوص اس لیے بھی کہ میں ہر وقت اپنے شناختی کاغذات اپنے ساتھ لے کر پھرتا تھا، جو اب ایک پرانی عادت بن چکی تھی جس کا آغاز اس شہر میں میری آمد کے وقت سے ہوا تھا۔

"آج شاید اسے زیادہ شراب پینے کو مل گئی تھی! یہ پہلی بار ہے کہ کوئی بے گھر مرد مجھ پر عاشق ہوا ہے۔"

ماری کلیر نے مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا گویا یقین کرنا چاہتی ہو کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے اسے وہ لوگ نہیں سن سکتے۔ پھر اپنی بات مزید اونچی آواز میں جاری رکھتے ہوئے بولی، "پتا ہے، مینیل مونتین میں ایک کمال کا بے گھر شخص ہوا کرتا تھا۔ گلی میں ہر کوئی اسے پسند کرتا تھا۔ زندگی میں جتنے بھی بے گھر لوگ میری نظر سے گزرے ہیں وہ ان میں سب سے زیادہ صاف ستھرا تھا۔ مجھے وہ صبح اسکول جاتے وقت نظر آتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنی ایک مخصوص جگہ پر کھڑا ہوتا تھا اور جب بھی کوئی اسے چند سکے دیتا، وہ فوراً اپنا ہیٹ سر سے اٹھا کر شکریہ ادا کرتا۔ وہ ہمیشہ ایک سیاہ ہیٹ پہنا کرتا تھا اور آپ کو ایک اچھے دن کی دعا دیتا تھا۔ اس کے کپڑے ہمیشہ صاف ستھرے ہوتے تھے، بلکہ کئی دفعہ بہت اچھے کپڑے بھی پہنے ہوتا تھا، اور مجھے یہ بات سمجھ نہ آتی تھی کہ اس جیسا آدمی کیسے ایک بے گھر انسان بن سکتا ہے۔ پھر اچانک وہ غائب ہو گیا۔ کسی کو کچھ پتا نہ چلا کہ اس کا کیا ہوا۔ اس کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ وہ خوبصورت تو نہیں تھا لیکن اس کے اندر ایک خاص کشش تھی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ میں اب بھی اسے بہت واضح طور پر دیکھ سکتی ہوں۔ مجھے اس کی آواز بھی یاد ہے اور اس کا ہاتھ بھی جب وہ ہیٹ بلند کرنے کے لیے اسے حرکت دیتا تھا۔"

ہم ایک بار پھر الگ الگ چلنے لگے۔ فٹ پاتھ مزید تنگ ہونے پر میں نے وہ اس کے لیے چھوڑ دی اور خود دوبارہ سڑک پر چلنے لگا، لیکن اس کے قریب قریب ہی رہا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس

بے گھر آدمی کی کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی۔

"تمھارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ مر گیا ہوگا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"میرا ابھی یہی خیال ہے کہ وہ مر گیا ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے۔"

"تمھیں پتا ہے، بے گھر افراد بہت آسانی سے مرجاتے ہیں۔"

"کیسے؟ کیوں؟"

"مجھے نہیں معلوم، مگر وہ بہت آسانی سے مرجاتے ہیں۔"

ماری کلیر ایک طویل وقفے تک خاموش رہی۔ میں نے یہی فرض کرلیا تھا کہ اس بے گھر آدمی کے متعلق اس کے پاس بتانے کے لیے مزید کچھ نہیں بچا ہے، یا پھر وہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ میں نے آسمان کی جانب دیکھا اور ان تین ستاروں کو ڈھونڈا مگر کچھ دکھائی نہ دیا۔ بلاشبہ جو بادل پہلے غیر متحرک لگ رہے تھے اب انھوں نے ان ستاروں کو چھپالیا تھا۔ "کسے خبر!" میں نے خود سے پوچھا۔ "شاید تیونس میں وہ تینوں ستارے اس وقت بالکل واضح نظر آرہے ہوں، بالخصوص مخالیف گاؤں اور اس کے گردونواح میں۔ شاید وہ اس وقت وہاں ویسے ہی جگمگا رہے ہوں جیسے کچھ دیر قبل یہاں چمک رہے تھے۔"

مجھے دوبارہ ٹھنڈ محسوس ہونے لگی۔ میں نے اپنے بازو سینے کے گرد لپیٹ لیے اور اپنی انگلیوں سے خود کو سہلانے لگا اور ذہن میں اس جگہ کا تصور کرنے لگا جہاں وہ مجھے لیے جارہی تھی۔ تبھی میری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب اس نے اپنے دائیں جانب ایک نیچے سے دروازے کی جانب اشارہ کیا اور بولی، "یہ رہا! بالآخر ہم پہنچ گئے۔"

میں نے اس عظیم الجثہ سیاہ فام آدمی کو دیکھا جو دروازے کے سامنے ایک مجسمے کی مانند ایستادہ تھا اور مجھے فوراً پتا چل گیا کہ ہم کسی ڈسکو، نائٹ کلب یا اس سے ملتی جلتی کسی جگہ پر آئے ہیں۔ یہ واقعی انتہائی حیران کن تھا، کیونکہ ایسی کسی جگہ کے متعلق تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے قطعی علم نہ تھا کہ ماری کلیر کبھی ایسی کسی جگہ پر قدم رکھنا بھی پسند کرے گی۔ مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ وہ مجھے ڈسکو لے آئے گی،

اور وہ بھی کب؟ جس دن اس کا اصرار ہے کہ میری سالگرہ ہے۔

اسے یہ عجیب خیال آیا کیسے؟ اس نے کس طرح اپنے آپ کو اجازت دی کہ گلیوں در گلیوں ایک طویل سفر پیدل طے کر کے مجھے اتنی دور اس جگہ پر لے کر آئے؟ کیا یہ حوصلہ اسے اس شراب نے بخشا جو وہ آج پی رہی تھی؟ کیا وہ میری سالگرہ کے اس موقعے کو مجھ پر اپنی مرضی ٹھونسنے کے لیے استعمال کر رہی تھی؟ کیا اس نے اپنے آپ سے پوچھا بھی تھا کہ مجھے ایسی جگہ پسند بھی ہے یا نہیں؟ ان سوالات نے مجھ پر یلغار کر دی۔ غصے کی غضبناکی سے میں اس پر تقریباً چلّانے ہی کو تھا اور مجھے کوئی فکر نہ تھی کہ دروازے پر کھڑا سیاہ فام شخص جو اتنی دیر سے ہمیں دیکھ رہا ہے کیا سوچے گا، لیکن میں نے اس چلّانے کی خواہش پر بمشکل قابو پایا کیونکہ میں اموزمنٹ پارک، ڈسکو، نائٹ کلب، کیبرے اور اس قبیل کی دوسری جگہوں سے شدید نفرت کرتا ہوں، مگر میں خاموش رہا۔ اس دفعہ بھی میں اپنے جذبات پر قابو پانے میں کامیاب رہا۔

جب میں نے دوبارہ دروازے پر نظر ڈالی تو وہ کھلا اور اس میں سے دو مرد بانہوں میں بانہیں ڈالے باہر نکلے۔ ماری کلیر مجھ سے لپٹ گئی اور بولی، ”تمھارے وہم وگمان تک میں نہ ہوگا کہ میں تمھیں ایسی جگہ لاؤں گی؟ کیا تم نے سوچا تھا؟“

میں نے رضامندی میں سر ہلایا۔ میں نے غور سے دیکھا تو دونوں مردوں میں سے ایک نے اپنے کولھوں کو اس طرح باہر نکالا ہوا تھا کہ وہ مزید نمایاں ہو رہے تھے۔

”کیا سوچ رہے، ہو؟“

مجھے کوئی جواب نہ سوجھا۔ میں نے صرف سر ہلایا۔ میری نگاہیں ان دونوں مردوں کا تعاقب کرتی رہیں جو گلی میں چلے جا رہے تھے اور مڑ مڑ کر میری جانب بھی دیکھ رہے تھے اور ماری کلیر کی توجہ بھی اپنی جانب مبذول کروا رہے تھے جس نے اب مسکرانا شروع کر دیا تھا۔

”اندر چلیں؟“

”جیسی تمھاری مرضی۔“

”آؤ اندر چلتے ہیں۔“

وہ دروازے کی جانب بڑھی اور میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ سیاہ فام شخص نے ہمیں باچھیں چِری

ہوئی ایک مسکراہٹ سے دیکھا جس سے مجھے کچھ آرام آیا۔ اس نے پیچھے ہٹ کر ہمیں گزرنے کی جگہ دی اور دروازے پر دستک دی جو فوراً کھل گیا۔ زندگی میں پہلی بار میں کسی نائٹ کلب میں داخل ہو رہا تھا۔ اونچی دہلیز عبور کرتے ہوئے میں لڑکھڑایا اور گرتے گرتے بچا۔ اس نے میرا بازو تھاما اور ہنسنے لگی۔

''احتیاط سے! ہم سیڑھیاں اتر رہے ہیں۔ تین سیڑھیاں ہیں۔''

ہم ایک لمبے اور تنگ راستے سے گزرے۔ ماری کلیر مجھ سے دو قدم آگے چل رہی تھی۔ گاہے گاہے وہ قہقہہ لگاتی اور تیز موسیقی کی تھاپ پر رقص کرتی۔ اس نے میرے کاندھے ہلائے اور انھیں اس طرح حرکت دی کہ میں بھی اس کی مانند رقص کرنے لگوں۔ وہ ہنستی چلی جا رہی تھی۔ مجھے رات کے اس پہر اس لمبے اور طویل ہال میں جو کسی بھول بھلیوں سے مشابہ تھا، اس کی ہنسی عجیب اور ہسٹریائی لگ رہی تھی، لیکن اس کے باوجود میں نے خود بھی ہنسنا شروع کر دیا اور اپنے آپ کو اس سے چھڑانے کی کوشش کی۔ ہال کے اختتام پر دیوار میں ایک دروازہ تھا مگر میری نظر پہلے اس پر نہیں پڑی تھی کیونکہ اس کا رنگ بھی ہال کی دیواروں جیسا تھا۔ ماری کلیر نے دھکا دے کر اسے کھولا اور ہم نے اپنے آپ کو نائٹ کلب کے اندر پایا، ایک بڑے سے ڈانس فلور سے بمشکل چند گز دور جو عورتوں اور مردوں کی ایک بڑی تعداد سے بھرا ہوا تھا، جو موسیقی کے تیز زیر و بم کے ساتھ جھلملاتی رنگ برنگی روشنیوں میں بھوتوں کی مانند حرکت کر رہے تھے۔

ہم نے رات کا بقیہ حصہ وہیں گزارا۔ ہم نے بے پناہ رقص کیا۔ حقیقتاً تو یہ ماری کلیر تھی جس نے رقص کیا؛ میں جتنی بار بھی ڈانس فلور پر گیا، میں نے صرف اپنے بازو اور پیر جہاں تہاں گھمائے اور میں اسی سے مطمئن تھا۔ اس رات مجھ پر ماری کلیر کے متعلق کئی انکشاف ہوئے۔ مجھے پتا چلا کہ وہ رقص سے عشق کرتی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ دوسرے رقاصوں کے مقابلے میں کوئی بہت اعلیٰ رقص نہیں کرتی لیکن سب سے اہم یہ دریافت تھی کہ ماری کلیر ایک بہت پُرشہوت انداز میں رقص کرتی ہے جس سے نہ صرف میں بلکہ دوسرے بھی جنسی طور پر بیدار ہو گئے، جیسا کہ ان کی آنکھوں سے ٹپکتی شہوت سے عیاں تھا۔

11

صبح کاذب سے قبل آسمان صاف ہو چکا تھا۔ ہم نائٹ کلب والی گلی سے باہر نکلے اور وہاں سے کسی قریبی چوک کی طرف چلے تاکہ ٹیکسی لے سکیں۔ میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے چل رہا تھا اور پھسلنے کے کسی بھی خطرے کو نظر انداز کرتے ہوئے تیز خرام تھا۔ گاہے گاہے ماری کلیر مجھے آلیتی تھی، کبھی میرے کاندھے پر ہاتھ رکھتی، کبھی میرا ہاتھ چھوتی تھی۔ کبھی وہ مجھ سے درخواست کرتی کہ آہستہ چلوں اور دیکھ کر اپنے قدم رکھوں تاکہ پھسل نہ جاؤں۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کہیں مجھے ٹھنڈ تو نہیں لگ رہی؟ اس نے مجھ سے کہا کہ آہستہ اور اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلوں، مگر میں خاموش رہا۔ نائٹ کلب سے نکلنے کے بعد میرا غصہ نجانے کیوں، غیر ارادی طور پر، بہت بڑھ چکا تھا۔ جب میری توجہ حاصل کرنے کی اس کی کئی کوششیں ناکام رہیں تو وہ بھی چپ ہو گئی، لیکن عجیب بات یہ تھی کہ اس کی خاموشی نے میرا غصہ مزید بڑھا دیا، کیونکہ مجھے شدتِ جذبات، غصے اور تھکن کی حالت میں یوں لگا جیسے اس کی خاموشی نے میرے جذبات کو نظر انداز کر کے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔

خالی چوک کی خاموشی میں ہم دونوں الگ الگ کھڑے رہے۔ میں نے نگاہ آسمان کی طرف کی تو وہی تین ستارے چمکتے دکھائی دیے۔ میں دیر تک انھیں دیکھتا رہا تاکہ یہ سب کچھ بھلا سکوں، اپنے جذبات پر قابو پا سکوں یا کم از کم ان کی شدت میں کچھ کمی ہی لا سکوں، لیکن یہ بے سود رہا۔ میری یادداشت نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا۔ ایک بار پھر میں ماری کلیر کو ڈانس فلور پر تھرکتے ہوئے دیکھ سکتا تھا جو اپنے جسم کو پرجوش انداز میں لہرا رہی تھی۔ میں اسے دیکھ سکتا تھا کہ کس طرح وہ ایک قریبی مرد کو دیکھ رہی تھی، اپنی پشت اس کی جانب موڑ کر جسم کے نچلے حصے کو حرکت دیتے ہوئے اسے دعوت دے رہی تھی کہ وہ اسے دیکھے۔ میں اسے اپنی ٹانگیں کھولتے اور چھاتیاں چھوتے ہوئے، آگے پیچھے جھومتے ہوئے دیکھ سکتا تھا۔ وہ یہ سب یوں کر رہی تھی گویا کوئی پیشہ ور بے لباس رقاصہ ہو۔ پھر اس کے ہونٹوں پر آئی وہ پراسرار جنسی مسکراہٹ، وہ مستقل علیحدہ ہوئے ہونٹ، وہ بے حجابانہ خواہش جو اس کی آنکھوں سے عیاں تھی۔

غصے کے تمام تر جذبات، باوجود اپنی شدت کے، اس خیال کو دور نہ کر سکے کہ حقیقتاً میں ماری کلیر کو کسی قسم کا کوئی الزام نہیں دے سکتا۔ بہر حال اس نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا تھا۔ اس نے صرف رقص

ہی تو کیا تھا اور چونکہ وہ رقص سے عشق کرتی تھی لہٰذا اس نے ایک پر کیف جوش وجذبے اور مسرت وشادمانی سے رقص کیا تھا۔ مجھے یقینِ کامل تھا کہ اسے یہ گمان بھی نہ گزرا ہوگا کہ اس کے رقص کی مستی نے اردگرد کے مردوں کے جذبات میں ہیجان پیدا کر دیا تھا۔

اب جب میں دوبارہ اس کے متعلق سوچ رہا تھا، مجھے اس بات پر یقین آتا جا رہا تھا کہ ڈانس فلور پر اس کا رویہ تمام تر غیر ارادی تھا۔ میں نے خود سے کہا کہ اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے کہ وہ کس طرح مسکرا رہی تھی، آنکھیں میچ رہی تھی یا پھر کمر کو کس طرح حرکت دے رہی تھی جس سے تمام تر توجہ کا مرکز بن رہی تھی؟ کیا یہ سب کچھ اس شادمانی کا بے لاگ اور غیر ارادی اظہار نہ تھا جو اسے رقص سے حاصل ہوئی تھی؟ اگر مرد خواہش بھری نگاہوں سے اسے تاڑ رہے تھے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے؟ اور پھر یہ بھی تو ہے کہ نائٹ کلب میں موجود تقریباً تمام عورتیں اسی انداز میں تو رقص کر رہی تھیں۔ ان میں سے کچھ تو تقریباً برہنہ ہی تھیں جس نے انھیں مزید چاہے جانے کے قابل بنا دیا تھا۔

یہ سب انتہائی منطقی اور نہایت واضح تھا، لیکن سینے میں لگی آگ کو کیونکر بجھاؤں؟ اپنے اندر سے آتی انتقام کی صدا کو کیسے خاموش کروں؟ غصے کی اس شدت کو کیسے ختم کروں جس نے مجھ پر غلبہ پا لیا تھا اور مجھے ششدر کر دیا تھا۔

میں بخوبی جانتا تھا کہ جب تک میں اسے ناراض کر دینے والی کوئی بات نہ کہہ دوں گا تب تک اس کیفیت سے جان نہ چھوٹے گی، چاہے اس کی ناراضگی چند لمحوں کی ہی کیوں نہ ہو۔ اپنے آپ کو اس بوجھ سے نجات دلانے کا بہترین ں یہ تھا کہ اسے الزام دوں، برا بھلا کہوں، طعنے دوں، ملامت کروں، تنقید کروں۔ مگر کس بات کے لیے؟ میں اس سے کیا کہہ سکتا ہوں؟ یہ تو مجھے پتا تھا کہ اس کا ردِعمل شدید جارحانہ انداز لیے ہوگا اور شاید یہ ابتدا ہوگی کسی ایسے جھگڑے کی جو ہمارے گزشتہ جھگڑوں کی بہ نسبت زیادہ شدید ہوگا۔ ماری کلیر کو اپنے طرزِ عمل پر کیے جانے والے تبصروں سے شدید نفرت تھی، بالخصوص ایسے موقعوں پر جیسا آج تھا۔ وہ ایسے موقعوں پر کسی قدغن اور حدود و قیود کے بغیر جینا چاہتی تھی تاکہ جتنی ممکن ہو خوشی دے اور زیادہ سے زیادہ مزہ لے۔ اپنے رویے پر کیے جانے والے کسی بھی تبصرے کو وہ اپنی زندگی میں ایک گستاخانہ دراندازی سمجھتی تھی اور اپنی آزادی کو محدود کیے جانے کی ایک کوشش گردانتی تھی، جس کا دفاع وہ انتہائی وحشیانہ غضبناکی سے کرتی تھی۔ اور یہ ایک ایسی چیز تھی جو اسے کسی

صورت قابلِ قبول نہ تھی چہ جائیکہ یہ سب اُس مرد سے سرزد ہو جس سے وہ محبت کرتی تھی اور جس کے ساتھ ایک ہی چھت تلے رہتی تھی۔

مجھے یہ بھی خوف تھا کہ وہ مجھ پر شدید حسد اور رقابت کے جنونی خیالات رکھنے کا الزام لگا دے گی اور شاید مجھے کسی ماہرِ نفسیات سے علاج کا مشورہ بھی دے دے۔ مجھے اذیت ہوتی تھی جب وہ مجھ پر الزام لگاتی تھی۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ غصے میں کہیں میں بالکل ہی قابو سے باہر نہ ہو جاؤں اور کچھ ایسا نہ کہہ دوں یا کر دوں جس سے مجھے بعد میں پشیمانی ہو۔

''چپ ہو جاؤ محفوظ!'' میں نے خود کو ڈانٹا۔ ''بالکل خاموش ہو جاؤ۔ تمھارے حق میں یہی بہتر ہے۔ جب تک تمھارے اندر کا طوفان تھم نہیں جاتا، اپنے پرانے حربے استعمال کرنے کی کوشش کرو جیسا تم نے شروع کے برسوں میں کیا تھا جب صبح کا ناشتہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا جاتا تھا۔ کسی ایک واقعے پر توجہ دو اور کوشش کرو کہ اس پر گہرا غور و خوض کرو۔ اگر چاہو تو وہ دن یاد کرو جب تمھاری ماں فوت ہوئی تھی، یا پھر آہستگی سے صعالیک شعرا کی شاعری کی قرأت کرو۔ انجامِ کار تم بھی ان جیسے ہی ہو؛ وہ جنگلوں اور ویرانوں میں کھو گئے تھے اور تم اس شہر میں کھو چکے ہو جو شہر سے زیادہ بھول بھلیاں لگتا ہے۔ اگر ان سب حیلوں سے بھی کام نہ چلے تو پھر اپنے جوتوں کی طرف غور سے دیکھو، جیسے تم دوسروں کے جوتوں کی بناوٹ اور انداز دیکھ کر ان کی شخصیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہو، یا پھر اپنی جیبوں کو ٹٹولو اور اس میں اُس تیونسی روٹی کے ذرّے تلاش کرو جو تم نے بیل ول کی مٹھائی کی دکان سے خریدی تھی اور بالکل اسی طرح اپنی جیب میں چھپائی تھی جیسے ابلی ہوئی پھلیاں جیبوں میں چھپاتے تھے تاکہ باپ کی مار پیٹ سے بچ سکو۔

''مت بھولو کہ آج تمھاری سالگرہ ہے جسے تم منا رہے ہو، حالانکہ تم اس تقریب کے متعلق کچھ زیادہ پُرجوش نہیں ہو۔ اب اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم اسی دن پیدا ہوئے تھے یا نہیں۔ اس الجھن کو فی الحال بھول جاؤ۔ یوں ظاہر کرو جیسے پیدائشی سرٹیفکیٹ میں لکھی گئی تاریخ درست ہے۔ اب جہاں تک تمھارے ان خیالات کا تعلق ہے کہ سالگرہیں اداسی میں اضافہ کرتی ہیں اور لوگوں کو ان کی موت کے قریب لاتی ہیں، ان خیالات سے دور رہو، جھٹک دو۔ کسے خبر، ہو سکتا ہے کہ تم اسی طرح کے کسی دن کی صبح یا اسی طرح کی کسی رات کے اختتام پر پیدا ہوئے ہو؟ ہو سکتا ہے کہ تم عین اسی وقت پیدا

ہوئے ہو، اور ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ بالکل اسی وقت، عین اسی لمحے۔ اب تم جوش و جذبے سے بھرپور اپنے سفر کا آغاز کرو، آگے راستہ خود بخود وسیع ہوتا چلا جائے گا۔ تمھارا گرم جسم تاریکی میں پھسلتا ہے اور ٹکراتا ہے کسی نرم، دبلی پتلی گرم دیوار سے، یہ راستہ اچانک سکڑ جاتا ہے، تنگ ہو جاتا ہے، تم کچھ دیر آرام کرتے ہو اور پھر اپنے پورے جسم کی طاقت سے خود کو آگے دھکیلتے ہو۔ تم کئی دفعہ اسی طرح کرتے ہو۔ تمھیں لگتا ہے کہ اچانک کوئی چیز کھل گئی ہے اور تم اس سے باہر نکل آئے ہو۔

''تمھاری ماں خوشی سے چیختی ہے۔ وہ تمھارے ننھے سے عضوِ تناسل کو سہلاتے ہوئے اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ تم واقعی ایک لڑکے ہو، یہ عہد کرتی ہے کہ اس بار تمھیں بچانے کے لیے جو کچھ ممکن نہیں ہے وہ تک کر گزرے گی۔ وہ موت کو تمھارے نزدیک پھٹکنے بھی نہیں دے گی۔ وہ اسے اجازت نہ دے گی کہ وہ تمھارے ساتھ وہ کچھ کرے جو وہ تم سے پہلے دنیا میں آنے والے تمھارے بہن بھائیوں کے ساتھ کر چکی ہے۔ وہ جیسے بھی بن پڑا، تمھیں بچائے گی۔ وہ تمھیں ہر طرح کے خطرات سے بچائے گی۔ اس بار وہ تمھیں اتنی آسانی سے قسمت کے حوالے نہیں کرے گی۔ تم زندہ رہو گے۔ تم اسی طرح بڑے ہو گے جیسے دوسرے بچے بڑے ہوتے ہیں۔ تمھارے لیے وہ دنیا کے دوسرے سرے تک جائے گی؛ وہ تمام چڑیلوں، جادوگرنیوں، قبائلی سیانوں، جڑی بوٹیوں اور دواؤں سے علاج کرنے والوں سے ملاقات کرے گی۔ اپنے بہن بھائیوں کی مانند تم نہیں مرے، لیکن وہ مر گئی۔ کبھی کبھار تم سوچتے ہو کہ تمھاری جگہ وہ مر گئی۔ تم میں سے ایک کو مرنا تھا تاکہ دوسرا زندہ رہ سکے، جیسے تم دونوں کے لیے صرف ایک زندگی تھی جسے بانٹنا ممکن نہ تھا۔ یا تم زندہ رہتے یا وہ... اور وہ چلی گئی۔ تمھیں جوان ہوتا نہیں دیکھ سکی۔ اس کی ایک ہی تمنا تھی کہ تمھیں اتنا لمبا دیکھ لے جتنا گھر کے سامنے لگا چیری کے درخت کا تنا تھا۔ وہ ایسا ہی کہا کرتی تھی مگر موت نے اسے اتنی مہلت نہ دی۔''

میں ہلکا سا مڑا اور دزدیدہ نظروں سے ماری کلیر کو دیکھا۔ وہ الگ تھلگ، اپنے آپ میں گم اور تھکی تھکی دکھائی دی۔ وہ ایک کھمبے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی، دونوں ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے اور سر جھکا ہوا تھا۔ میں نے سوچا، آج رات اسے مکمل اور بھرپور نیند نہ مل سکے گی اور صبح اسے کام پر بھی جانا ہے جس کے لیے اسے علی الصباح بیدار ہونا ہے۔ اب بدلے اور انتقام کے جذبات کے بجائے مجھے اس پر ترس آیا۔ میں نے غور نہیں کیا تھا کہ وہ چلتے چلتے مجھ سے دور، اور دور ہوتی چلی گئی تھی۔ یقیناً یہ اس نے

تب کیا ہوگا جب میں اپنے خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ میں اس کے نزدیک گیا مگر اس نے کوئی حرکت نہ کی۔ میں مزید نزدیک گیا۔ میرا محورِ نگاہ اس کا جھکا ہوا سر تھا لیکن وہ بے حس و حرکت اور خاموش رہی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ کھمبے سے ٹکے ٹکے سو گئی ہو؟ میں اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن مجھے کہنے کے لیے کچھ نہ ملا؛ ہاں، یہ احساس ضرور ہوا کہ میرا غصہ اب بڑی حد تک مدھم پڑ چکا تھا اور اب میں خود کو دوبارہ سے پرسکون محسوس کر رہا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ جتنا قریب میں آ سکتا تھا، آ چکا ہوں۔ میں نے اپنی ایڑی زور سے زمین پر پٹخی، مگر وہ بالکل نہ ہلی۔ میں نے پھر ایسا ہی کیا، اور پھر دوبارہ ایسا کیا۔ چوتھی دفعہ اس نے آہستگی سے سر اٹھایا اور مجھے یوں دیکھا گویا میری منت کر رہی ہو کہ میں رک جاؤں اور دوبارہ ایسا نہ کروں۔ اس نے دوبارہ اپنا سر نیچے جھکا لیا اور دروں بینی کی پرانی حالت میں واپس چلی گئی۔

اس کی پرسکون اور فرمانبردارانہ نظر نے مجھے راحت کا احساس دلایا۔ نائٹ کلب سے نکلنے کے بعد اسے برا بھلا کہنے کی جو شدید خواہش میرے اندر پیدا ہوئی تھی وہ اب ماند پڑ چکی تھی۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بغیر تند و تیز الفاظ کہے اور جھگڑا کیے، جس کا مجھے بعد میں افسوس بھی ہوتا، جو کچھ میں حاصل کرنے چلا تھا وہ میں نے تقریباً حاصل کر لیا تھا۔ کہیں میری غیر معمولی خاموشی، اس کے سوالوں کو نظر انداز کرنا اور حقیقتاً اسے کسی توجہ کے قابل نہ سمجھنا، اس پر تنقید کرنے کے میرے دوسرے طریقے تو نہیں تھے؟

مجھے کسی گاڑی کے انجن کی غراہٹ سنائی دی۔ میں فٹ پاتھ کے کنارے رک گیا جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ وہ ایک ٹیکسی ہے اور اس پر لگی بتی بتا رہی ہے کہ وہ خالی ہے۔ میں نے ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور اسے لہرایا۔ مجھے ڈر تھا کہ شاید ڈرائیور مجھے نہ دیکھ پائے۔ گاڑی اسی رفتار سے قریب آئی اور پھر اچانک بریک لگائے۔ اس کے پہیے کی چرچراہٹ سے رات کی تاریکی گونج اٹھی۔ جونہی میں نے ماری کلیر کے لیے پچھلا دروازہ کھولا، ڈرائیور نے، جو عرب لگتا تھا، ہماری منزل پوچھی۔ جب میں نے اسے پتا بتایا تو اس نے دروازہ بند کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ کوئی اور ٹیکسی ڈھونڈ لوں کیونکہ وہ گھر جا رہا ہے اور صرف اپنے راستے کی سواریاں ہی اٹھائے گا۔ گاڑی دوبارہ ایک جنونی رفتار سے چل پڑی۔ مجھے لگا کہ اس کا اس انداز سے چلے جانا میرے لیے ماری کلیر کے قریب ہونے کا ایک اچھا بہانہ ہوگا جس نے دوبارہ کھمبے سے ٹیک لگا لی تھی۔ ہمارے درمیان خاموشی کی دیوار ٹوٹ سکتی تھی۔ میں نے اس سے

ڈرائیور پر خفگی کا اظہار کیا۔ وہ میری جانب مڑی اور مسکرائی۔ اس سے مجھے مزید کچھ بولنے کی ہمت ہوئی۔ میں نے اسے بتایا کہ ٹیکسی ڈرائیور چاہے کہیں کے بھی ہوں، زمین کی غلاظت ہیں۔ وہ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی۔ میرا جوش وخروش مزید بڑھا اور میں نے اضافہ کیا کہ وہ بھڑوے اور کتیا کے بچے بھی ہوتے ہیں۔ اس نے مجھے چاہت بھری نظروں سے دیکھا اور میرا بازو پکڑ لیا۔ اس دوران وہ مسلسل ہنستی رہی۔ میرا حوصلہ اب اتنا بڑھا کہ میں نے دنیا کے ہر شہر کے ٹیکسی ڈرائیوروں کو عربی میں گالیاں دینا شروع کر دیں؛ تب تو ماری کلیر کی دبی دبی ہنسی زوردار قہقہوں میں بدل گئی۔

12

دروازہ کھولتے ہوئے میری کوشش تھی کہ کوئی آواز نہ ہو۔ کمرہ تاریک تھا مگر کھڑکی کے پردوں سے مدھم روشنی چھن کر آ رہی تھی اور مجھے بستر صاف نظر آ رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور بستر تک پہنچا۔ میں نے کمبل ہٹایا اور بستر میں ڈھیر ہو گیا۔

جونہی میرا سر تکیے سے ٹکرایا، مجھے احساس ہوا کہ میں اپنے خیال سے کہیں زیادہ تھکا ہوا ہوں اور وہ دن جو کچھ دیر بعد ختم ہونے والا تھا، ایک انتہائی طویل دن ثابت ہوا تھا۔ عام دنوں کے برعکس، آج ہوٹل کے کاموں نے مجھے بری طرح تھکا ڈالا تھا۔ پڑھائی سے طویل غیر حاضری کے بعد کل صبح جو لیکچر مجھے طالب علموں کو دینا تھا اس کی تیاری نے بھی میری توقع کے برعکس کافی زیادہ وقت لے لیا تھا۔

ماری کلیر دائیں کروٹ کے بل کھڑکی کی طرف رخ کیے لیٹی تھی۔ میں نے کان لگا کر اس کی سانسوں کو سنا اور ان کی ہمواری سے اندازہ لگایا کہ وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں پشت کے بل لیٹا اپنے لیکچر کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اچانک وہ ہلی اور پھر میری جانب کروٹ لی۔ اچانک اس کا ہاتھ میرے کندھے پر آ گرا۔ مجھے اس کی بڑبڑاہٹ سنائی دی، ''تمھارا اس کے ساتھ کیا رشتہ تھا؟'' میں چپ رہا اور کوئی حرکت نہ کی۔ مجھے لگا کہ وہ خواب دیکھ رہی ہے، مگر جب اس کی گرم انگلیاں میرے کندھے پر پھسلیں اور مجھے دوبارہ اس کا سوال سنائی دیا تو مجھے بہت حیرت ہوئی۔ اس دفعہ اس کی آواز مزید واضح تھی۔

’’تمھارے ساتھ اس کا کیا رشتہ تھا؟‘‘

’’کس کے متعلق بات کر رہی ہو؟‘‘

وہ کچھ دیر خاموش رہی جیسے جواب دینے سے ڈر رہی ہو۔ ’’تمھاری ماں۔‘‘

’’میری ماں؟ تمھیں اس وقت اس کا خیال کہاں سے آ گیا؟‘‘

’’مجھے نہیں معلوم۔‘‘

اب مجھے یاد بھی نہیں تھا کہ میں نے پہلے پہل ماری کلیر سے اپنی ماں کے متعلق کب بات کی تھی۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میں نے ایک بار ماری کلیر کو یہ کیوں بتایا تھا کہ میری ماں کے چہرے کے خطوط اور نقوش جو میری یادداشت میں باقی تھے، اب آہستہ آہستہ دھندلے پڑتے جا رہے ہیں اور تصویروں سے میں ان نقوش کو یاد نہیں کر سکتا کیونکہ میری ماں کبھی کیمرے کے سامنے کھڑی نہ ہوئی تھی۔ لیکن جب سے میں نے اسے یہ بتایا تھا، میری ماں ایک ایسا موضوع بن گئی تھی جس کے متعلق بات کر کے ماری کلیر لطف اندوز ہوا کرتی تھی۔ اس کے بہت سارے سوالوں سے یہ ظاہر تھا کہ وہ میری ماں کے متعلق کچھ تو ہمدردی کے اور کچھ محبت بھرے جذبات رکھتی ہے۔ میں اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ کئی بار اس کی باتیں سنتے ہوئے میں اس کے لیے احترام کے جذبات محسوس کرتا تھا اور مجھے کچھ یوں لگتا تھا کہ اپنی ماں کے برعکس، جو کسی دور افتادہ گاؤں میں فراموش کر دی گئی تھی، وہ میری ماں کے متعلق زیادہ باتیں کرتی تھی۔ کبھی کبھار اس ساری توجہ سے میں چڑ جاتا تھا کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ ماری کلیر لاشعوری طور پر میری ماں کو ایک پر اسرار اور انجان مگر لائقِ توجہ موضوع میں بدل رہی تھی جو اتنا دلچسپ تھا کہ اس کی پُرتجسس طبیعت کو مطمئن کرتا تھا اور اس کے تخیل کو جلا بخشتا تھا۔ اب وہ پھر اس موضوع کی طرف واپس آ رہی تھی اور چونکہ مجھے یقین تھا کہ جب تک میں جواب نہ دوں گا، اس کے سوال کسی صورت نہیں رکیں گے، میں نے ایک دھیمی سی آواز میں تاکہ وہ سمجھ سکے کہ میں بہت تھکا ہوا ہوں، کہا، ’’وہ ایک عام سا رشتہ تھا۔ میں اسے پیار کرتا تھا اور وہ مجھے پیار کرتی تھی۔‘‘

اس موضوع کو فوراً ختم کرنے کے لیے، اور اس کی خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، میں نے مزید کہا، ’’صرف یہی بات تھی، اور ویسے بھی تم یہ سب جانتی ہو۔ میں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اب مجھے سونا چاہیے اور تم بھی سو جاؤ۔‘‘

میں نے کچھ دیر انتظار کیا تا کہ پتا چل سکے کہ وہ میری بات کی قائل ہوگئی ہے۔ وہ خاموش رہی مگر جونہی میں نے اپنی پشت اس کی سمت کی، وہ دوبارہ بولی، ''میں نہیں سمجھ سکتی... کہ تم کس طرح اس کے چہرے کو مدھم پڑتا دیکھ کر برداشت کر سکتے ہو؟''

میں نے کوئی ایسا جواب ڈھونڈا تا کہ گفتگو ختم کر سکوں۔

ماری کلیر نے مزید اضافہ کیا، ''میں تو نہیں کر سکتی... اس کا تو تصور ہی مجھے مارے ڈالتا ہے۔''

''وہ میرے دل میں ہے اور ہمیشہ وہاں رہے گی۔ صرف یہ بات اہم ہے۔''

''کیا تمھاری شکل اس سے ملتی جلتی ہے؟''

''ہاں، بہت زیادہ، ہر کوئی یہی کہتا ہے۔''

''کیا تمھیں اس کی آنکھوں کا رنگ یاد ہے؟''

''ہاں، اس کی آنکھوں کا رنگ بھی وہی تھا جو میرا ہے، گہرا سبز۔''

''کیا وہ تمھاری طرح طویل قامت تھی؟''

''نہیں، میرا قد مجھے اپنے باپ سے ورثے میں ملا ہے۔''

اسی لمحے مجھے یاد آیا کہ اپنے محلے میں سبز آنکھوں والا میں واحد بچہ تھا اور اس کے باعث اہلِ محلہ مجھے 'ژال' کہا کرتے تھے۔ اس بات سے میرے دل کو ٹھیس لگتی تھی اور کئی بار میں تنہائی میں روتا بھی تھا اور چھپ چھپ کر خدا کو بھی برا بھلا کہتا تھا جس نے میری آنکھیں دوسروں کی مانند سیاہ نہ بنائی تھیں۔ ابھی میں یہ سب ماری کلیر کو بتانے کا سوچ ہی رہا تھا تا کہ اسے اپنی ماں کے متعلق مزید بات کرنے سے روک سکوں، کہ مجھے اس کی آواز سنائی دی، ''مجھے تو اس تالے کی کہانی پسند ہے جو تمھاری ماں نے دفن کیا تھا۔''

مجھے تھوڑا سا غصہ آیا لیکن میں نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ پرسکون رہوں گا تا کہ مزید پیچیدگی پیدا نہ ہو۔

''جب تم نے پہلی بار وہ کہانی سنی تھی تو کیسا محسوس کیا تھا؟''

''مجھے اب یاد نہیں۔ تمھیں تو پتا ہے، کچھ لوگ اس کہانی پر یقین نہیں کرتے اور اسے محض توہم پرستی سمجھتے ہیں۔''

''توہم پرستی؟ ایسی کہانی تو توہم پرستی نہیں ہو سکتی، لیکن پھر بھی اس میں ایسا کچھ ہے جو میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس نے وہ تالا گھر کے نزدیک کیوں دفن کیا تھا؟ کہیں دور دفن کیوں نہیں کیا؟''

''مجھے نہیں معلوم۔ کہتے ہیں کہ اس نے تالا وہاں دفن کیا تھا، لیکن یقینی طور پر کوئی نہیں کہہ سکتا۔''

''تو تم نے اپنی ماں سے اس کے متعلق نہیں پوچھا تھا؟''

''نہیں، کبھی نہیں۔''

''انتہائی حیرت انگیز!''

''اس وقت میں بہت چھوٹا تھا۔''

''اور اس نے خود تم سے کبھی یہ بات نہیں کی؟''

''کبھی نہیں۔ اس نے کبھی مجھ سے تالے یا اس جگہ کے متعلق جہاں اس نے اسے دفن کیا تھا کوئی بات نہیں کی۔''

''ہوسکتا ہے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ تم یہ جانتے ہو۔''

''ہوسکتا ہے۔''

''یہ وجہ بھی تو ہوسکتی ہے کہ جن بڑے بوڑھوں نے اسے ایسا کرنے کا کہا ہو انھی نے اسے تمھیں بتانے سے بھی منع کیا ہو۔''

میں کچھ نہ بولا۔ ماری کلیر میرے قریب کھسک آئی۔ اس نے آہستہ آہستہ میری کمر پر انگلیاں پھیرنی شروع کر دیں۔ عموماً ایسے وقت میں پلٹ کر اسے اپنی بانہوں میں لے لیتا تھا، مگر اس دفعہ میں بے حس و حرکت لیٹا رہا۔

''تمھارے والد نے تمھیں تالے کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا؟''

''نہیں، انھوں نے کچھ نہیں بتایا۔''

وہ سختی سے مجھ سے یوں چمٹ گئی مجھے اس کی چھاتیاں اپنی پشت میں گڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ پھر اس نے اپنی ایک ٹانگ میری رانوں کے درمیان رکھ دی اور یونہی انگلیوں سے مجھے سہلاتی رہی۔

''اگر میں تمھاری جگہ ہوتی تو اس سے ضرور پوچھتی کہ اس نے تالا کہاں دفن کیا تھا۔''

مجھے احساس ہوا کہ ہر وہ کوشش جو میں نے اسے خاموش رکھنے کے لیے کی تھی وہ رائیگاں ہی گئی۔ اپنے آپ کو اس سے چھڑانے کے لیے میں نے خود کو بستر کے کنارے کی طرف گھسیٹا اور زور

سے بولا، ''تم سمجھتیں کیوں نہیں، میں سونا چاہتا ہوں۔ میں سونا چاہتا ہوں۔'' میری توقع کے برعکس، ماری کلیر نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ وہ حقیقتاً مہربان اور نرم دل لگ رہی تھی۔

''ناراض نہ ہو، میں صرف تمھاری ماں کے لیے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرنا چاہتی تھی۔''

میری طرف اپنی پشت کرنے سے پہلے، اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ اب مزید باتیں نہیں کرے گی، اس نے کہا، ''اگر وہ نہ ہوتی تو تم برسوں پہلے مر چکے ہوتے۔''

اس کا آخری جملہ کافی وقت تک میرے ذہن میں رہا۔ میں بار بار اسے جھٹکنے کی کوشش کرتا مگر وہ فوراً واپس آ جاتا تھا۔ میں سو نہ سکا۔ کافی دیر تک بستر میں کروٹیں بدلنے کے بعد میں نے تکیے میں اپنا چہرہ چھپا لیا اور تہیہ کر لیا کہ نہ تو جنبش کروں گا اور نہ ہی آنکھیں کھولوں گا۔ جب میں نے سر اٹھا کر ارد گرد دیکھا تو معلوم ہوا کہ کمرہ اب اتنا تاریک نہیں ہے جتنا پہلے تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنی دیر سویا تھا مگر یہ یاد ہے کہ وہ نیند تمام تر خوابوں سے بھرپور تھی۔

میں نے اپنے آپ کو ایک ٹرین پر دیکھا۔ میں اکیلا نہ تھا، میری ماں میرے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ خوش تھی، جس کی وجہ میرا ساتھ ہونا نہ تھا بلکہ اس لیے کہ وہ پہلی بار ٹرین کا سفر کر رہی تھی۔ جب وہ میری جانب مڑی تو میں نے باریک بینی سے اس کے چہرے کے نقوش کا جائزہ لیا۔ ''لگتا ہے مجھے پہلی بار دیکھ رہے ہو،'' میری ماں مسکراتے ہوئے بولی۔ میں کچھ کہے بغیر غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا۔ میں نے غور کیا تو پتا چلا کہ وہ اس ماں سے کچھ مختلف ہے جو میری یادداشت میں دھندلی پڑنے سے پہلے محفوظ تھی، لیکن مجھے اس بات سے کوئی پریشانی نہ ہوئی، کیونکہ مجھے یقین تھا کہ میرے برابر بیٹھی عورت میری ماں ہی ہے۔

''وہ کیا ہے؟'' اس نے کھڑکی سے باہر کی طرف اشارہ کیا۔

''سورج مکھی کے پھول؟''

''ہاں۔''

''ان کا کیا کرتے ہیں؟''

''ان سے تیل نکالتے ہیں''

''تیل؟''

’’جی۔ ایک مختلف قسم کا تیل جس کا ذائقہ زیتون کے تیل سے مختلف ہوتا ہے۔‘‘

میں اس کے سامنے والی خالی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ اپنا سر موڑ کر دور تک پھیلے سورج مکھی کے پودوں کو دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے حیرت جھلک رہی تھی۔ جو کچھ اسے نظر آ رہا تھا وہ اسے پسندیدگی سے دیکھ رہی تھی۔

’’یہ کتنے پیلے دکھائی دے رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے، ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں،‘‘ اس نے سرگوشی میں کہا۔ مجھے شدید خواہش ہوئی کہ اس سے پوچھوں وہ کبھی جنت میں گئی ہے، لیکن ہمت نہ ہوئی۔ ایک خاص نوعیت کی جھجک نے مجھے اس سوال سے روک دیا تھا۔ اسی لمحے یہ خیال بھی آیا کہ اس نے اپنی موت کے بعد پیش آنے والے واقعات کے متعلق مجھ سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ میں نے سوچا کہ اسے بتاؤں کہ یہ ایک بہت اچھا فیصلہ تھا کہ اس نے گاؤں کے بزرگوں کی بات کو دھیان سے سنا تھا اور اس تالے کو دفن کر دیا تھا، اور یہ بھی کہ اگر وہ نہ ہوتی تو میں کافی دن پہلے ہی مر چکا ہوتا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اور خاموش رہا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ ان معاملات کی ادھیڑ بُن شاید اسے پرانی اداسیوں کی یاد دلائے اور خوشی کی اس کیفیت کو بھی برباد کر دے جس نے اس وقت اسے گھیر رکھا تھا۔

ٹرین ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی۔ پلیٹ فارم پر سوائے ماری کلیر اور اس کی ماں مادام سار کے کوئی ذی روح نہ تھا۔ وہ ہم سے بہت گرمجوشی سے ملیں اور بہ اصرار ہمارا سامان اٹھا کر اس کار تک لائیں جو ہمیں اس کی ماں کے گھر لے جانے آئی تھی جو کہ گاؤں سے باہر واقع تھا۔ راستے بھر ماری کلیر کی نگاہیں میری ماں کے چہرے پر مرکوز رہیں جو پچھلی سیٹ پر اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ہم ان کے گھر پہنچے اور ابھی نشست گاہ میں بیٹھے ہی تھے کہ ماری کلیر کی ماں بولی، ’’آپ کا بیٹا پہلا عرب ہے، جو ہمارے گھر میں داخل ہوا تھا اور اب دوسری آپ ہیں۔‘‘ میری ماں نے روزمرہ کی تیونسی زبان میں جواب دیا کہ اسے یقین ہے کہ اس کے بیٹے کی اتفاقی ملاقات یقیناً بہترین فرانسیسی لوگوں سے ہوئی ہوگی۔ اسی لمحے مجھے پتا چلا کہ وہ ایک دوسرے کی بات سمجھ رہی ہیں حالانکہ دونوں اپنی اپنی الگ زبان میں بات کر رہی تھیں۔ مجھے یہ بالکل عجیب نہیں لگا۔ مجھے تو اس وقت بھی حیرت نہیں ہوئی جب میں نے انھیں ایک دوسرے کے نام پکارتے سنا، جبکہ مجھے یاد نہیں تھا کہ میں نے اسٹیشن پر ان کا تعارف ناموں سے کروایا ہو۔

''اسے اپنا ہی گھر سمجھیے مادام ترکی، آرام سے بیٹھیے۔ اگر آپ کوئی اور نشست لینا چاہیں تو بلا تکلف ایسا کیجیے۔''

''آپ پر خدا کی رحمت ہو مادام سار، میں یہیں ٹھیک ہوں۔ خدا آپ کو درازیِ عمر عطا کرے اور ماری کلیر کو ہر بلا سے محفوظ رکھے۔''

تھوڑی دیر بعد ہی ماری کلیر اور اس کی ماں میری ماں کے دائیں بائیں اسی صوفے پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ میری ماں کے قریب ہو گئیں اور اس کی جانب دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

''مادام ترکی، آپ اس وقت کس قدر حسین لگ رہی ہیں۔ آپ کا لباس بھی بہت خوبصورت اور چمکدار ہے۔ یہ کون سا کپڑا ہے؟ سِلک، لِنن یا کتان؟''

اس نے ان کی یونانی عبا جیسے لباس کے کناروں کو چھوا اور نرمی سے اس پر انگلیاں پھیریں۔ پھر وہ مزید جھک کر اس کا معائنہ کرنے لگی۔

''آپ کا ہار بھی لاجواب ہے مادام ترکی، آپ کی انگلی میں یہ انگوٹھی اور یہ کنگن! آپ کی آنکھوں کا کاجل، آپ کی پیشانی پر گودا گیا یہ نقش، آپ کی مسی، آپ کے ہاتھوں میں لگی حنا، آپ کی آنکھوں کی رنگت، آپ کی جلد، آپ کے دانت... اُف! اُف!'' میری ماں مسکراتی رہی۔ وہ گاہے گاہے مجھے بھی دیکھتی جا رہی تھی، گویا مدد کے لیے پکار رہی ہو، لیکن مدد یہ چاہتی ہو کہ میں اس تمام غیر متوقع تعریف کو سنبھالنے میں اس کی مدد کروں۔ میں بھی جواباً اس کی جانب دیکھ کر مسکرایا۔ مجھے خوشی تھی کہ جس ملاقات کے متعلق مجھے اتنے خدشات تھے وہ اتنی عمدگی سے جاری تھی۔

ماری کلیر اور اس کی ماں نے اپنے مہمان کو اس وقت تک تنہا نہ چھوڑا جب تک انھیں خود احساس نہ ہو گیا کہ وہ ضرورت سے زیادہ دیر اپنے مہمان کے پاس بیٹھ چکی ہیں اور اب وقت آ گیا ہے کہ باورچی خانے میں جا کر کھانا تیار کیا جائے۔ میری ماں نے تنہائی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھے بتایا کہ میں واقعی خوش قسمت ہوں اور زندگی مجھ پر مہربان ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ بچپن کی اس تمام محرومی کے بعد زندگی اب میرے ناز اٹھا رہی تھی کیونکہ اس کے وہم و گمان میں بھی تھا کہ میں اس قدر خوبصورت اور سمجھدار عورت سے شادی کر لوں گا، اگرچہ اسے ہمیشہ سے یقین تھا کہ مجھے اچھے لوگ ہی ملیں گے۔ میں اسے بتانا چاہتا تھا کہ ماری کلیر میری بیوی نہیں ہے، کہ میں اس کے ساتھ گناہ آلود زندگی گزار رہا ہوں

اور یہ بھی کہ وہ اتنی سمجھدار نہیں ہے جتنی اسے لگتی ہے۔ مگر میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

میری ماں صوفے سے اٹھ کر نشست گاہ میں آہستہ خرامی کرنے لگی۔ وہ کبھی کسی فرنیچر کے سامنے رکتی اور غور سے اس کا معائنہ کرتی، اس پر جھکتی، اسے چھوتی، اسے سونگھتی۔ اس نے آتشدان پر رکھی کچھ چیزوں کو چھوا، ٹیلیوژن کی ٹرالی اور کتابوں کے شیلف کو بھی۔ وہ باریک بینی سے ہر چیز کا مشاہدہ کر رہی تھی۔ کئی اشیا کو اس نے الٹ پلٹ کر بھی دیکھا اور مجھ سے کئی چیزوں کے نام بھی دریافت کیے۔

میں نے ایک بار پھر اس کے چہرے کو باریک بینی سے دیکھنا شروع کیا تاکہ اس کی تمام تر تفصیل اور نقوش تمام عمر کے لیے میرے ذہن میں نقش ہو جائیں اور میں پہلے کی مانند انھیں بھول نہ جاؤں۔ مجھے علم تھا کہ وہ جہاں سے آئی ہے وہاں واپس چلی جائے گی، اور یہ کہ وہ اسی پر اسرار طریقے سے غائب ہو جائے گی جس پر اسرار طریقے سے وہ ہمارے نیند کے آگے ہتھیار ڈالنے کے بعد ظاہر ہوئی تھی۔ مجھے یہ خیال بھی آیا کہ اس کی بہت ساری تصویریں لے لوں، لیکن پھر یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا کیونکہ مجھے یہ مناسب نہ لگا کہ جو لوگ مر چکے ہیں ان کی تصویریں لی جائیں۔ جو مر چکے وہ مر چکے، میں نے خود کو سمجھایا۔ ان کی پوشیدہ دنیا میں یوں بے ہنگم اور بھونڈی دخل اندازی اس دنیا کو دکھ دے گی اور نقصان پہنچائے گی۔ میں اس بات سے بھی خوفزدہ تھا کہ مردہ لوگوں کی تصویر لینا ایک گناہ اور ممنوعہ امر ہے۔

جب کچن سے ماری کلیر کی آواز سنائی دی کہ سب کچھ تیار ہے تو میں نے اپنی ماں کو بتانا شروع کیا کہ کھانے کی میز پر کیا عمل کرنا ہے۔ کانٹا اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑنا ہے، روٹی کو چھری سے کاٹنا ہے، کھانا چباتے وقت منھ بند رکھنا ہے، بھرے ہوئے منھ سے بات نہیں کرنی ہے، بیٹھے رہنا ہے اور صرف انتہائی ضرورت کے تحت ہی اٹھنا ہے۔

میری ماں نے بریڈ کا ایک سلائس، جس پر فوئی گراس کی تہہ جمائی گئی تھی، اٹھایا اور چھوٹا سا ٹکڑا دانتوں سے کاٹا۔

"یہ آپ کو کیسا لگا؟" ماری کلیر کی ماں نے پوچھا۔

"انتہائی لذیذ اور ذائقے دار، یہ کیا ہے؟"

"یہ بطخ کی کلیجی سے تیار کردہ ایک پکوان ہے۔ یہ ہم کرسمس اور اسی طرح کے دوسرے بڑے

موقعوں پر کھاتے ہیں۔ یہ ہم نے بطورِ خاص آپ کے لیے منگوایا ہے۔ کیا آپ ایک اور سلائس لینا پسند کریں گی؟''

میری ماں نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیا آپ کو معلوم ہے مادام ترکی، آپ کے بیٹے کو فوئی گراس بالکل پسند نہیں ہے۔'' ماری کلیر، جواب تک خاموش تھی، اچانک بول پڑی۔ ''یہ کہتا ہے کہ جب بھی وہ یہ پکوان کھاتا ہے اس کے پیٹ میں درد ہو جاتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اسے نہ تو اس کا رنگ پسند ہے نہ ذائقہ۔ اس کی نفرت میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب اس نے ٹی وی پر ایک دستاویزی فلم دیکھی تھی جس میں 'دوردونے' کے کسان غریب بطخوں کی چونچ کھول کر اس میں ایک ٹیوب ڈال رہے تھے تا کہ انھیں زبردستی غذا دے کر مزید فربہ بنایا جائے، یوں ان کی کلیجی بھی بڑی ہو جاتی ہے۔''

میری ماں کچھ نہ بولی مگر مجھ پر پڑنے والی اس کی کبھی کبھار والی نظر اب طویل اور مزید شدید ہو گئی۔ جب ہم نے مین کورس ختم کر لیا اور اس سے پہلے کہ ہم پنیر کی طرف بڑھتے، مجھے ایک انتہائی اہم بات یاد آئی جو میں ماں کو کھانے کی میز پر برتاؤ کے متعلق بتانا بھول گیا تھا کہ وہ سرخ مشروب جو کھانے کے ساتھ پیا جا رہا ہے، وہ شراب ہے۔ خوش قسمتی سے ماں نے ایک ہی گلاس لیا تھا۔ اس نے بار بار مجھے یقین دلایا تھا لیکن وہ ایک گلاس ہی میری ماں کو ایک دوسرے انسان میں بدلنے کے لیے بہت کافی تھا۔

''مادام ترکی، میں چاہوں گی کہ آپ روکفورٹ کے اس ٹکڑے کو ضرور چکھیں،'' ماری کلیر کی ماں نے ایک بڑی پلیٹ جس میں مختلف اقسام کے پنیر رکھے تھے، ان کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ تمام پنیر ہمارے اپنے ملک کے ہیں۔'' میری ماں نے پنیر کا ایک ٹکڑا شوق سے کھایا اور فوراً اپنی پلیٹ ماری کلیر کی ماں کی طرف بڑھائی جو میری ماں کی پنیر کی غیر متوقع پسندیدگی دیکھ کر بہت خوش تھی۔

'اور اب کیا خیال ہے، پوں لی ایویک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نہ ہو جائے؟''

''انتہائی مزیدار!'' میری ماں نے کہا اور دوبارہ اپنی پلیٹ واپس بڑھائی۔

''اس چاسی آموئی کا ایک ٹکڑا لیجیے اور اس 'کیمبرت' کا، یہ ٹکڑا ہے 'برائی دمیو' اور یہ... اور یہ...''

میں بے یقینی کے عالم میں یہ منظر دیکھ رہا تھا لیکن اس کے بعد میرے ساتھ جو ہوا وہ ناقابل

یقین تھا۔ ہم نے میٹھا ختم کیا جسے میری ماں نے حیران کن لالچ اور بھوڑے پن سے کھایا۔ ماری کلیر کی ماں نے چاکلیٹ کا ایک کھلا ہوا ڈبا میز پر رکھا۔ میری ماں نے مزے سے اسے تاڑنا شروع کر دیا۔ اچانک اس نے سر پیچھے جھکایا اور ترش روئی سے مجھ سے پوچھا، ''تمھیں فوئی گراس کیوں ناپسند ہے؟'' میں اس کی جانب دیکھ کر مسکرایا مگر خاموش رہا۔ میری ماں نے ایک بار پھر مجھ سے یہی سوال کیا مگر اس بار اس کی آواز کافی اونچی اور تیز تھی۔ ماری کلیر اور اس کی ماں کی حرکات رک گئیں اور ایک بوجھل خاموشی چھا گئی۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا جواب دوں۔ ''تم اب تہذیب یافتہ ہو اور اس کے باوجود اپنی مہربان ساس کے ہاتھ کی بنی ہوئی فوئی گراس سے انکار کرتے ہو؟''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسے دوسری بہت ساری چیزیں پسند ہیں،'' ماری کلیر جلدی سے بولی۔

''مگر یہ فوئی گراس کو منع کیسے کرتا ہے؟'' میری ماں چلائی۔

ماری کلیر کی ماں نے اسے پرسکون رکھنے کے لیے مداخلت کی۔ ''مجھے بھی بہت ساری چیزیں ناپسند ہیں۔ برائے مہربانی فکر نہ کریں۔''

مگر میری ماں نہیں رکی۔ ''کسی اجنبی کے لیے یہ انتہائی نامناسب ہے کہ وہ اپنے خوش آمدید کہنے والے میزبانوں کی مرغوب چیز کو ناپسند کرے۔ یہ مناسب نہیں کہ ان سے اختلاف کیا جائے اور ان کے کسی خاص پکوان کو منع کیا جائے۔'' میری ماں پھوٹ کر رونے لگی۔ میں اسے پرسکون رکھنے کی خاطر اس کے قریب ہو گیا۔ ''وہیں رک جاؤ! میں نہیں چاہتی کہ تم مجھے ہاتھ بھی لگاؤ۔ تم اپنے آپ کو کھو بیٹھو گے۔ اگر تم اسی طرح اپنی ضد پر اڑے رہے تو مر جاؤ گے۔''

''خدا کا واسطہ ماں، رو و مت، برائے مہربانی۔''

ماری کلیر اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی اور ان کے ہاتھ تھام لیے۔ وہ ان کے آنسو پونچھتی جا رہی تھی اور انھیں پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ماری کلیر کی ماں بھی قریب سرک آئی اور میری ماں کو یقین دلانے لگی کہ جیسا وہ چاہے گی ویسا ہی ہوگا، لیکن میری ماں کا رونا نہ تھما۔ وہ مجھے کھری کھری سناتی رہی۔ میں نے کچھ دیر تک اس مسئلے کو حل کرنے کی اپنی سی کوشش کی، مگر پھر باہر باغیچے میں چلا گیا۔

13

میں اپنی ماں کو اس اندوہناک انداز میں روتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی گوارا نہ تھا کہ یہ خواب اس عجیب انداز میں یوں اچانک ختم ہو جائے۔ میں چاہتا تھا کہ یہ خواب اتنا تو چلے کہ میری ماں میری غلطی معاف کر دے، مجھ سے ایک بار پھر خوش ہو جائے، دوبارہ ویسی ہی ہو جائے جیسی وہ ہوا کرتی تھی؛ اگر یہ نہیں تو کم از کم اس دردناک اور ناقابلِ برداشت انداز سے رونا ہی بند کر دے۔

مجھے ایک شدید نوعیت کے غم اور احساسِ جرم نے گھیر لیا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو یقین دلانے کی کوشش بھی کی کہ میرے اور میری ماں کے درمیان جو کچھ بھی ہوا ہے، ماں جو کہ طویل عرصے قبل مر چکی ہے، ایک گزرے ہوئے خواب کے علاوہ کچھ بھی نہیں جو میں کچھ دنوں بعد بھول جاؤں گا۔ لیکن میں ایسا نہ کر سکا۔ میں نے اپنے خیالات کا رخ اپنے آنے والے لیکچر کی طرف موڑنے کی کوشش کی۔ میں نے سوچا کہ معلمی سے طویل عرصے دور رہنے کے بعد اس لیکچر کی کیا اہمیت ہو گی۔ میں نے لیکچر کی جو تیاری کی تھی اسے یاد کرنے کی کوشش کی اور صعالیک شعرا کی شاعری کے اپنے پسندیدہ اشعار دہرانے شروع کر دیے۔ تمام تر کوشش کے باوجود میری ماں کا چہرہ، غم کی شدت سے رونا اور اس کے بار بار دہرانے گئے الفاظ "میرے قریب مت آنا، مجھے مت چھونا، میں تمھاری ماں نہیں ہوں!" رہ رہ کر میرے ذہن میں آتے رہے اور مجھے بے بس کر کے رکھ دیا۔

میں کوشش کے باوجود بھی بے سکونی میں کروٹیں بدلتا رہا اور پھر اس خوف سے کہ کہیں ماری کلیر کی نیند خراب نہ ہو، میں خوابگاہ سے نکل آیا اور ڈرائنگ روم کے صوفے پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ مجھے یقین تھا کہ اگر دو گھنٹے مزید نیند مل جائے تو میں اس دن کے تمام عذاب برداشت کر لوں گا جو شروع ہی ہوا چاہتا تھا۔ لیکن اس رات نیند میری آنکھوں سے فرار ہو گئی۔ طوعاً و کرہاً میں بستر سے اٹھا، غسل کیا، جلدی جلدی کپڑے بدلے اور اپارٹمنٹ سے نکل آیا۔

شہر کی گلیاں خالی تھیں۔ فٹ پاتھ زیادہ کشادہ لگ رہے تھے۔ میری توقع کے برعکس موسم سرد نہیں تھا۔ میں بے مقصد اِدھر اُدھر گھومتا رہا۔ پہلے تو میں نے لمبے لمبے ڈگ بھرے، گویا اپارٹمنٹ سے فرار ہونے کی کوشش کر رہا ہوں، چاہتا ہوں کہ اس جگہ سے تیزی سے دور ہو جاؤں جہاں میں نے خواب

دیکھا تھا کہ میری ماں اندوہناک انداز سے رو رہی تھی۔ کافی دیر اسی طرح تیز چلنے کے بعد میری رفتار مدھم ہوگئی۔

آہستہ آہستہ گلیوں میں زندگی بیدار ہونی شروع ہوئی۔ بسوں کی تعداد بڑھنے لگی اور سبز وردیوں میں ملبوس صفائی والے، جنھوں نے اپنی لمبی جھاڑوؤں سے ہر طرف دھول کا ایک طوفان کھڑا کر دیا تھا، زور زور سے باتیں کرتے اور قہقہے لگاتے اپنے کام میں مصروف تھے۔ ان میں سے زیادہ تر عرب اور سیاہ فام تھے۔ کچھ بربری زبان میں بات کر رہے تھے۔

صبح بیدار ہونے کے بعد سے اب پہلی بار میں نے درد اور احساسِ جرم کو کم ہوتے ہوئے محسوس کیا۔ بالآخر میں نے خود کو اپنے خواب کے بوجھ سے چھٹکارا پاتے محسوس کیا۔ مجھے اس بات سے خوشی ہوئی اور میں نے فیصلہ کیا کہ پرسکون رہنے کے لیے یوں ہی چہل قدمی کرتا رہوں تاوقتیکہ ماری کلیر کے ساتھ ناشتے کے لیے اپارٹمنٹ واپس نہ پہنچ جاؤں۔ اچانک احساس ہوا کہ میں چلتے چلتے اپارٹمنٹ سے کافی دور نکل آیا ہوں اور اب میرے لیے یہ ناممکن ہے کہ ماری کلیر کے دفتر جانے سے پہلے واپس پہنچ سکوں، چاہے بھاگتا ہوا ہی کیوں نہ جاؤں۔

مجھے اس بات سے کوئی خاص پریشانی نہیں ہوئی بلکہ اس کے برعکس اندرونی طور پر میں نے محسوس کیا کہ ماری کلیر اسی لائق ہے کہ اسے ناشتے کے لطف سے محروم کر دیا جائے، کیونکہ گزشتہ روز جو کچھ میرے ساتھ ہوا وہ سب اس کی غلطی تھی۔ اگر اس نے میری ماں اور اس تالے کو دفن کرنے کی بات کا ذکر نہ چھیڑا ہوتا تو مجھے وہ عجیب خواب نظر نہ آیا ہوتا۔ اب یہ اہم نہیں تھا کہ میں اپارٹمنٹ واپس جاؤں۔ میں یونہی سیر کر سکتا تھا۔ میں دیر تک عمارتوں پر لگے تالوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ مجھے تیز رفتار ٹیکسیاں راستوں سے گزرتی نظر آئیں۔ کچھ بوڑھے لوگ کتوں کو ٹہلانے لائے ہوئے تھے جو جگہ جگہ فٹ پاتھ پر رک کر پیشاب کر رہے تھے۔ جلدی کھل جانے والی بیکریوں اور کیفوں سے تازہ کافی اور گرم روٹی کی اشتہا انگیز مہک آ رہی تھی۔ جب میں چلتے چلتے تھک جاتا یا بور ہو جاتا تو کسی کیفے میں جا بیٹھتا۔ میں آہستگی سے کافی یا گرم چاکلیٹ کی چسکیاں لیتا رہتا۔ میں نے شاید کوئی ہلکی پھلکی چیز کھا لی تھی لہٰذا بھوک بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں پھر وہاں سے چار گھنٹوں کے لیے کام کرنے ہوٹل کی طرف چل دیا تاکہ پھر وہیں سے یونیورسٹی چلا جاؤں۔ میں نے چلتے چلتے سمت تبدیل کی۔ ایک جیسی کئی گلیاں

عبور کرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ جو کچھ میں نے سوچا تھا اس کے برعکس، مجھے اپنی کتابوں اور لیکچر کے لیے تیار کردہ مواد کے لیے واپس اپارٹمنٹ جانا ہوگا۔ اردگرد طالب علموں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر جو گلیوں سے گزر رہے تھے، میں نے اندازہ لگایا کہ سات بج چکے ہیں۔ ماری کلیر اب تک جاگ چکی ہوگی۔ میں نے تصور میں اسے کروٹ بدلتے اور ہاتھ بڑھاتے دیکھا کہ وہاں کوئی نہ تھا۔ میرے ذہن میں اب کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ اب مزید شائستہ اور مزید مہربان ہوگی بہ نسبت اُس وقت کے جب اس نے گزشتہ روز یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ میری ماں کے متعلق کوئی بات نہیں کرے گی۔ جب اس کی آنکھ کھلی ہوگی تو اس نے لازماً کچھ دیر کے لیے سوچا ہوگا کہ سونے سے پہلے ہم دونوں کے درمیان کیا بات ہوئی تھی اور وہ ضرور قائل ہوگئی ہوگی کہ رات کے اُس پہر میری ماں اور اس کے تالے کے متعلق سوالات کرنا واقعی میری خفگی کا باعث تھا۔

وہ مجھے کچن میں تلاش کرے گی، باتھ روم میں، اور پھر دوبارہ باتھ روم میں ڈھونڈے گی۔ وہ دو تین مرتبہ میرا نام بلند آواز سے پکارے گی تاکہ یقین کر سکے کہ میں اپارٹمنٹ کے کسی کونے میں چھپا ہوا تو نہیں ہوں۔ جب وہ اپنا ناشتہ تیار کر رہی ہوگی تو اسے پتا چل جائے گا کہ میں نے کچھ نہیں کھایا ہے، اور یہ بھی کہ میں اپنا موبائل فون ساتھ لے جانا بھول گیا ہوں۔ وہ اپنے پودوں کو پانی دینے اور میز پر ناشتہ لگانے کے کچھ دیر بعد تک میرا انتظار کرے گی اور پھر ناامید ہو کر جلدی جلدی ناشتہ کر کے فوراً اپارٹمنٹ سے نکل کھڑی ہوگی تاکہ ڈاک خانے پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے۔

وہ میٹرو میں بیٹھی دیر تک دوسرے مسافروں کے چہروں کو غور سے دیکھتی رہے گی۔ وہ پلیٹ فارم کی بنچوں پر بیٹھے افراد کو بھی دیکھے گی۔ اسے تعجب ہوگا کہ میرے اس عجیب انداز میں غائب ہونے کا سبب کیا ہے اور اسے کیا کرنا چاہیے جس سے پتا چلے کہ میں خیریت سے ہوں۔ شاید اسے خیال آئے کہ اس ہوٹل کے مالک کو فون کرے جہاں میں کام کرتا تھا لیکن وہ شاید اس وقت تک ایسا نہ کرے جب تک میں اپنے معمول کے وقت کے مطابق اپارٹمنٹ واپس نہ آ جاؤں۔ وہ کوشش کرے گی کہ ڈاک خانے پہنچ کر یہ سب کچھ بھول جائے۔ اپنے ابتدائی دنوں کی مانند وہ خطوں کی ٹرالی پر جھک کر ٹکٹ اور لوگوں کے پتے دیکھے گی اور خطوں کی مہک سونگھے گی لیکن وہ اپنی بے قراری چھپانے یا اس پر قابو پانے میں ناکام رہے گی۔ وہ اپنے ساتھیوں کے سامنے پرسکون اور نارمل نظر آنے میں ناکام رہے گی۔ وہ

کھوئی کھوئی رہے گی اور اپنی بے چینی اور اضطراب پر قابو نہ پا سکے گی جب تک کہ میں شام کو گھر نہ پہنچ جاؤں۔ میں نے تصور میں اسے اپنے ہونٹ چباتے دیکھا جیسے وہ اس وقت کرتی تھی جب کسی الجھن اور پریشانی کا شکار ہوتی تھی۔ میں مسکرایا۔ ”تم اس سے بھی زیادہ کی سزاوار ہو،“ میں نے خود سے کہا۔ ”آئندہ میری ماں اور اس کے تالے کے متعلق منھ کھولنے سے پہلے اچھی طرح سوچ بچار کر لینا۔“

پیدل چلنے والوں کا ہجوم اچانک بڑھ گیا۔ یوں لگتا تھا کہ قرب و جوار کی عمارتوں کے مکین اچانک ایک ساتھ ہی گھروں سے نکل آئے ہیں۔ کاروں، ٹرکوں اور بسوں کے ہارنوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا کیونکہ وہ مطلوبہ رفتار سے گزر نہیں پا رہے تھے۔ ٹریفک جام ہو گیا تھا۔ ایک شور برپا تھا جس میں بے صبرے ڈرائیوروں کی گالیاں اور کوسنے بھی شامل تھے۔

جب تک اسکول اور دیگر ادارے کھلیں اور راہگیر اور ٹریفک کچھ کم ہو، تیز شور اور قدیم ٹرکوں سے نکلنے والے دھویں سے بچنے کی خاطر میں جلدی سے سامنے آنے والی ایک دکان میں داخل ہو گیا۔ دو چار قدم اندر چلنے کے بعد ہی مجھے پتا چلا کہ میں گیلری لافایت کے اندر تھا۔ مجھے پہلے پتا یوں نہ چلا کہ میں صدر دروازے کے بجائے ایک بغلی راستے سے اندر داخل ہوا تھا۔

مجھے خوشی کے جذبات نے گھیر لیا۔ مجھے سپر مارکیٹیں اور بڑے بڑے اسٹور بہت پسند تھے۔ مجھے ان میں گھومنے اور چلنے پھرنے میں مزہ آتا تھا بالخصوص جب ان میں زیادہ ہجوم نہ ہو۔ اسی وجہ سے میں کرسمس یا سالِ نو کی خریداری کے وقت ان میں داخل ہونے سے گریز کرتا تھا۔

مجھے مزید خوشی اس وقت ہوئی جب پتا چلا کہ میں عطریات کے شعبے میں ہوں اور پھر ایک اور شعبہ جسے یہاں ’شعبۂ نرم زیر جامہ‘ کے نام سے پکارتے ہیں۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ بڑے اسٹوروں کے یہ شعبے ہمیشہ میری توجہ کا مرکز رہے تھے۔ اسی باعث میں نے ہمیشہ خود کو بازار ہوٹل دی ول، لی پرنتیمپس ڈیپارٹمنٹل اسٹور، گیلری لافایت اور موں پارناس شاپنگ سینٹروں کے بڑے اور نہایت خوبصورت عطریات اور زنانہ زیر جاموں والے شعبوں کی طرف کھنچتا محسوس کیا تھا۔

درجنوں زیر جاموں کی پُرکشش نمائش، مختصر ترین جانگیے اور انگیائیں، مختلف رنگوں میں مگر زیادہ تر ہلکی گلابی، سرخ اور سفید رنگ کی۔ ان میں سے زیادہ تر نرم اور مہین ترین کپڑے اور ڈوریوں سے تیار کی گئی تھیں جن کا مقصد کانے پردے کے بجائے دکھانا اور جوش کو مہمیز کرنا زیادہ تھا۔ خوشبو کی درجنوں

بوتلیں نفاست اور خوبصورتی سے رنگین تختوں پر سجائی گئی تھیں۔ انتہائی کم عمر اور حسین سیلز گرلز بھرپور میک اپ کیے ہوئے، ہر طرف طویل قامت آئینے لگے ہوئے، اس پر اضافہ کر لیجیے اس تمام خمار آلود زنانہ ماحول کا، سیلز گرلز کی خوشبوؤں میں ملی ہوئی نئے کپڑوں کی مہک اور پھر گاہک، جو زیادہ تر عورتیں ہوا کرتی تھیں، اور اس سب پر مستزاد خوشبو کے مفت نمونے۔ اوہ خدایا! اس سے زیادہ نرم رو اور دلکش جگہ اور کون سی ہو سکتی تھی، اس سے زیادہ بہتر کون سی جگہ ہوگی جو کسی کے تنے ہوئے اعصاب کو سکون بخشے اور فضول لغویات سے ذہن کو نجات دلائے اور جہاں اس اداس صبح قسمت نے مجھے لا کھڑا کیا تھا!

میں نے اس شعبے کی سیر کی، ایک لمبی مگر آہستہ خرام سیر۔ میرے پاس کافی وقت تھا کہ پہلے ڈپارٹمنٹ جاؤں اور پھر وہاں سے ہوٹل جاؤں۔ ہر لمحے جب میں یہ سوچتا کہ اب یہاں سے نکل جاؤں تاکہ سکیورٹی گارڈ کی نظروں میں نہ آ جاؤں جو مجھ پر نظر رکھنا شروع کر دے گا اور پھر میری آزادی کو محدود کر کے اس پُرلطف سیر کا خاتمہ کر دے گا، تو ایک شدید خواہش ہر بار مجھے ٹھہرنے پر مجبور کر دیتی۔ میں ایک ہال سے دوسرے ہال میں گھومتا رہا اور جہاں تہاں رک کر نرم ملبوسات کو چھو کر دیکھتا رہا۔ میں نے خوشبوؤں کے مفت نمونوں کو سونگھ کر دیکھا۔ میں ان عورتوں کو دیکھتا رہا جو جانگیوں اور انگیاؤں کا معائنہ کر رہی تھیں اور انھیں چھو کر ان کی نرمی محسوس کر رہی تھیں۔ میں نے خوبصورت سیلز گرلز کی جانب دیکھا اور مجھے یقین نہ آیا کہ وہ صرف اور صرف مجھے دیکھ کر مسکرا رہی ہیں۔ جب میں وہاں سے باہر آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ ہر وہ بات جو مجھے پریشان کر رہی تھی اور جس کا تعلق پچھلی رات کے خواب سے تھا وہ اب بالکل ختم ہو چکی ہے اور اس کی جگہ ایک نشاط آور، کیف انگیز خوشی کے احساس نے لے لی ہے۔

جب میں اس شام گھر پہنچا تو ماری کلیر میری توقع کے مطابق ناراض تھی۔ جواب میں میں نے اسے ہر بات کے لیے الزام دیا۔ وہ مجھ پر چیخی چلائی اور میری کئی باتوں پر تنقید کی۔ میں خاموش ہو گیا اور اس انتظار میں رہا کہ شاید وہ پرسکون ہو جائے لیکن اس کی چیخ پکار نہ تھمی بلکہ وہ مزید غصے میں آ گئی اور مجھے برا بھلا کہنے لگی۔ میں نے بھی اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میں نے اسے کمزور اور ذہنی بیمار کہا۔ میں نے کہا وہ شدید احساسِ کمتری کی شکار ہے اور سب سے خطرناک بات یہ کہی کہ وہ ایک بزدل عورت ہے جو صبح اٹھ کر اگر خود کو تنہا پائے تو ٹوٹ کر بکھر جائے۔ یہ سب باتیں میں نے ایک ہی سانس میں انتہائی تیزی سے کہہ ڈالیں تاکہ وہ میری بات میں دخل اندازی نہ کر سکے۔

اس کی چیخ پکار رک گئی اور وہ سرد نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ نادانستگی میں میرے منھ سے نکلے ان الفاظ پر شدید حیران ہے۔ ماری کلیر نے غیر محسوس انداز میں اپنا سر ہلایا؛ اس کی آنکھوں نے، جو مستقل مجھے گھور رہی تھیں، مجھے بتا دیا کہ وہ اب اپنے طیش کی انتہا پر پہنچ چکی ہے۔ مجھے اپنی کہی ہوئی کچھ باتوں پر افسوس ہوا لیکن میں نے ان کے لیے معافی نہیں مانگی۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتا رہا، یہاں تک کہ وہ خوابگاہ میں چلی گئی مگر دروازہ اتنی زور سے بند کیا کہ دیواریں تک لرز کر رہ گئیں۔

بعدازآں، جیسا کہ معمول تھا، ماری کلیر نے اپنے سب سے تباہ کن ہتھیار، خاموشی، کا سہارا لیا۔ میں اس ہتھیار کے اثرات کا سامنا کرنے کے لیے بالکل تیار تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ میں نے بھی سیکھ لیا تھا کہ اپنی روح پر اس رویے کے تباہ کن اثرات کو کس طرح نظرانداز کیا جائے۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ اس روز اس کی خاموشی معمول سے زیادہ طول کھینچ گئی۔ میں نے یہ عذاب بھگتا اور برداشت کیا، نفسیاتی طور پر بھی اور جنسی طور پر بھی، کیونکہ اس دفعہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالے گی اور مزید یہ کہ نہ تو مجھے چھوئے گی اور نہ ہی بستر یا کسی اور جگہ مجھے اپنے قریب آنے دے گی۔

کافی ہچکچاہٹ کے بعد میں نے اس کے سامنے اعتراف کر لیا کہ اس دن علی الصباح اپارٹمنٹ سے نکل جانا، اور وہ بھی اسے بغیر بتائے، صریحاً میری غلطی تھی۔ میں نے دوسری غلطی کا اعتراف بھی کیا تھا، ایک اور ناقابلِ معافی غلطی، کہ تمام دن اسے فکرمند رکھا اور یہ تک بتانے کی زحمت نہ کی کہ میں خیریت سے ہوں، جیسا کہ مجھے کرنا چاہیے تھا۔

ماری کلیر نے میرے ان اعترافات کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہ دی۔ کئی بار یوں لگتا تھا کہ وہ اس موقعے کو مجھ سے مزید دور ہونے اور اپنی تنہائی میں کھو جانے کے لیے استعمال کر رہی تھی۔ میں نے بھی مایوسی اور دل شکستگی کو خود پر غالب نہ آنے دیا۔ میں نے اپنے اعترافات کو کئی بار مختلف طریقوں سے دہرایا۔ مگر یوں لگتا تھا کہ میں کسی دیوار سے محوِ کلام ہوں۔

کئی دن گزرنے کے بعد میں مجبور ہو گیا کہ وہ سب کچھ کر گزروں جس سے میں اس لمحے تک بچنا چاہتا تھا — ہر اس چیز کی اس سے معافی مانگوں جو مجھ سے سرزد ہوئی تھی۔ میں نے پھر معافی مانگی، حالانکہ مجھے اس بات کا بالکل یقین نہیں تھا کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ ٹھیک ہے، کیونکہ ہر بات کی

ذمے دار تو ماری کلیر تھی۔ ہاں، یہ اعتراف کرتا ہوں کہ اسے بزدل کہنا اور اس پر احساسِ کمتری کا الزام لگانا کچھ زیادہ ہی سخت بات تھی۔

ماری کلیر، اپنی ناراضگی اور خفگی کے خول میں بند، تقریباً دو ہفتے مجھ سے دور دور رہی۔ میں اسے بات کرنے پر مائل کرنے میں ناکام رہا اور اس وقت تک اسے اس کے خول سے باہر نہ نکال پایا جب تک کہ میں نے مصنوعی جوش و خروش سے موسمِ گرما کی تعطیلات کے متعلق بات کی اور بالخصوص اس وقت جب میں نے پُراصرار انداز میں دریافت کیا کہ وہ کس ملک کا سفر کرنا چاہتی ہے۔

14

میں نہیں سمجھتا کہ ماری کلیر کو کسی اور لفظ سے اتنی محبت ہوگی جتنی اسے لفظ 'تعطیلات' سے تھی۔ اس لفظ کا اس پر ایک شاندار، حیرت انگیز اور جادوئی اثر ہوتا تھا۔ وہ جب بھی یہ لفظ ادا کرتی تھی تو اس کی آنکھوں میں چمک در آتی اور چہرے پر بے ساختگی اور سکون کا ایک ایسا ملا جلا تاثر پھیل جاتا جس سے وہ کسی خوش و خرم چھوٹے بچے جیسی دکھائی دینے لگتی۔

ہر سال ماری کلیر کا اصرار ہوتا تھا کہ ہم اپنے بیگ تیار کریں اور سفر پر نکلیں۔ وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ کوئی بھی تعطیلات سفر کے بغیر نامکمل ہیں۔ ایک مزے دار تھکن والی مہم جوئی کے بغیر کوئی تعطیلات نہیں ہوسکتیں۔ ابتدائی برسوں میں سفر کے لیے میں کبھی بھی اتنا پر جوش نہیں ہوتا تھا تاوقتیکہ وہ میرے ساتھ تیونس جانے کے لیے راضی نہ ہوگئی۔ میری عادت یہ تھی کہ کبھی بھی تعطیلات کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا اور نہ ہی مجھے یقین تھا کہ تعطیلات اتنی کھکھیڑ اٹھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ میرے نزدیک چھٹیوں کا تصور یہ تھا کہ گھر پر آرام کیا جائے، گلیوں میں سیر سپاٹا کیا جائے، فلمیں دیکھی جائیں اور پارکوں میں لوگوں کو چہل قدمی کرتے ہوئے تکا جائے۔

مجھے یاد ہے کہ ہماری ملاقات کے دو سال بعد ماری کلیر نے تجویز کیا کہ ہم تنزانیہ جائیں اور کچھ دن زنجبار میں گزاریں، جسے اس نے "مسالوں اور ناریل کا جزیرہ" کا نام دیا۔ میں نے پوچھے بغیر کہ زنجبار اور تنزانیہ کہاں واقع ہیں، فوراً انکار کر دیا، لیکن وہ اصرار کرتی رہی۔ "مجھے تنزانیہ سے کیا سروکار!"

میں نے غضبناک لہجے میں پوچھا۔ ''کیا میں اتنا فاصلہ طے کر کے مسالے دیکھنے جاؤں؟''

''کیا تم افریقی نہیں ہو؟'' اس نے حیرت سے مجھ سے پوچھا۔ یہ میری زندگی کا پہلا موقع تھا جب مجھے علم ہوا کہ میں واقعی افریقی ہوں۔ اس بار ہم کریٹ گئے تھے جہاں ہم نے دو ہفتے گزارے۔ واپسی پر میں شدید تھکن سے چُور تھا۔ اب بھی، جبکہ ہمیں واپس آئے دو ہفتے گزر چکے ہیں، میں ایک ایسی تھکن محسوس کرتا ہوں جو اس سے پہلے تعطیلات میں مجھے کبھی نہیں ہوئی تھی۔

کریٹ پر قدم رکھنے سے واپسی تک ماری کلیر نے مجھے سکون کا ایک سانس نہ لینے دیا اور نہ ہی آرام کرنے دیا۔ بلاشبہ وہ ہماری گزشتہ لڑائی اور اس کے بعد کی معافی تلافی کا فائدہ اٹھا رہی تھی۔ کئی بار اس نے مجھے دوپہر میں قیلولہ تک نہ کرنے دیا جو گرمیوں میں ہمیشہ میری عادت رہی تھی۔ ''ہم یہاں سونے نہیں آئے ہیں!'' وہ مجھے چڑانے کے انداز میں کہتی۔ ''ہم اتنا لمبا سفر کر کے یہاں اس لیے نہیں آئے ہیں کہ جائیں اور جا کر گھنٹوں ساحل پر لیٹ کر رنگ کو سنولایا کریں یا ساحل کے کیفوں میں بیٹھ کر لنگر انداز کشتیوں کو دیکھتے رہیں۔'' یہ دونوں باتیں وہ تھیں جو میں کئی بار کہہ چکا تھا۔ ''کریٹ ایک بڑا جزیرہ ہے۔ یہاں حیرت انگیز جگہیں ہیں جنھیں ہمیں ضرور دیکھنا چاہیے۔ یہاں دریافت کرنے لائق بہت ساری چیزیں ہیں۔''

ہمارے وہاں قیام کے دوران وہ ہمہ وقت تیار رہتی تھی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ گھوما جائے۔ مجھے یاد نہیں کہ اس نے کبھی تھکن یا کسی اور چیز کی شکایت کی ہو۔ وہ ہماری تعطیلات سے بہت خوش تھی، جو اس کے پُرجوش اور خوشی سے بھرپور لہجے سے بھی عیاں تھا۔ اسی باعث وہ اب پُرسکون بھی تھی، گویا اس نے کوئی اہم معرکہ سر کر لیا ہو۔ وہ مجھ سے بھی بہت مہربانی سے پیش آ رہی تھی اور میری چھوٹی چھوٹی خواہشوں کا بھرپور جواب دے رہی تھی، چاہے وہ جنسی نوعیت کی ہی کیوں نہ ہوں۔

گزشتہ کئی سفروں کے برعکس، ہم اس دفعہ ہوٹل یا کرائے پر لیے گئے کسی کمرے میں نہیں ٹھہرے حالانکہ ایسا کرنا ماری کلیر کو پسند تھا۔ اس کا یقین تھا کہ ہوٹلوں میں ٹھہرنے سے چھٹیوں کا لطف برباد ہو جاتا ہے اور مقامی لوگوں سے میل ملاپ، بات چیت، زندگی کے متعلق ان کے خیالات اور نظریات، ان کی غذائیں، عادات اور رسم و رواج جاننے کے مواقع ختم ہو جاتے ہیں۔

ہم نے ساری تعطیلات سفری خیمے میں گزاریں۔ میرے لیے یہ باعثِ حیرت یوں نہ تھا کہ اس

کا اعلان ماری کلیر نے اس وقت کر دیا تھا جب ہم نے کریٹ کو تعطیلات کے لیے منتخب کیا تھا۔ شاید وہ ذہنی طور پر مجھے اس مہم جوئی کے لیے تیار کر دینا چاہتی تھی کیونکہ اسے علم تھا کہ میں اس سے پہلے کبھی بھی یوں کیمپنگ والی تعطیلات پر نہیں گیا تھا۔

خیمہ لگانے کی جو جگہ اس نے منتخب کی تھی وہ مٹی کا ایک میدان تھا جس میں جگہ جگہ یوکلپٹس کے درخت لگے تھے۔ اس میدان کے چاروں طرف ایک نیچی سی دیوار تھی۔ داخلی دروازے پر گارڈ کا کیبن بنا ہوا تھا۔ یہ مخالیف گاؤں کے مرکزی چوک سے کچھ ملتی جلتی جگہ تھی جہاں پر ہر جمعرات کو بکریوں، گایوں اور اونٹوں کا بازار لگتا تھا اور کافی ہلچل رہتی تھی۔ جو چیز اسے مزید سنسان بنا رہی تھی وہ یہ تھی کہ وہ جگہ قریبی گاؤں سے تین کلومیٹر دور تھی۔ ''جتنا ممکن ہو سکے، ہمیں شہروں اور ان کے شور و غوغا سے دور ہٹنا چاہیے'' ماری کلیر نے حکم صادر کیا جب ہم ٹوائلٹ، شاور رومز اور واش بیسن کے قریب سے گزر رہے تھے جو باہر سے کافی صاف ستھرے دکھائی دے رہے تھے۔ ہم اُس جگہ کی طرف جا رہے تھے جو گارڈ نے ہمارے خیمہ لگانے کے لیے مختص کی تھی۔ ''ہمیں کھلی جگہ، صاف غذا اور خاموشی کا لطف اٹھانا چاہیے۔ کھلی فضا میں آسمان اور ستاروں کے سائے تلے زمین پر سونے سے زیادہ بدن اور روح کے لیے راحت افزا کوئی اور چیز نہیں ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ سیاحوں کے ہجوم سے بھی دور رہیں۔ یہاں کے لوگ سادہ اور حقیقی ہیں اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ان میں سے زیادہ تر کریٹ ہی کے باشندے ہیں۔''

خوش قسمتی سے ہمارے لیے مختص کردہ علاقے میں ایک درخت بھی تھا۔ ماری کلیر نے سفری بیگ میں سے اپنا پرانا خیمہ نکالا جو وہ طالب علمی کے زمانے سے استعمال کر رہی تھی۔ پہلے اس کا خیال تھا کہ یہ خیمہ گم ہو گیا ہے یا اس نے خود ہی کہیں پھینک دیا ہے، مگر ہمارے سفر سے کچھ دن پہلے ہی پتا چلا کہ اس کی ماں نے، جو کاٹھ کباڑ جمع کرنے کی عادی تھی جس میں کارڈ بورڈ کے بکسوں سے لے کر خالی بوتلیں اور رنگین کاغذ تک بھی کچھ ہوتا تھا، یہ خیمہ سنبھال رکھا تھا جو ماری کلیر برسوں پہلے اس کے پاس چھوڑ گئی تھی۔

خیمہ لگانے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ ہم نے آسانی سے اسے لگا لیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ ماری کلیر تھی جس نے خیمہ لگایا؛ میں اس کی مدد کر کے ہی خوش تھا کیونکہ مجھے علم نہ تھا کہ یہ خیمہ کیسے جوڑ کر کھڑا کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی یہ خیمہ بدوؤں اور چرواہوں کے ان خیموں سے قطعی مختلف تھا جن سے میں آشنا

تھا۔اس کے بعد ہم نے اردگرد کی زمین صاف کر کے تیار کی۔ میں نے اردگرد پھیلے پتھر، لکڑیاں اور مردہ کیڑے صاف کیے اور مٹی پر پانی کا چھڑکاؤ کیا تاکہ دھول ہمیں پریشان نہ کرے۔ ماری کلیر نے اپنے سفری ادویات کے بیگ سے کیڑے مار دوا نکالی اور خیمے کے اردگرد اس کا چھڑکاؤ کر دیا۔ ''فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب تم آرام سے سو سکتے ہو۔'' پھر یہ ظاہر کرتے ہوئے جیسے وہ ایک خاص جگہ پر اسپرے کرنا بھول گئی ہو، وہ دوبارہ اس طرف اسپرے کرنے گئی اور بہت احتیاط سے اسپرے کیا اور اس تمام وقت میری طرف دیکھتی رہی تاکہ میں بہتر محسوس کروں اور کیڑوں کے متعلق اپنی نہ رکنے والی باتیں اب بند کر دوں، بالخصوص بچھوؤں کے متعلق، کیونکہ ماری کلیر کو علم تھا کہ میں ان سے شدید خوف کھاتا ہوں۔

جب ہم نے اپنا کام ختم کیا تو ہمارے اردگرد تاریکی پھیلنے لگی تھی۔ خیمے کے اندر اور باہر جو چیز جتنی بہتر کی جا سکتی تھی وہ کر دی گئی تھی۔ رات کے کھانے سے قبل ہم نے اس میدان کا ایک طویل چکر لگایا۔ ابھی وہاں بہت زیادہ لوگ خیمہ زن نہیں ہوئے تھے لہٰذا خیمے کافی دور دور لگے ہوئے تھے۔ زیادہ تر خیموں کے سامنے مرد، عورتیں اور بچے کھڑے ہوئے تھے اور خیموں کے قریب ہی سائیکلیں، موٹر سائیکلیں اور کاریں پارک کی گئی تھیں۔ جونہی ہم کسی خیمے کے سامنے سے گزرتے، ماری کلیر خیمے والوں کو ہاتھ کے اشارے سے، سر کی جنبش سے یا پھر کسی لفظ سے ضرور خوش آمدید کہتی۔ ''مجھے کیمپنگ پسند ہے،'' اس نے یوں کہا گویا اپنے عمل کی معافی چاہ رہی ہو۔ ''یہاں پر لوگ ہوٹل کے مہمانوں کے برعکس سرد مہر اور اپنی ذات میں گم نہیں ہوتے، وہ تمھیں دیکھ کر مسکراتے ہیں، تمھیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ تم سے اس طرح ملتے ہیں گویا تمھیں جانتے ہیں۔ ایک دفعہ اس کیمپ کو بھر جانے دو، پھر دیکھنا۔ تمھیں محسوس ہوگا کہ تم ایک بڑے خاندان کا حصہ ہو۔'' ہمیں وقت گزرنے کا ذرا بھی احساس نہ ہوا کیونکہ ہم مستقل سیر کر رہے تھے۔ ہر دن کا ہمارا ایک مختلف پروگرام ہوتا تھا جس کا فیصلہ ماری کلیر ہی کرتی تھی لیکن اس میں میری رضامندی بھی شامل ہوتی تھی۔ رات کا کھانا ختم کرتے ہی، جو زیادہ تر ڈبوں میں بند کھانوں، سبزیوں، اور پھلوں پر مشتمل ہوتا تھا، ماری کلیر اپنے بیگ سے نقشے نکالتی اور زمین پر بچھا دیتی۔ پھر وہ ٹارچ سے، جو رات بھر اس کے قریب رکھی رہتی تھی، روشنی ڈال کر نقشے پر موجود شہروں اور قصبوں کو تلاش کرتی اور اگلے دن وہاں جانے کی تجویز دیتی۔ جونہی یہ بات طے ہو جاتی،

وہ سفری رہنمائی کی کتابیں کھول کر بیٹھ جاتی اور بآوازِ بلند اور انتہائی مزے سے وہ سب پڑھ پڑھ کر سناتی جو ان کتابوں میں اس شہر یا قصبے کے متعلق لکھا ہوتا تھا، بالخصوص مختلف شہروں کی مختلف النوع خصوصیات وہ اس وقت تک پڑھنے سے نہ رکتی جب تک میں جمائیاں نہ لینا شروع کر دیتا، جو دراصل میرا اعلان ہوتا تھا کہ اب میں سوؤں گا۔ میں اپنا جسم سلیپنگ بیگ میں سمیٹ کر آنکھیں بند کر لیتا مگر ماری کلیر اپنی کتابوں اور نقشوں میں مصروف رہتی، اور اس سے پہلے کہ اپنے یا میرے سلیپنگ بیگ میں داخل ہو، عموماً برہنہ، جب اسے میری خواہش ہوتی یا وہ محسوس کرتی کہ میں اس کی خواہش رکھتا ہوں، تو وہ اگلی صبح کے لیے درکار تمام اشیا تیار کر چکی ہوتی تھی۔ اگلے دن کے لیے ہمارے کپڑے اور ساتھ لے جانے کا سامان، پانی کی بوتل بھی وہ خالی کر دیتی تا کہ صبح تازہ پانی بھر سکے، دواؤں کا بیگ، کریم، دھوپ کے چشمے اور راستے کے لیے ناول یا میگزین جو ہم پڑھ رہے ہوتے تھے؛ ہر چیز بیگ میں سلیقے سے رکھ کر، تا کہ صبح کوئی چیز بھول نہ جائیں اور اس سے زیادہ اہم یہ کہ صبح مختلف چیزیں تلاش کرنے میں کوئی وقت ضائع نہ ہو۔ زیادہ تر ایام میں ہم علی الصباح بیدار ہوتے کیونکہ کیمپنگ گراؤنڈ سے گاؤں کے اسٹیشن کے لیے ٹرانسپورٹ خال خال ہی ملتی تھی؛ پھر گاؤں کے اسٹیشن سے کریٹ کے دیگر شہروں کے لیے بسیں ملتی تھیں۔ کبھی کبھار ہم کیمپنگ گراؤنڈ سے پیدل ہی نکل پڑتے تھے بجائے اس کے کہ سواری کے انتظار میں کوفت اٹھائیں۔

ہم نے بہت سارے گاؤں، قصبے اور شہر گھومے اور تاریخی اہمیت اور قدرتی خوبصورتی کی جگہیں دیکھیں جہاں ہم نے کئی کئی گھنٹے یا پھر پورا دن ہی گزارا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اتنی جگہوں پر گئے کہ میرے ذہن میں ان کے نام خلط ملط ہونے لگے، بالخصوص جب ان جگہوں کے نام بھی ملتے جلتے ہوتے تھے۔ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ اتنے مختصر عرصے میں اتنی زیادہ جگہیں گھوم چکا ہوں جتنی اپنی پوری زندگی میں نہیں گھوما تھا۔

ہم رات گئے کیمپنگ گراؤنڈ واپس پہنچتے تھے۔ کھانے کے بعد ماری کلیر اپنے نقشے اور سفری رہنمائی کی کتابیں لے کر بیٹھ جاتی۔ کبھی تو میں اگلے دن کے اس کے پروگرام پر صاد کر دیتا اور کبھی اسے بدلنے میں کامیاب ہو جاتا تھا۔ میں کھانے کی جھوٹی پلیٹیں اٹھا کر واش بیسن والے حصے کی طرف چل دیتا تھا کیونکہ میں اس بات سے واقف ہو چکا تھا کہ کیمپنگ گراؤنڈ میں ٹھہرنے والی بہت ساری عورتیں

اس وقت غسل کے لیے وہاں آیا کرتی تھیں۔ میں کھانے کی پلیٹیں ایک واش بیسن پر رکھ دیتا اور جگہ ایسی منتخب کرتا جہاں سے عورتوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھ سکوں لیکن میرے اردگرد جو عورتیں اور مرد گھوم پھر رہے ہیں انھیں شبہ بھی نہ ہو۔ میں برتن دھونے والا محلول بہت زیادہ مقدار میں پلیٹوں پر ڈال دیتا اور پانی کی دھار پوری رفتار سے کھول دیتا تھا۔ پانی زوردار آواز سے نکلتا اور پورے بیسن کو جھاگ سے بھر دیتا۔ اس طریقے سے میں ایک پلیٹ کو کئی کئی بار دھوتا تھا اور وہاں کھڑے رہنے کے وقت کو طول بھی دیتا رہتا تھا۔ کسی کو پتا بھی نہ چلتا تھا کہ میرے پاس چند ہی پلیٹیں ہیں جن کے دھونے میں اتنا وقت نہیں لگتا جتنا وقت میں وہاں گزارتا تھا۔ گاہے گاہے میں سر اٹھا کر ان عورتوں کو بھی دیکھ لیتا تھا جو غسل کر کے تقریباً برہنہ باہر آ رہی ہوتی تھیں اور ان کے گرم اور گیلے جسم صابن کی خوشبو سے مہک رہے ہوتے تھے۔

تعطیلات کے دوسرے ہفتے کے دوران اور بالخصوص اختتامِ ہفتہ کے قریب میں نے روزانہ کے پروگرام میں کوئی بھی دلچسپی دکھانی ترک کر دی تھی۔ اب میری تمام تر توجہ رات کے کھانے کے بعد واش بیسن والے حصے کی طرف جانے میں لگی رہتی تھی۔ میری توقع کے مطابق، میرے اس معمول کا ماری کلیر نے اپنے پروگرام بنانے میں خوب فائدہ اٹھایا، اتنا کہ جتنی مجھے توقع بھی نہ تھی۔

ایک دن اس نے مجھے صبح کے معمول کے وقت سے پہلے ہی جگا دیا اور تاکید کی کہ ہلکے سینڈل پہنوں کیونکہ جن تنگ گھاٹیوں کے متعلق اس نے گزشتہ روز مجھے بتایا تھا وہ بہت خطرناک تھیں۔ مجھے کچھ افسوس ضرور ہوا کہ میں نے اس سے ان گھاٹیوں کے متعلق معلوم کیوں نہ کیا جہاں وہ مجھے لے جانا چاہتی تھی، مگر میں خاموش رہا۔

ہم ایک کھٹارا بس پر سوار ہوئے جو ایک تنگ، پُرپیچ اور ٹوٹی پھوٹی سڑک پر چڑھتی ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے گئی۔ کئی بار وہ بس دائیں یا بائیں اس انداز میں جھکتی تھی کہ لگتا تھا کہ اب یا تب نیچے بلوط کے جنگل میں جا گرے گی۔ اس طرح کے مہم جویانہ اور پرجوش سفر پر دیگر سیاح ہنستے، قہقہے لگاتے اور جوشیلی چیخیں مارا کرتے تھے۔ جب بس سڑک کے ٹوٹے پھوٹے حصوں پر سے گزرتی، جو سفر کے ساتھ ساتھ اب بڑھتے جا رہے تھے، تو اس کے پہیے دھول کا ایک طوفان کھڑا کر دیتے تھے۔ تمام بس دھول سے بھر جاتی تھی اور ہمیں کچھ نظر نہ آتا تھا۔ کچھ سیاح جلدی سے بس کی کھڑکیاں بند کرنے اٹھتے لیکن کچھ کھڑکیاں صحیح طور سے بند نہ ہوتیں اور کچھ بند ہونے سے بالکل انکاری ہو جاتیں۔ سیاح اپنی آنکھیں

بند کر لیتے، ہیٹ سے چہرے ڈھانپتے، ہاتھوں سے مٹی اڑانے کی کوشش کرتے اور قہقہے لگاتے اور جوشیلی چیخیں بلند کرتے ہوئے اپنی نشستیں تبدیل کرتے۔ اس دوران وہ بالکل بچے بن جاتے تھے۔ ماری کلیر نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور مجھ سے چمٹ کر اپنے اردگرد ہونے والے ہنگامے کو اس شخص کی مانند دیکھ رہی تھی جو کسی دلچسپ موقعے پر اچانک پہنچ جائے اور پھر کسی بھی صورت میں کوئی دلچسپ بات نظر انداز کرنا نہ چاہتا ہو۔

وہ اس دن حقیقی معنوں میں خوش تھی، جس کی وجہ صرف یہی نہیں تھی کہ میں نے اس کے اس ارادے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا کہ ہم وہ طویل گھاٹی عبور کریں جو پہاڑ کی چوٹی سے سمندر تک جاتی تھی، بلکہ ایک وجہ اور بھی تھی کہ میں نے کسی بحث کے بغیر نیکر اور بغیر آستین کی بنیان پہننے پر آمادگی ظاہر کر دی تھی جو عموماً میں لوگوں کے درمیان پہننے سے احتراز کرتا تھا حالانکہ مجھے علم تھا کہ ماری کلیر کو کبھی کبھار مجھے یہ لباس پہنے دیکھنا بہت پسند تھا۔ مجھے ان کپڑوں کے پہننے میں جو امر مانع تھا وہ یہ تھا کہ مجھے اپنے گھٹنے اور بالوں بھری سیاہ اور ہلکی سی خمدار ٹانگیں دکھاتے ہوئے شرم اور جھجک محسوس ہوتی تھی۔

یہ گھاٹی گلابی رنگ کی ان گھاٹیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی جو شدید برساتوں اور موسمی سیلابوں نے ہمارے گاؤں مخالیف کے قریب وادیِ الخروب میں بنا دی تھیں۔ میں ان گھاٹیوں سے اچھی طرح واقف تھا اور بچپن میں کئی بار انھیں عبور کر چکا تھا، یہی وجہ تھی کہ اس دن مجھے ایسا کچھ خاص مزہ نہ آیا جیسا ماری کلیر کو آیا تھا۔ جو خاص بات میں نے محسوس کی وہ یہ تھی کہ یہ گھاٹی کئی مقامات پر زیادہ گہری اور طویل تھی لیکن اتنی پُرخطر نہ تھی کیونکہ گزرے وقت میں آنے والے ہزاروں سیاحوں کے قدموں نے یہاں ایک صاف راستہ بنا دیا تھا جو کانٹے دار جھاڑیوں، درختوں اور نوکدار پتھروں کے درمیان سے گزرتا تھا۔

ہمیں اس گھاٹی کو عبور کرنے میں تقریباً تین گھنٹے لگے۔ راستے میں جگہ جگہ رک کر آرام کرتے ہوئے ماری کلیر کو موقع مل گیا کہ ہر اچھی لگنے والی چیز کی تصویر لے سکے۔ ان میں مکان، ویران جھونپڑیاں، چارے کی تلاش میں پتھروں پر چڑھتی کوئی بکری، پہاڑی نالے اور ان کے گرد اگنے والے اجنبی پودے، بڑی بڑی گلابی چٹانیں، خشک مٹی کے ٹیلے، چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں اور حدِ نظر تک پھیلی وادیاں، سب کچھ شامل تھا۔

کبھی کبھی میں اچانک اس وقت حیران رہ جاتا جب کیمرے کی آنکھ کو اپنی جانب دیکھتا ہوا پاتا

اور اس کا آگے پیچھے ہونے والا عدسہ، جو کسی توپ کی نالی سے مشابہ تھا، مجھے نشانے پر لیے ہوتا۔ ''ہلو مت!'' وہ مجھ سے کہتی۔ ہر تعطیلات میں وہ میری بہت ساری تصویریں کھینچتی جن میں سے زیادہ تر بلیک اینڈ وائٹ ہوا کرتی تھیں۔ اسے فوٹو گرافی سے عشق تھا اور اس کے پاس تین کیمرے تھے، لیکن جب میں نے اس کی تصویر کھینچنی چاہی تو اس نے کسی خاص اشتیاق کا مظاہرہ نہیں کیا کیونکہ اسے اپنی تصویریں پسند نہ تھیں۔ ویسے بھی اسے دوسروں کی تصویریں لینے میں بہت زیادہ مزہ آتا تھا۔

جب ہم سمندر پر وقت گزاری کے لیے پہنچے تاکہ گروپ کے باقی سیاح بھی تب تک گھاٹی عبور کر کے ہم سے آملیں، ہم سمندر میں تیراکی کرنے لگے کیونکہ ہم سے پہلے پہنچنے والے سیاح بھی یہی کر رہے تھے۔ اس کے بعد ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے اور ایک قریبی گاؤں پہنچے۔ وہاں ایک بس ہمیں کیمپنگ گراؤنڈ والے گاؤں لے جانے کے لیے موجود تھی۔

عجیب بات یہ تھی کہ ان شاندار تعطیلات کے دوران جب ماری کلیر بہت پرسکون اور اطمینان سے تھی، اور عین اس دن جب اس کی خوشی اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی، ایک ایسی بات ہوئی جس پر اُس وقت میں نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔ اس وقت مجھے ہلکا سا دکھ تو ہوا تھا مگر اب جب پلٹ کر اس وقت کے متعلق سوچتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ وہ ماری کلیر سے میرے رشتے کے اختتام کی ایک نشانی تھی۔ معمول کے مطابق، رات کے کھانے کے بعد میں نے ماری کلیر کو اس کے نقشوں اور کتابوں کے درمیان چھوڑا اور برتن اٹھا کر واش بیسن کی جگہ پر چلا آیا تھا۔ ابھی میں نے بیسن کو پانی سے مکمل بھرا بھی نہیں تھا کہ میری نظر اُس عورت پر پڑی۔ وہ غسلخانے سے ابھی ابھی باہر آئی تھی۔ مجھے ذرہ برابر بھی شبہ نہ تھا کہ وہ یونانی تھی۔ اپنے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے وہ میری جانب ہی چلی آرہی تھی۔ جب وہ میرے قریب پہنچی تو میں مسکرایا۔ جواباً وہ بھی مسکرائی اور چلتی چلی گئی۔ اس کا لباس اور مسکراہٹ، اس کی چال اور اس کا اپنے اعضا کو حرکت دینا، سب کچھ فاحشانہ تھا۔ میرے اوسان تو خطا ضرور ہوئے لیکن میں جنسی طور پر بہت پُرجوش ہو گیا۔

میں نے برتن دھونا شروع کر دیے اور برتن دھونے کے بعد اس کی سمت جانے کے متعلق سوچا ہی تھا کہ کیا ایسا کرنا بہتر ہوگا؟ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اسے واپس آتے دیکھا، لیکن وہ برتن دھونے نہیں بلکہ ایک جگ میں پانی لینے آئی تھی۔ واپس گزرتے ہوئے وہ مجھے دیکھ کر دوبارہ مسکرائی۔ اس

دفعہ میں پلیٹیں بیسن میں چھوڑ کر اس کے پیچھے چل پڑا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ کہاں ٹھہری ہے۔

میں اس کے قریب ہوتا چلا گیا۔ میری نظر اس کی پشت پر گڑی تھی جو تقریباً برہنہ تھی۔ چند لمحوں بعد وہ مڑی اور ایک طویل قامت مرد کے قریب پہنچی جسے میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک بڑے خیمے سے چند قدم دور کھڑا تھا اور اس کے سامنے دو بچے کھیل رہے تھے۔ اس نے پھرتی سے جگ عورت کے ہاتھ سے لیا اور مجھے گھورتا رہا، گویا جتانا چاہتا ہو کہ وہ مجھے اپنی عورت کا پیچھا کرتے دیکھ چکا ہے۔ میں دوبارہ اس طرف جانا نہیں چاہتا تھا کہ مبادا مجھ پر کوئی الزام لگ جائے، سو میں ناک کی سیدھ میں چلتا چلا گیا گویا سیر پر نکلا ہوا ہوں۔ جب میں کیمپ کی دیوار تک پہنچ گیا تو دوسری سمت مڑا اور ایک دوسرے راستے سے واش بیسن کی جگہ پر پہنچا۔ مجھے اس وقت تک ڈر لگتا رہا جب تک میں پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا رہا، اور جب کافی دیر تک وہ لمبا شخص نظر نہ آیا تو جان میں جان آئی۔

اگر معاملہ یہاں ختم ہو گیا ہوتا تو چیزیں شاید بہتر ہو جاتیں، مگر مسئلہ یہ تھا کہ اس عورت کے تصور اور اس کی برہنہ پشت اور کولھوں نے میرے ذہن پر غلبہ پا لیا۔ ماری کلیر سے ملنے کے بعد میں نے کبھی کسی عورت کی خواہش اس شدت سے محسوس نہ کی تھی۔ اس سے بھی بدتر یہ بات تھی کہ اس عورت کا تصور تمام تعطیلات میرے ذہن پر حاوی رہا؛ یہاں تک کہ اس وقت بھی جب میں ماری کلیر کی آغوش میں ہوتا، وہ میری جانب پیش قدمی کرتی، مجھے یہی محسوس ہوتا کہ میں ماری کلیر کے ساتھ نہیں بلکہ اس یونانی عورت کے ساتھ مباشرت کر رہا ہوں۔ اس کیفیت نے مجھے دکھ اور پشیمانی کے ملے جلے احساس سے دوچار کر دیا تھا کیونکہ میرا خیال تھا کہ میں ماری کلیر سے بے وفائی کر رہا ہوں۔ تعطیلات کے اختتام تک میں خود کو اس عورت کے سحر سے آزاد نہ کرا سکا اور پیرس واپس پہنچنے اور شہر کی مصروف زندگی میں ایک بار پھر سے شامل ہو جانے کے بعد ہی ایسا ممکن ہو سکا تھا۔

15

میں نے گملوں میں لگے پودوں کو دیکھا تو پتا چلا کہ اب وہ کافی بڑھ چکے ہیں۔ سورج کی روشنی میں ان کے پتے مزید سبز دکھائی دے رہے تھے۔ ماری کلیر پودوں پر جھکی، ان کی جڑوں کا معائنہ کر

رہی تھی۔ اس کی پشت میری جانب تھی۔ مجھے اس کے کولھوں کی ہلکی سی جھلک دکھائی دی۔ عام طور پر میں بالکل جھجکتا نہیں تھا اور نہ ہی اس معاملے میں انتظار کرتا تھا، میں فوراً اس کے نزدیک پہنچ کر اس سے لپٹ جاتا تھا۔ وہ بھی سمجھ جایا کرتی تھی کہ میں اسی طرح جھکی ہوئی حالت میں اس سے جفتی کرنا چاہتا ہوں۔ اس بار میں دیر تک اس کے کولھوں کا معائنہ کرتا رہا، گویا انھیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ بالآخر جب میں نے فیصلہ کرلیا کہ اٹھوں اور لپک کر اس سے لپٹ جاؤں، اس نے ایک ہاتھ پیچھے بڑھا کر مجھے قریب آنے سے باز رکھا اور دوسرے ہاتھ سے پودوں کا معائنہ کرتی رہی۔ ''میرا دل نہیں ہے، تم سمجھ گئے نا؟'' اس نے گھور کر مجھے دیکھا تاکہ مجھ پر واضح ہو جائے کہ وہ مذاق نہیں کر رہی۔ پھر وہ دوبارہ پودوں کے معائنے میں لگ گئی۔

ہمیں کریٹ سے آئے چند ماہ ہو چکے تھے مگر اب وہ تعطیلات ماضی بعید کی بات لگتی تھیں۔ ماری کلیر کا رویہ میرے ساتھ مہربانی اور دریادلی کا رہا تھا۔ میری ہر التجا کا اس نے مثبت جواب دیا تھا اور میری ہر اضطراری خواہش کے آگے سرِ تسلیم خم کیا تھا۔

اپنے نسائی وجدان کے باعث اسے معلوم ہو چکا تھا کہ حقیقت میں مجھے اس کی کوئی خواہش نہ تھی۔ ایسی باتیں اس سے چھپانا ناممکن تھا۔ اس نے ضرور بالضرور محسوس کرلیا تھا کہ اس کے لیے میری خواہش نہ حقیقی، نہ غیرارادی اور نہ پہلے کی مانند سب کچھ بہا لے جانے والی تھی، اور یہ کہ میں صرف جسمانی طور پر وہ حرکات کر رہا تھا۔ ویسے بھی اسے میرا اس طرح پیچھے سے گرفت میں لینا کچھ زیادہ پسند بھی نہیں تھا جبکہ وہ پودوں پر جھکی ہوئی ہوتی تھی اور وہ بھی صبح کے وقت۔ جس چیز نے مجھے پریشان کیا وہ اس کا یہ انداز تھا جس سے اس نے مجھے مسترد کیا تھا۔ اس کے جھڑکنے کے انداز سے شدید نفرت جھلکتی تھی، اس کے ہاتھ کی حرکت، جب اس نے میرا ہاتھ جھٹک دیا تھا، اس کے لہجے کی تندی اور بالخصوص سرد نگاہوں سے دیر تک مجھے گھورنا۔۔ مجھے کبھی بھی اس طرح مسترد کیے جانے کا سامنا نہ ہوا تھا، حتیٰ کہ ان لڑائیوں کے دوران بھی نہیں جب وہ مجھے چھوڑ دیتی تھی اور بستر میں بھی اپنے قریب نہیں آنے دیتی تھی۔

میں خاموش رہا۔ کھانے کی میز سے ناشتے کے بچے ہوئے روٹی کے ٹکڑے اور چورا سمیٹا تو بجائے کوڑے دان میں پھینکنے کے کچن کی کھڑکی کھول کر باہر کبوتروں کو ڈال دیا۔ لیموں کی خوشبو والے محلول سے دھیرے دھیرے مزہ لیتے ہوئے سارے کپ، چمچے، چھری کانٹے اور کافی کا جگ دھو ڈالا۔

میں ڈرائنگ روم میں آ کر دھوپ سینکنے لگا اور اس کی نرم حدت سے لطف اٹھانے لگا کیونکہ سال کے اس حصے میں سورج شاذ ہی دکھائی دیتا تھا۔

ماری کلیر ابھی تک پودوں میں مشغول تھی اور اس نے اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کی تھی۔ مجھے تو یوں لگا کہ مزید جھک گئی ہے اور یوں اس کے کولھوں کا بیشتر حصہ اب برہنہ تھا۔ میں نے سوچا کہ وہ یہ سب کہیں کسی مقصد کے تحت جان بوجھ کر تو نہیں کر رہی تا کہ میری جنسی خواہش کو بھی ابھارے اور ساتھ ساتھ مجھے غصہ بھی دلائے، لیکن کچھ ہی دیر بعد میں نے یہ دونوں خیال اپنے ذہن سے جھٹک دیے کیونکہ مجھے دونوں کے متعلق یقین نہ تھا۔

میں نے اس کے ہاتھ کی حرکت کو یاد کیا جب اس نے ہاتھ سے مجھے پرے کر دیا تھا، اور اس کے لہجے اور سرد نگاہوں کو جو کسی گئے گزرے وقت سے وابستہ تھیں، اور مجھے یقین واثق ہو گیا کہ اس کا مجھے مسترد کرنے کا انداز حقیقتاً بہت درشت تھا۔ عجب بات یہ تھی کہ میں اس بار ناراض نہ تھا؛ مزید برآں، مجھے دل کی گہرائیوں سے یقین تھا کہ میں اسی سلوک کا حقدار ہوں۔ میں کسی عورت کو اس طرح کیسے دھوکا دے سکتا ہوں جو مجھ سے محبت کرتی ہے، کہ بظاہر اس شدید اور اضطراری طور پر اس کی خواہش کروں جبکہ درحقیقت میرا مقصد صرف اور صرف اس میں دخول ہو؟

ماری کلیر سیدھی کھڑی ہو گئی اور مڑ کر میری جانب دیکھا۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا اور جواباً اس نے انتہائی خفیف سی مسکراہٹ سے، جسے اس کے ہونٹوں پر بمشکل ہی تلاش کیا جا سکتا تھا، مجھے دیکھا۔ اس کے چہرے پر نیند کے آثار ابھی تک نمایاں تھے۔ اس سے مجھے یہی سمجھ آیا کہ وہ نہیں چاہتی کہ چیزیں مزید پیچیدہ ہوں یا کسی ایسے نقطے تک پہنچ جائیں جو ہم دونوں میں سے کوئی نہیں چاہتا۔ یہ بات مزید واضح اس وقت ہو گئی جب ماری کلیر میرے برابر میں آ کر بیٹھ گئی اور میری طرح کھڑکی سے آتی سورج کی شعاعوں کی حدت سے لطف اٹھانے لگی۔

ایک طویل وقت تک ہم دونوں کچھ نہ بولے۔ کبھی کبھار میں اس کے چہرے کی طرف دزدیدہ نگاہوں سے دیکھ لیتا تھا۔ اس کا چہرہ ہلکی سی زردی لیے ہوئے تھا اور اس کی حرکات میں ایک سست روی تھی جس کا میں عادی نہ تھا۔ شاید وہ گزشتہ رات ٹھیک طرح سے سو نہیں سکی تھی۔ کسے خبر، شاید ڈراؤنے خوابوں کے باعث اس کی آنکھ بار بار کھلی ہو۔

میں چھٹی والے دن عموماً اس سے قبل بیدار ہو جاتا تھا اور آنکھ کھلتے ہی بستر سے نکل کر کمرے سے بھی باہر آجاتا، تاکہ اسے چھٹی کے روز دیر تک سونے کی جو عشق کی حد تک عادت ہے اس سے محروم نہ کروں۔ غسل کرنے کے بعد میں ناشتہ تیار کرتا اور سب چیزیں میز پر لگا کر اس کا انتظار کیا کرتا۔

اس دفعہ وہ مجھ سے پہلے بیدار ہو گئی تھی۔ وہ پشت کے بل لیٹی ہوئی تھی اور دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ جب مجھے اس کے بیدار ہو جانے کا یقین ہو گیا تو میں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ وہ میری طرف پلٹی اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سہلانا شروع کر دیا۔ جواباً میں بھی دیر تک اس کا ہاتھ سہلاتا رہا۔ پھر ہم دونوں بستر سے نکلے اور کچن کا رخ کیا۔

جیسا کہ ہمارا معمول تھا، ہم نے ناشتے میں کافی دیر لگائی۔ ماری کلیر نے حسین موسم کے متعلق بات کی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش موسم سارا دن ایسا ہی رہے۔ میں نے ان جگہوں کا ذکر کیا جہاں ہم گھومنے جاسکتے تھے بالخصوص ایک خاص میوزیم جانے کی اپنی خواہش کا، حالانکہ میں جانتا تھا کہ ماری کلیر کو میوزیم وغیرہ پسند نہیں ہیں اور وہ بھی چھٹی والے دن کیونکہ اس دن بقول اس کے وہاں سیاحوں کی بھیڑ ہوتی تھی۔

خاموشی گہری ہوتی چلی گئی۔ مجھے لگا کہ اب یہ میرے لیے ناقابلِ برداشت ہوتی جا رہی ہے کیونکہ نہ صرف یہ بہت طول کھینچ گئی تھی بلکہ میرے اور ماری کلیر کے درمیان موجود خلیج کو مزید گہرا کر رہی تھی۔ وہ مجھے خود سے بہت دور محسوس ہو رہی تھی حالانکہ مجھ سے ذرا سے فاصلے پر بیٹھی تھی۔ مجھے لگا کہ وہ نروس، اپنے آپ میں گم، پراسرار، اور نارسائی کی حد تک دور ہو گئی ہے۔

''پودے کافی بڑے ہو گئے ہیں،'' میں نے اس گہری خاموشی اور اس سے ہونے والی تکلیف سے فرار کی ایک کوشش کی۔ ماری کلیر نے اپنے سر کو خفیف سی حرکت دی۔ ''ہم اتنے دنوں کے لیے گھر سے دور تھے کہ مجھے بالکل بھی اندازہ نہ ہوا،'' میں نے مصنوعی جوش سے اضافہ کیا۔ ماری کلیر نے اپنا چہرہ پودوں کی جانب موڑا تو پہلی بار وہ مجھے اس زاویے سے خوبصورت نہیں لگی۔

میں کھڑا ہوا اور پودوں کی جانب بڑھا اور جھک کر انھیں دیکھنے لگا اور ان کے پتوں اور شاخوں کو بالکل ماری کلیر کی مانند چھونے لگا۔ میں عموماً اس طرح نہیں کیا کرتا تھا کیونکہ پودوں سے میرا رشتہ اس سے قدرے مختلف تھا۔ زیادہ سے زیادہ میں کبھی کبھار انھیں پانی دے دیا کرتا اور کبھی ان کی جگہ تبدیل کر

دیا کرتا، تا کہ وہ اپنی پرورش کے لیے ضروری دھوپ سے محروم نہ رہ جائیں؛ لیکن اس دفعہ میں نے خود کو ایک خاص کشش کے تحت پودوں کی جانب کھنچتے ہوئے محسوس کیا۔ ایسا لگتا تھا کہ میں اپنے آپ سے فرار ہو کر ان کی جانب جا رہا تھا اور ان خیالات اور جذبات کو برداشت کرنے کے لیے ان پودوں کی مدد پر انحصار کر رہا تھا جو اس وقت میرے ذہن پر چھائے ہوئے تھے۔

''پتوں کو اس طرح مت چھوؤ، انھیں پیار اور نرمی سے ہاتھ لگاؤ،'' ماری کلیر زور سے بولی۔

''فکر نہ کرو،'' میں نے پتوں کو اسی طرح چھوتے ہوئے جواب دیا۔

''یہ بہت نازک ہیں اور اگر تم انھیں اسی طرح چھوتے رہے تو ہو سکتا ہے کہ تم انھیں توڑ ڈالو،'' ماری کلیر نے سخت لہجے میں کہا۔

میں واپس آ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں اب بہتر محسوس کر رہا تھا کیونکہ میں ماری کلیر کو بولنے پر مجبور کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ مجھے اس کا یقین نہ تھا کہ میں جس طرح پتوں کو چھو رہا تھا اس سے وہ ٹوٹ جانے والے تھے: اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کی آواز میں برہمی تھی اور ہاتھوں کی حرکات میں بھی کافی تیزی تھی؛ اس وقت جو بات اہم تھی وہ یہ کہ اس کی خاموشی ٹوٹ گئی تھی اور اب وہ مجھے اپنے آپ میں گم اور خود سے دور نظر نہیں آ رہی تھی۔

میں نے کچھ اور کہنے کی کوشش کی تا کہ اس کے اور اپنے درمیان خاموشی کو دوبارہ در آنے سے روک سکوں، تبھی میں نے سنا کہ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ کیا میں اس برس اپنے نئے طالب علموں سے مطمئن ہوں اور کیا یہ یونیورسٹی جسے میں نے مزید ایک سال کے تعلیمی معاہدے کے لیے قائل کر لیا ہے، پچھلی یونیورسٹی سے بہتر ہے؟

سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے اس وقت اس سے ان سوالوں کی توقع نہ تھی۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ یہ باتیں سوچ سکتی ہے جن کا تعلق صرف مجھ سے ہے، بالخصوص اس حالت میں اور خاص کر میری اس غلطی کے بعد جب میں جھوٹی چاہت کا بہانہ بنا رہا تھا جبکہ میں اس میں صرف اور صرف اسی طرح کا دخول چاہتا تھا جیسا کسی بھی فاحشہ عورت کے ساتھ چاہتا جس سے میرا کوئی تعلق نہ ہوتا اور جس سے مجھے مزید کچھ درکار نہ ہوتا: ایک عورت جو کسی لمحۂ نامحسوس میں ایک ایسے گیلے سوراخ میں تبدیل ہو جاتی ہے جسے ہم عارضی جسمانی مزے کی خاطر ڈاٹ لگا کر اس کا منھ بند کر دیتے ہیں۔

اس کے سوالات سے مجھے خوشی ہوئی کیونکہ ان سے میری بے چین و بے قرار روح کو کچھ قرار آیا۔ میں نے اس نادر موقعے کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور ایک لمبی چوڑی گفتگو شروع کر دی۔ یوں لگتا تھا کہ میں اپنی گزشتہ تمام خاموشیوں کا بدلہ لے رہا تھا۔ میں نے اپنی اس یونیورسٹی کے متعلق بات کی جو ان پچھلی تمام یونیورسٹیوں سے جہاں جہاں میں نے پڑھایا تھا، بالکل مختلف تھی۔ میں نے اسے یونیورسٹی کی خوبصورت لائبریریوں، کشادہ باغوں، بڑی بڑی کھڑکیوں والے ہوادار ہالوں کے متعلق بتایا۔ میں نے اسے ان فرانسیسی استادوں کے بارے میں بتایا جو مجھ سے عربی زبان کے متعلق بہت غیر معمولی اور انتہائی معصومانہ سوالات کرتے تھے اور کچھ دوسرے اساتذہ جو مجھ سے اپنے نام عربی میں کسی کاغذ پر لکھوانے کی فرمائش کرتے تھے جسے کافی دیر غور سے دیکھنے کے بعد یا تو وہ اسے رکھ لیتے تھے یا پھر کوڑے دان میں پھینک دیتے تھے۔ میں نے اسے ان طالب علموں کے متعلق بتایا جن کی کلاس میں حاضری بے قاعدہ اور بے ترتیب رہتی تھی۔ میں نے اسے ان کی مختلف قومیتوں کے متعلق، لیکچر کے دوران ان کے مختلف رویوں کے متعلق، لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان مسائل اور ان کی مشکلات کے بارے میں بتایا جو میں نے دریافت کی تھیں۔ میں نے اسے اپنے کامیاب اور برباد دونوں قسم کے لیکچروں کے متعلق بتایا۔ میں نے اسے طالب علموں کی خانہ بدوش شعرا کے لیے پسندیدگی کے متعلق بتایا اور یہ کہ وہ بھی سابقہ طالب علموں کی مانند ان سب شعرا میں سے سلیک بن السالکہ کو ہی سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔

ماری کلیر نے میری بات میں قطعی دخل نہ دیا۔ وقتاً فوقتاً وہ صوفے کی پشت سے سر اٹھا کر مجھے دیکھتی، جیسے بتانا چاہتی ہو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ انتہائی توجہ سے اسے سن رہی ہے۔ جب میری باتیں تمام ہوئیں تو وہ صوفے پر سرکتی ہوئی میرے قریب آئی اور مجھ سے تقریباً چپک سی گئی۔ اس نے اپنا بازو اوپر اٹھایا اور مجھ پر تھوڑا سا جھکی جس سے اس کی بغل میرے سامنے عیاں ہو گئی لیکن مجھے اسے سونگھنے کی کوئی خواہش نہ ہوئی۔

16

''یہاں آؤ، میں تمھیں کچھ دکھانا چاہتی ہوں۔''

میں ابھی گھر پہنچا ہی تھا اور شدید تھکا ہوا تھا کیونکہ اس دن میں نے سہ پہر کے بعد تک ہوٹل میں کام کیا تھا اور پھر وہاں سے یونیورسٹی پہنچ کر کے بعد دیگرے دو لیکچر دیے تھے جن میں کافی جان ماری کرنا پڑی تھی۔ گھر پہنچ کر میں کپڑے تبدیل کیے بغیر ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ مجھ میں اتنی سکت بھی نہ رہی تھی کہ جوتے ہی اتار لیتا۔

''میں تمھیں کچھ دکھانا چاہتی ہوں اور پھر ہم شہر کی سیر کو چلیں گے،'' ماری کلیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے اس کے چہرے پر ایک طویل نگاہ ڈالی تو وہ جلدی سے پرسکون لہجے میں بولی، ''مجھے یقین ہے تمھیں یہ سیر پسند آئے گی اور تم اس کا لطف اٹھاؤ گے۔ اب آؤ اور مجھ سے مزید کچھ نہ پوچھنا۔''

سچی بات تو یہ تھی کہ مجھے اس وقت اس سے کچھ پوچھنے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ کچھ پوچھنے کی صورت میں اس کی ناراضگی کا ڈر لگ رہا تھا کیونکہ ان دنوں نامعلوم وجوہات کے باعث اس کا مزاج کچھ اکھڑا اکھڑا رہنے لگا تھا۔ اس کی حساسیت بہت بڑھی ہوئی تھی اور وہ بہت آسانی سے کسی بھی معمولی بات پر برافروختہ ہو سکتی تھی۔

وہ تیزی سے زینہ اتری۔ میں بھی خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔ بلڈنگ سے باہر نکلتے ہی وہ کچھ قدم آگے بڑھی، پھر ایک موٹر بائیک کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی جو فٹ پاتھ پر ایک درخت کے نیچے کھڑی تھی۔ موٹر بائیک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے پوچھا، ''کیا خیال ہے؟''

میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ مجھے تب تک کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا یہاں تک کہ وہ بول اٹھی۔ ''یہ میری ہے۔ ابھی ایک گھنٹے پہلے خریدی ہے!'' یہ کہہ کر اس نے موٹر بائیک کا ہینڈل پکڑ لیا۔

مجھے علم تھا کہ ماری کلیر کو کاریں، موٹر سائیکلیں اور سائیکلیں بہت پسند ہیں۔ شاید یہ شوق اسے اپنے والد سے وراثت میں ملا تھا جنھیں کاروں سے عشق تھا۔ وہ پہلے بھی کئی بار ذکر کر چکی تھی کہ وہ ایک موٹر بائیک خریدنا چاہتی ہے تاکہ روزانہ میٹرو کے سفر کی اذیت سے بچ سکے، کیونکہ میٹرو کے زیرزمین بدبودار اور دم گھونٹتے راستے اب اس کی برداشت سے باہر ہو چکے تھے، لیکن مجھے یہ خیال کبھی نہ آیا تھا

کہ وہ ایک دن ایک اتنی بڑی موٹر بائیک خرید بھی لے گی جو صرف مرد ہی چلا سکتے ہیں۔

"مگر تم اسے چلاؤ گی کیسے؟"

"ارے تم فکر نہ کرو، میں نے اس سے بڑی اور وزنی بائیکس چلا چکی ہوں،" ماری کلیر نے جواب دیا اور پھر موٹر بائیک کے پیچھے لگے ایک بکس میں سے دو ہیلمٹ نکالے اور ایک میری طرف بڑھایا۔

"یہ سر پر پہن لو۔"

"لیکن..."

"کچھ فکر نہ کرو، سب اچھا ہوگا،" اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا اور پھر ہیلمٹ میرے سر پر اچھی طرح جما کر میری ٹھوڑی کے نیچے اس کا تسمہ بھی کس دیا اور ہیلمٹ پر لگا پلاسٹک کا ونڈ شیلڈ نیچے کر کے میری آنکھوں کو بھی محفوظ کر دیا۔ ماری کلیر مستطیل نشست کے اگلے حصے پر چڑھ بیٹھی اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ اس کے پیچھے بیٹھ جاؤں۔ میں نشست کے پچھلے حصے پر بیٹھ گیا اور جونہی موٹر بائیک نے چلنا شروع کیا، میں نے زمین پر گرنے اور ہڈیاں ٹوٹنے کے خوف سے اس کے کپڑے زور سے پکڑ لیے۔

میں زندگی میں پہلی بار اس طرح موٹر بائیک پر بیٹھا تھا۔ کبھی ذہن میں خیال تک نہ آیا تھا کہ میں کسی دن ایسا بھی کروں گا۔ اس کی رفتار بتدریج بڑھتی چلی گئی۔ میرا خوف بھی بڑھا اور میں ماری کلیر سے مزید شدت سے لپٹ گیا۔ میں نے اپنے بازو اس کے گرد باندھ لیے اور پورے جسم سے اس پر ٹک گیا۔ اس نے اپنے جسم کو حرکت دی اور کوشش کی کہ مجھے اپنی پشت سے دور کر کے نشست پر کچھ پیچھے دھکیل دے تاکہ اس پر پڑنے والا میرا وزن کچھ کم ہو سکے۔

"سیدھے ہو کر بیٹھو اور ہلو جلو مت!"

جب ہم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو میرا خوف کم ہونے لگا۔ میں اپنے آپ کو بہادر سمجھنے لگا۔ اب میں نے اپنا سر بھی بلند کر لیا اور اپنی جگہ پر خوب جم کر بیٹھ گیا۔ جب میں نے دیکھ لیا کہ اب سب کچھ آسانی سے ہو رہا ہے تو میں نے ماری کلیر سے چمٹنا چھوڑ دیا اور دونوں ہاتھ پیچھے لے جا کر سیٹ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اب میں نے اپنے دائیں بائیں گزرتی کاروں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ میں

ڈرائیوروں اور دیگر مسافروں کو دیکھ رہا تھا اور وہ لوگ بھی ہمیں دیکھ رہے تھے۔

''اب بھی ڈر لگ رہا ہے؟''

''نہیں۔''

''کیا خیال ہے؟ تمھیں موٹر بائیک پسند ہے؟''

''یہ کاروں سے مختلف ہے۔''

ہم ایک لمبی مگر کشادہ سڑک میں داخل ہوئے۔ ماری کلیر نے موٹر بائیک کی رفتار بڑھا دی۔ وہ بائیک کے ہینڈل پر مزید آگے جھک گئی اور اپنے کولھے مزید پیچھے کھسکا دیے تاکہ زیادہ جگہ لے سکے۔ یوں مجھے پیچھے کھسکنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ٹریفک سگنل پر وہ تمام کاروں کو پیچھے چھوڑتی سب سے آگے جا کھڑی ہوئی۔ جیسے ہی بتی سبز ہوئی، موٹر بائیک اتنی تیزی سے غرّاتی ہوئی اُچھلی اور آگے بڑھی کہ میں حیران رہ گیا۔ حالانکہ ماری کلیر نے مجھے خبردار کر دیا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے، لیکن جس چیز سے میری برہمی بڑھی وہ وہ ہنگامہ تھا جو موٹر بائیک نے رفتار پکڑتے ہوئے برپا کیا۔

کچھ راہگیر فٹ پاتھ پر چلتے چلتے رک گئے اور ہمیں تیز نظروں سے گھورنے لگے، دوسروں نے ہاتھ کے اشارے سے موٹر بائیک کی آواز پر اعتراض کیا۔ ماری کلیر نے اپنے کولھوں کو رقص کے انداز میں حرکت دی اور زور سے قہقہہ لگایا۔ وہ ایک ایسا خوش و خرم بچہ لگ رہی تھی جو شرارت کرنے کے باوجود سزا سے بچ گیا ہو۔

ہم ایک بڑے چوک میں پہنچے جہاں سے کئی گلیاں مختلف سمتوں میں نکل رہی تھیں۔ تمام کاریں، بسیں اور ٹرک یا تو رکے ہوئے تھے یا پھر انتہائی دھیمی رفتار سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ماری کلیر نے اپنی رفتار تو کم کر دی لیکن رکے بغیر آگے بڑھتی رہی۔ وہ کاروں اور دیگر گاڑیوں کی اس عظیم بھیڑ میں داخل ہوئی اور ناگن کی طرح لہراتی اور پھسلتی ہوئی نکلتی چلی گئی۔

''ایسے وقت میں تم اگر موٹر بائیک پر ہو تو تمھیں کوئی چیز روک نہیں سکتی!'' ماری کلیر مغرور انداز میں بولی۔ چوک سے نکلتے ہی موٹر بائیک کی آواز بڑھنے کے ساتھ ساتھ ماری کلیر کی آواز بھی بلند ہوتی چلی گئی، ''میں اسی لیے کار پر موٹر بائیک کو ترجیح دیتی ہوں۔ میں زیادہ آزاد محسوس کرتی ہوں۔''

جب میں نے ماری کلیر کو شاندار بڑی بڑی کاروں اور کچھ بڑی موٹر بائیکس کو جنھیں مرد چلا

رہے تھے، پیچھے چھوڑتے دیکھا تو مجھے بھی خوشی محسوس ہونے لگی۔ مجھے اس وقت احساس ہوا کہ وہ ایک بہترین ڈرائیور ہے، اور اس پر فخر کرنے کے اس جذبے نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اپنی خوشی اور پسندیدگی کے اظہار کے لیے میں نے اس کی کمر گدگدائی اور شاید یہ اسے اچھا لگا، تبھی اس نے پیچھے کھسک کر اپنے کولھوں کو مجھ سے بھڑا دیا اور میری ران پر ہاتھ پھیرا۔

''تیار ہو جاؤ، ہم کچھ ہی دیر میں شہر کے گرد گھومنے والی سرکلر ہائی وے پہنچنے والے ہیں۔''

میں ایک بار پھر خوفزدہ ہو گیا کیونکہ اس ہائی وے پر کاریں یوں اندھادھند دوڑتی تھیں جیسے کسی ریس میں حصہ لے رہی ہوں اور یہاں ٹریفک کبھی بھی رکتا نہیں تھا۔ میری خاموشی میں چھپی ہوئی گھبراہٹ اور بے چینی بھانپتے ہوئے ماری کلیر مزید بولی، ''تمھیں پتا ہے یہ ہائی وے لوگوں کے گمان سے کہیں زیادہ محفوظ ہے۔''

ہم نے کافی دیر اس ہائی وے پر سفر کیا، پھر اسے چھوڑتے ہوئے واپس گھر کی طرف روانہ ہوے۔ ماری کلیر نے رفتار اتنی بڑھا دی کہ مجھے لگا ہم اڑ رہے ہیں۔ عجیب بات یہ تھی کہ اب مجھے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا تھا کیونکہ میں اتنا حیرت زدہ تھا اور تیز رفتاری میں اتنا منہمک تھا کہ ڈر اور خوف کے لیے کوئی جگہ ہی باقی نہ بچی تھی۔

واپسی پر ہم ایک سگنل پر رکے تو ایک کار بھی ہمارے قریب ہی سبز بتی کے انتظار میں رکی ہوئی تھی۔ میں نے اس پر نگاہ کی تو احساس ہوا کہ ڈرائیور جس کی عمر پچاس برس کے لگ بھگ ہوگی، حیرت سے ماری کلیر کو دیکھ رہا تھا۔ ماری کلیر کو اس کی خبر نہ ہوئی، اس کی نگاہیں ٹریفک کی بتی پر مرکوز تھیں۔ میں آگے جھکا اور اس کے کان میں سرگوشی کی کہ لگتا ہے کہ ایک پچاس سالہ مرد ابھی ابھی اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا ہے۔ جب اس نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تو اس درمیانی عمر کے آدمی نے ایک بڑی سی مسکراہٹ اور انگوٹھے سے 'لگے رہو' کا نشان بنایا۔

کئی جگہ جہاں موٹر بائیک رکی تو میں نے مسافروں کو ہم دونوں کی طرف دیر تک دیکھتے پایا۔ کبھی وہ ہمیں دیکھ کر مسکراتے اور کبھی موٹر بائیک سے نظریں ہٹائے بغیر سر ہلاتے رہتے تھے۔ میں نے ان پر زیادہ توجہ نہ دی۔ کئی دفعہ میں ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بھی دیکھتا تھا اور اس بات پر فخر محسوس کرتا کہ لوگوں کی توجہ کے لائق کسی بات کا حصہ ہوں۔ گھر پہنچتے ہی مجھے ادراک ہوا کہ اس تمام تر

توجہ کے پیچھے کیا راز تھا، اور میرا فخر و غرور ماند پڑ گیا۔ اب پتا چلا کہ لوگ ہمیں اس لیے غور سے دیکھ رہے تھے کہ ہم ایک غیر معمولی نظارہ پیش کر رہے تھے۔ عموماً مرد ایسی وزنی موٹر بائیک چلایا کرتے تھے اور لڑکی اس کے پیچھے بیٹھی ہوتی تھی، جبکہ ہماری بار اس طرح نہ تھا؛ اسی لیے اُس ادھیڑ عمر آدمی نے ماری کلیر کو انگوٹھے سے 'لگے رہو' کا نشان بنا کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

''اگلی بار میں تم سے ڈرائیونگ کرواؤں گی،'' ماری کلیر نے کچن جاتے ہوئے مذاقاً کہا۔ میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ گھر سے نکلنے سے قبل مجھ پر جو تھکن طاری تھی وہ موٹر بائیک کی اس سواری سے جاتی رہی ہے۔ جب میں نے اپنے جوتے اتارنے شروع کیے تو ماری کلیر جو کمرے میں واپس آ رہی تھی، بولی، ''جوتے مت اتارنا۔''

میں نے تعجب سے اس کی جانب دیکھا تو اس نے مزید یہ کیا کہ مجھ پر جھکی اور میرے گال کا بوسہ لیا جیسے کوئی ماں اپنے بچے کو اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام پر قائل کر رہی ہو۔ ''تم کیا سمجھتے ہو کہ ایسا واقعہ یونہی گزر جائے گا؟''

''کون سا واقعہ؟''

''موٹر بائیک خریدنے والا واقعہ۔''

میرے گال پر دوسرا بوسہ ثبت کرنے کے بعد وہ بولتی چلی گئی۔ ''ہم جشن منائیں گے، اور ویسے بھی ہمیں ہر صورت میں باہر نکلنا ہوگا کیونکہ گھر میں کھانے کی ہر چیز ختم ہو گئی ہے اور ریفریجریٹر بالکل خالی ہے۔''

''ہم کسی ریستوران میں جا رہے ہیں؟'' میں نے دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے پوچھا۔

''ایک مراکشی ریستوران، قریب ہی ہے۔''

ریستوران جانے سے پہلے ہم بلڈنگ کے سامنے کھڑی موٹر بائیک کے قریب سے گزرے۔ ماری کلیر رکی اور دیر تک اس کا معائنہ کرتی رہی، اور چلنے سے پہلے اس نے جھک کر اس بات کو یقینی بنایا کہ وہ موٹی زنجیر جو موٹر بائیک کو چوری سے بچاؤ کے لیے ڈالی جاتی ہے وہ پچھلے پہیے کے گرد مضبوطی سے بندھی ہوئی ہے۔

17

جس ریستوران میں ہم نے کھانا کھایا اس کی ہر چیز غیر معمولی تھی۔ ایسا کشادہ کہ آپ محفوظ اور آرام دہ محسوس کریں، روایتی مراکشی سجاوٹ، بڑی گول میزیں جن کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ آپ سرگوشی کیے بغیر آسانی سے باتیں کر سکتے تھے اور یہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا کہ دوسرے لوگ آپ کی باتوں پر کان لگائے ہوئے ہیں۔ دھیمی دھیمی روایتی مراکشی موسیقی جسے 'ملحون' کہتے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ اہم، انتہائی ذائقے دار کھانا اور پودینے والی سبز چائے جس کے ہم دونوں نے تین تین کپ پیے، جن میں سے آخری کپ ریستوران کے مالک کی طرف سے تحفتاً بھیجے گئے تھے جو ہمارے کھانا کھانے کے دوران مستقل مسکراتا رہا اور بار بار ہم سے وہاں کی سروس کے متعلق استفسار کرتا رہا۔

مجھے وہاں معمول کی بے چینی اور اضطراب محسوس نہیں ہوا جیسا عام طور پر ریستورانوں میں داخل ہوتے وقت ہوتا تھا۔ شروع کے چند لمحوں میں مجھے محسوس ہونے لگا کہ میں ایک آرام دہ جگہ پر ہوں، ایک ایسے ریستوران میں جو ان تمام ریستورانوں سے بالکل مختلف تھا جہاں ماری کلیر مجھے لے جا چکی تھی۔ اس احساس میں مزید تقویت اس وقت پیدا ہوئی جب ریستوران کے مالک نے ہمیں ایک ایسی میز پر لا بٹھایا جو مرکزی میزوں سے قدرے دور تھی لیکن جہاں سے زیادہ تر میزوں کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔

اس شام پر ہر چیز بالکل مناسب اور صحیح تھی کہ ہم ایک حسین شام گزاریں اور ایک دوسرے کے قریب آ جائیں، بالخصوص ایک ایسے وقت میں جب ماری کلیر بہت زیادہ حساس ہو گئی تھی اور میرے خیال میں ہمارے رشتے میں پڑ جانے والی خلیج بڑھنے لگی تھی اور اس کے نتیجے میں اس رشتے کی بے ساختگی آہستہ آہستہ کھو رہی تھی جب آج صبح ماری کلیر نے مجھے انتہائی درشتی سے جھڑک دیا تھا۔

ہر چیز انتہائی بہتر اور صحیح رہتی اگر وہ عورت ہماری قریبی میز پر میرے بالکل سامنے نہ بیٹھی ہوتی۔ جونہی میری نظر اس پر پڑی، مجھے وہ یونانی عورت یاد آ گئی جسے میں نے کریٹ میں کیمپنگ سائٹ پر واش روم کے قریب دیکھا تھا۔ یہ عورت اُس سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی تھی۔ بلاشبہ وہ عورت عرب تھی اور 'مغرب' یعنی شمالی افریقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ حالانکہ جہاں میں بیٹھا تھا وہاں سے اس کے تلفظ کا پتا نہیں چل سکتا تھا اور یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کون سا ملک، مگر لگتا تھا کہ وہ تیونسی ہے اور

اندرونِ ملک یا جابا یا پھر القصرین کی رہنے والی ہے۔ وہ بہت زیادہ مسکرا رہی تھی اور بار بار اوپر دیکھ رہی تھی۔ کبھی اپنے ہاتھ بلند کرتی اور اپنے بال ٹھیک کرتی اور یوں اپنی بغل اور اس کے ارد گرد کا حصہ ظاہر کر دیتی۔ وہ بغیر آستینوں کی قمیض پہنے ہوئے تھی جو اس کی گردن اور کندھے بمشکل ہی چھپا رہی تھی جس سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ جو مرد اس کے بالمقابل بیٹھا ہوا ہے وہ اس کا شوہر نہیں ہے۔

میں نے چوری چوری کئی بار اسے تاڑا۔ پھر میں رک گیا۔ میں نے دوسری میزوں پر بیٹھے لوگوں کو دیکھا، باہر گلی کی طرف نظر ڈالی، اس عورت کو بھلانے کی کوشش کی، ویٹروں کو میزوں کے درمیان حرکت کرتے دیکھا، وہ کھانوں کے جو خوان اٹھائے ہوئے تھے ان پر نظر ڈالی۔ ماری کلیر کو باتیں کرنے پر مجبور کرنے کے لیے موٹر بائیک سے متعلق بہت سارے سوالات پوچھے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا ——ہر بار میں نے خود کو اس عورت کی طرف متوجہ پایا۔ میرے لیے اس میں ایک عجب کشش تھی۔ اس کی آنکھوں اور حرکات وسکنات میں ایسی کوئی چیز تھی جو مجھے کیمپ والی یونانی عورت کی یاد دلا رہی تھی۔

جب اسے احساس ہوا کہ میں مسلسل اسے دیکھ رہا ہوں تو اس نے بھی جواباً مجھے دیکھنا شروع کر دیا، مگر میری ہی طرح دزدیدہ نظروں سے؛ کبھی کبھار وہ مجھے مسکرا کر دیکھتی اور پھر باہر گلی کی طرف دیکھنے لگتی۔ میں بہت احتیاط سے اس کی مسکراہٹ کا جواب صرف اس وقت دیتا جب ماری کلیر پلٹ کر آنے جانے والے گاہکوں کو دیکھ رہی ہوتی یا پھر کسی چیز کے لیے ویٹر کو بلا رہی ہوتی اور یا پھر دوسرے لوگوں کی پلیٹوں میں موجود ڈش کا معائنہ کر رہی ہوتی جو وہ ہر ریستوران میں کیا کرتی تھی۔

وہ عورت اچانک اٹھی اور اس نے کرسی بڑے زور سے پیچھے دھکیلی جس سے کافی بلند آواز آئی اور ہر ایک کی توجہ اس کی طرف ہو گئی۔ نسوانی عشوے اور غمزے کی فراوانی سے بھرپور حرکت کرتے ہوئے اس نے اپنا ہینڈ بیگ میز پر سے اٹھایا اور واش روم کی طرف چل دی۔ میں اسے آہستہ خرامی اور سیدھی کمر کیے جاتے ہوئے دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ دروازے کے پیچھے غائب ہو گئی۔ جونہی میں نے اپنا چہرہ واپس موڑا، ماری کلیر نے پوچھا، ''کیسی لگی؟''

''کون؟''

''کون؟ وہی عورت جسے اتنی دیر سے تم تاڑ رہے تھے۔''

میں لاجواب تھا، میری زبان بند ہو گئی تھی؛ شرمندہ لیکن فخر سے بھرپور کیونکہ یہ اُن شاذ و نادر

مواقع میں سے ایک موقع تھا جب ماری کلیر کسی اور عورت سے حسد اور رقابت ظاہر کر رہی تھی۔ اس احساس کی تصدیق بھی اس کے اگلے جملے نے کر دی۔

"وہ ایک فاحشہ ہے۔"

مجھے نہیں معلوم کہ کیوں، مجھے اس کی اس بات کا یقین نہیں آیا۔ میں صرف ایک بات جانتا تھا کہ میرا دل بتا رہا تھا کہ وہ فاحشہ نہیں ہے، لیکن میری ہمت نہ ہوئی کہ اپنا منھ کھولوں۔ ماری کلیر نے بولنا شروع کر دیا، گویا جانتی ہو کہ میرے ذہن میں کیا تھا۔

"اس کی چال بھی فاحشہ جیسی ہے اور نظریں بھی۔"

وہ عورت واش روم سے باہر نکل آئی اور اپنی جگہ پر واپس آ کر اِدھر اُدھر دیکھتی ہوئی بیٹھ گئی۔ ماری کلیر کی نگاہیں اس پر مرکوز ہو گئی تھیں، گویا جاننا چاہتی ہو کہ وہ کون عورت ہے جس نے اسے چیلنج کیا ہے اور جو مجھے سب کی نگاہوں کے سامنے اس سے چرانا چاہتی ہے۔ "وہ فاحشہ ہے۔ دیکھو کس انداز سے مردوں کو دیکھ رہی ہے۔"

میں خاموش رہا۔ ماری کلیر بھی خاموش ہو گئی۔ اس کی کڑی اور سرد نگاہ جو وہ وقتاً فوقتاً مجھ پر ڈال رہی تھی مجھے احساس دلا رہی تھی کہ میں نے اپنے رویے سے نہ صرف یہ کہ اسے شدید صدمہ پہنچایا ہے بلکہ اس کی بے عزتی کی ہے۔ اس خیال نے میری پریشانی اور اضطراب میں مزید اضافہ کر دیا۔

اسی لمحے، ملحون موسیقی، جو پس منظر میں آہستگی سے بجائی جا رہی تھی، روک دی گئی اور ریستوران کے مالک نے اعلان کیا کہ اب ریستوران میں پارٹی شروع ہونے والی ہے جس میں ہماری ضیافتِ طبع کے لیے ایک گلوکار اور رقاص اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے جو اپنے شعبے کی مشہور ہستیاں ہیں۔ میں نے ان دونوں کے بارے میں کبھی نہیں سنا تھا، حالانکہ میں کبھی کبھار عربی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہونے والی موسیقی سن لیا کرتا تھا اور کافی دلچسپی سے اور مزے لے لے کر عربی میگزینوں اور اخباروں میں موسیقی اور گلوکاروں سے متعلق خبریں پڑھا کرتا تھا۔

جب گلوکار نے گانے کا آغاز کیا تو ماری کلیر اپنے جسم کو اس چھوٹے پلیٹ فارم کی طرف موڑ کر بیٹھ گئی جہاں موسیقی کا گروپ بیٹھا تھا، اور غور سے گانا سننا شروع کر دیا۔ جب تال بلند ہوئی تو اس نے بھی دوسروں کے ساتھ مل کر تالیاں بجانا شروع کر دیں اور سر اور جسم کو اس طرح حرکت دینے لگی جس

سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ موسیقی سے لطف اندوز ہو رہی ہے۔ مجھے یہ کچھ عجیب سا لگا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ عربی موسیقی کی کچھ زیادہ شوقین نہ تھی، کیونکہ وہ اس کے نزدیک بہت سست رفتار، بیزار کن اور اکتا دینے والی تھی۔ مجھے اس گلوکار کی کوئی بھی چیز اچھی نہ لگی تھی: اس کی آواز، اس کا حلیہ، اس کی حرکات، یہاں تک کہ اس کی مسکراہٹ بھی؛ لیکن میں نے تمام کوشش کی کہ ماری کلیر کی مانند نظر آؤں۔ جب وہ میری جانب مڑتی، میں تالیاں بجاتا، اپنے کندھے اچکاتا اور زور زور سے سر ہلاتا گویا بہت زیادہ لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ اس وقت اگر میری کوئی خواہش تھی تو وہ یہ کہ میں اس عورت کو بھول جاؤں یا پھر یہ تاثر دینے میں کامیاب ہو جاؤں کہ میں اسے بھلانے کی کوشش کر رہا ہوں اور وہ سب کچھ گزروں جس سے ماری کلیر خوش ہو جائے اور اسے اپنی بے عزتی کا احساس بھول جائے۔

دو تین گانے سنانے کے بعد گلوکار غائب ہو گیا۔ ویسے بھی مجھے اس کا کوئی گانا پسند نہ آیا تھا کیونکہ وہ سارے گانے اسی طرح کے تھے جو اکثر ریستورانوں اور نائٹ کلبوں میں بجائے جاتے ہیں۔ تالیوں کی گونج اور پسندیدگی کی صداؤں میں رقاصہ کی ڈانس فلور پر آمد ہوئی۔ ماری کلیر انتہائی انہماک سے دیکھ رہی تھی۔ رقاصہ نے اس گرمجوشی میں خوش آمدید کا جواب مجمع کی جانب کئی ہوائی بوسے بھیج کر دیا۔ اس کے بعد اس نے رقص شروع کیا۔ دوسرے رقاصوں کے برعکس اس نے مجھے آغاز سے ہی خوش کر دیا۔ مجھے وہ خوبصورت دکھائی دے رہی تھی؛ حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے اُس جیسی حسین رقاصہ آج تک نہ دیکھی تھی، لیکن مجھے اس کی جو چیز سب سے زیادہ اچھی لگی وہ اس کے رقص کا انداز تھا۔ اس کی ہر جنبش اور حرکت وہی تھی جو دیگر رقاصوں کی ہوتی ہے مگر اس کے جسم کی حرکات میں انتہائی نفاست اور شائستگی تھی اور بے ڈھنگے پن کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ اس کی حرکات میں ایسا کچھ تھا جو ایک دھیما پن اور مخصوص سی شرم لیے ہوئے تھا اور اس بات نے اس کے حسن کو ایک خاص قسم کی ملاحت عطا کر دی تھی۔

ماری کلیر رقاصہ کو دیکھ کر مسکراتی رہی اور اُن دوسروں کو بھی جو اپنی رقص کی خواہش پر قابو پانے میں ناکام ہو کر ڈانس فلور پر آ گئے تھے اور ریستوران کے مالک کی سرد نگاہوں اور گاہکوں کی حقارت بھری آوازوں کی پروا کیے بغیر رقاصہ کے اردگرد تھرک رہے تھے۔

کچھ دیر بعد ایک فرانسیسی عورت ڈانس فلور پر آ گئی اور ان دو میں سے ایک مرد کے ساتھ رقص

کرنے لگی۔ ان کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ ایک دوسرے سے واقف ہیں۔ کچھ اور عورتوں کا حوصلہ بڑھا، جن میں وہ عورت بھی شامل تھی جو کیمپنگ گراؤنڈ والی عورت سے مشابہت رکھتی تھی، اور یوں کئی عورتیں ڈانس فلور پر آ گئیں۔ اچانک ماری کلیر کھڑی ہوئی اور ایک لفظ بولے بغیر ان عورتوں میں شامل ہو گئی۔

مجھے اس بات سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ اگرچہ وہ ایک عجیب وغریب انداز سے رقص کر رہی تھی لیکن پھر بھی اس میں جوش کی کوئی کمی نہ تھی۔ مجھے علم تھا کہ اسے رقص سے عشق ہے۔ مزید برآں، میں اب پرسکون ہو گیا تھا کیونکہ اب میں خود کو حصار میں گھرا ہوا محسوس نہیں کر رہا تھا، نہ ہی مجھے اپنی حرکات وسکنات کی نگرانی کا خوف تھا۔ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ رقص کرنے سے وہ بہت خوش ہو جائے گی جس کے باعث اس عورت کے معاملے کو بھول جانے میں مدد ملے گی اور شاید ہم دونوں کو اس برے وقت سے نجات مل جائے گی جس سے ہم دونوں گزر رہے تھے۔

ماری کلیر نے بے پناہ کوشش کی کہ اس کا رقص کسی بھی طور پر مشرقی رقص ظاہر ہو۔ میں نے غور کیا کہ وہ رقاصہ کے قریب تر ہو گئی تا کہ اس کی حرکات کی ہو بہو نقل کر سکے۔ بدقسمتی سے اس وجہ سے اس کا رقص مزید عجیب لگنے لگا، کیونکہ بیشتر اوقات وہ صحیح حرکت ادا کرنے سے قاصر رہی تھی۔ اس کا جسم جو اس نوعیت کے رقص کا عادی نہ تھا، اس سے تعاون نہیں کر رہا تھا اور اس کی خواہشوں پر عمل کرنے سے انکاری تھا۔ جب میں نے اسے شدید کوشش کرتے دیکھا کہ وہ کسی طرح اس عرب عورت کی طرح دکھائی دے تو مجھے اس پر ترس آیا۔ اس جذبے میں مزید شدت تب آئی جب میں نے قریبی میزوں پر کچھ لوگوں کو اس کا مذاق اڑاتے دیکھا۔

ایک عرب مرد، جس کے رقص کے انداز نے میری توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی، ماری کلیر کے قریب پہنچ گیا۔ یہ بات بالکل واضح تھی کہ وہ اپنے رقص کے ذریعے اپنی مردانگی دکھانا چاہ رہا تھا۔ وہ اس کی جانب جھکا اور مسکرایا لیکن دوسری عورتوں کے برعکس، جو اس سے دور ہٹ گئی تھیں، ماری کلیر اپنی جگہ پر ڈٹی رہی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کی مسکراہٹ کا جواب بھی ایک دل نشیں مسکراہٹ سے دیا اور جب اس مرد کا حوصلہ مزید بڑھا اور اس نے رقص کا عندیہ دیا، جس دوران اس کی نگاہیں مستقل اس کے جسم سے چپکی رہی تھیں، تو وہ فوراً راضی ہو گئی۔ مجھے جس بات سے زیادہ دکھ پہنچا وہ یہ تھی کہ مرد کے ہاتھ

بڑھاتے ہی اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور اس سے تقریباً چپک گئی اور ایک مزید دلیرانہ حرکت یہ کی کہ جب مرد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس نے رکھنے دیا۔ وہ گاہے گاہے مجھ پر بھی ایک نظر ڈال لیتی تاکہ مجھے یہ جتا سکے کہ وہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر رہی ہے، تاکہ مجھے برہم کر سکے۔ مجھے اس وقت اندازہ ہوا کہ وہ میرے خیال سے کہیں زیادہ ناراض تھی اور اس نے شدید بے عزتی محسوس کی تھی۔

جب وہ میز پر واپس آ کر بیٹھی تو میں نے اس کے رویے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ جو کچھ میں نے دیکھا کیا اس سے مجھے مزہ آیا۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ مجھے شدید خواہش ہو رہی تھی کہ ریستوران سے نکلنے سے پہلے اس عورت کو دیکھوں جو کیمپنگ گراؤنڈ والی عورت سے مشابہت رکھتی تھی، لیکن میں نے ایسا نہ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ہم خاموش اور آہستگی سے چلتے ہوئے اپنی عمارت تک پہنچ گئے۔ ماری کلیر نے موٹر بائیک کے قریب جا کر زنجیر کو ہلا کر دیکھا، پیار سے سیٹ پر ہاتھ پھیرا اور مجھ سے پوچھا، "یہ پیاری ہے نا؟"

میں خاموش رہا۔

18

میں انکار نہیں کروں گا کہ مجھے اس وقت خوشی محسوس ہوئی تھی جب ماری کلیر نے اعلان کیا کہ اس کی ماں کی طبیعت خراب ہے اور اس نے گاؤں جانے کا فیصلہ کر لیا ہے جس کے باعث وہ ایک ہفتہ باہر رہے گی اور اپنی ماں کے ساتھ ایک اچھا اور طویل وقت بھی گزارے گی جسے اس نے دو برس سے نہیں دیکھا تھا۔ ان دونوں کو موقع ملے گا کہ ایک دوسرے کے مزید قریب آ جائیں اور ایک دوسرے کو مزید سمجھ سکیں۔ یہ سب وہی باتیں تھیں جن کی میں نے ہمیشہ خفیہ طور پر امید رکھی تھی، کیونکہ مجھے ان دونوں کے تعلق میں ایک کمی سی محسوس ہوئی تھی۔

میرے اور ماری کلیر کے تعلق کے دوران ایسا پہلی بار ہونے جا رہا تھا کہ وہ ایک ہفتے تک گھر سے دور رہے گی۔ یہ بھی پہلی بار تھا کہ باپ کے انتقال کے بعد ماری کلیر اپنی ماں کے ساتھ یہ سارا وقت

گاؤں میں گزارے گی۔ پہلے پہل اس نے سفر کے لیے زیادہ اشتیاق ظاہر نہیں کیا تھا اور پھر یہ کوشش بھی کی کہ اپنے قیام کی مدت کو کسی طرح کم کر لے لیکن اس کی ماں نے، اپنے مزاج کے برعکس، اس کے زیادہ دیر رکنے پر اصرار کیا اور دن میں کئی بار مختلف اوقات میں فون کر کے اسے قائل کر لیا کہ اس کی طبیعت اچانک بگڑ گئی ہے اور اب اسے ضرورت ہے کہ وہ کم از کم ایک ہفتے کے لیے اس کے پاس ٹھہرے۔

میں نے اس غیر متوقع موقعے سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے کوشش کی کہ اپنی زندگی کو اس کے پہلے والے ڈھنگ اور روانی پر واپس لے آؤں۔ میں وقتی طور پر اپنی گزشتہ بے ترتیبی اور بے سلیقگی پر لوٹ آیا اور سستی اور کاہلی کے ہاتھوں مغلوب ہو گیا۔ مجھے گھر میں اکیلا رہے ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا اور اس آزادی کو بھی کہ جو چاہوں کر سکوں، بغیر اس احساس کے کہ مجھ پر نظر رکھی جا رہی ہے۔ اب اس تنہائی کا تجربہ کیے طویل عرصہ گزر گیا تھا جو مجھے ماری کلیر سے ملاقات سے پہلے حاصل تھی۔ انہی وجوہات کے باعث میں اب اپنی تنہائی کا جشن منانے کے لیے بہت پر امید تھا، کہ اس سے بھرپور مزہ لوں اور ہر ممکن فائدہ اٹھاؤں۔ ہفتے کے ابتدائی دن بہت آہستگی سے اور بغیر کسی خاص واقعے کے گزرے۔

جب میں کام نہ کر رہا ہوتا تو تمام وقت گھر پر گزارتا تھا۔ میرا موڈ انتہائی خوشگوار تھا۔ کوئی بھی چیز نہ تو میرے خیالات کو پراگندہ کرتی تھی اور نہ ہی ذہن پر حاوی رہتی تھی۔ نہ کوئی غصہ نہ کوئی پریشانی۔ نہ باتیں، نہ بحث مباحثہ اور نہ ہی لڑائیاں۔ خاموشی اور سکون کے سوا کچھ بھی نہیں۔ میں نے اپنی اس عمومی عادت سے بھی اجتناب کیا جو ماضی کی یادوں کو دہرانے سے عبارت تھی؛ حالانکہ تنہائی میں اکثر میں یہی کیا کرتا تھا لیکن مجھے خوف تھا کہ ایسا کرنے سے ایسی یادیں اور خیالات ذہن میں نہ آ جائیں جو میری اس تنہائی کو برباد کر کے رکھ دیں۔

مجھے کوئی شک نہ تھا کہ میں اس ہفتے کے تمام دن اسی طرح خاموشی، سکون اور اطمینان سے تنہائی میں گزاروں گا، لیکن چوتھے دن ہی مجھے پتا چل گیا کہ میں مکمل طور پر غلط فہمی کا شکار تھا اور یہ کہ عورت اور مرد کے مابین جو تعلق ہوتا ہے اس سے زیادہ پراسرار، پیچیدہ اور ناقابلِ پیشگوئی کوئی اور چیز نہیں ہے! جس لمحے میں بیدار ہوا، مجھے پتا چل گیا کہ ماری کلیر کا تصور میرے ذہن پر چھایا ہوا ہے۔ میں نے اس سے نجات پانے کے لیے دیگر کئی اہم باتوں کے متعلق سوچنے کی کوشش بھی کی لیکن میں ایسا کرنے میں

ناکام رہا۔ کچھ دیر بعد ایک عجیب اور نامانوس احساس نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا — ماری کلیر کی یاد؛ میں نے خود کو اس کے لیے بیتاب و بیقرار محسوس کیا۔

پانچویں دن اس کے لیے میری بیتابی مزید بڑھ گئی۔ جب میں بیدار ہوا اور اپنا بازو آگے پھیلایا تو وہ اس کی چھوڑی ہوئی سرد اور خالی جگہ پر گرا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے لیے میری تڑپ اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ یہ تب ہوا جب مجھے اس بات کا ادراک ہوا، اور وہ بھی کافی حیرت زدہ ہونے کے بعد، کہ اس کی اس گھر میں موجودگی کی کیا اہمیت ہے اور مجھے اس کی کتنی احتیاج ہے!

اپنے آپ کو ان احساسات سے آزاد کرنے کی خاطر، یا کم از کم ان کے گہرے اثرات کو کم کرنے کے لیے جو میری روح پر قابض تھے، میں نے خود کو مصروف رکھنے کے لیے اپنے پسندیدہ خانہ بدوش شعرا کے اشعار کی باآوازِ بلند قرأت شروع کر دی۔ جتنی بھی عربی موسیقی میرے پاس تھی سب سن ڈالی۔ کافی عرصہ پہلے آئے خطوط جنھیں میں نے نظر انداز کر دیا تھا، ان کے جواب دیے۔

ان میں ایک طویل خط میری بہن کا تھا جس میں مجھے سختی اور درشتی سے سرزنش کی گئی تھی کیونکہ حالیہ سیلابوں میں تقریباً بہہ جانے والی ماں کی قبر کی مرمت کے لیے جو رقم میں نے بھیجی تھی وہ ناکافی تھی۔ میں گھر سے باہر نکل آیا اور لمبی سیر پر نکل گیا۔ میری بلند آواز خود کلامی سے کئی راہگیر میری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

اس کی واپسی سے ایک دن قبل میں پوری رات سو نہ سکا۔ اس کے تصور نے میرے ذہن سے نکلنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ میں بتیاں جلائے رکھوں یا بجھا کر بیڈ روم کو اندھیرے میں ڈبو دوں، یا پھر آنکھیں بند کر لوں یا کھول لوں اور کسی بھی چیز کو غور سے دیکھنا شروع کر دوں۔ عجیب بات یہ تھی کہ جتنی جتنی مجھے اس کی موجودگی محسوس ہوتی تھی اُتنا اُتنا اس کا چہرہ مجھے دور محسوس ہوتا تھا اور اس کے خد و خال دھندلے ہوتے چلے جاتے تھے، اور یہ اتنا بڑھا کہ میں اپنی یادداشت کے بل پر بھی اس کے چہرے کی تفصیل یاد نہ کر سکا۔

یہ پہلی بار نہیں ہوا تھا کہ مجھے ایک مانوس چہرے کو یاد کرنے میں ناکامی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے بھی میرے ساتھ کئی مرتبہ ایسا ہو چکا تھا اور وہ بھی ان چہروں کے ساتھ جو ایک دوسرے سے کافی مختلف تھے۔ عموماً میں وہ چہرہ مکمل طور پر بھلانے کے لیے اور اسے اپنے ذہن سے نکالنے کے لیے، اپنے ذہن

میں بہت سارے دوسرے خیالات لے آتا ہوں۔ اس کے بعد جب میں دوبارہ اس چہرے کو تصور میں لانا چاہتا ہوں تو اکثر میری یادداشت اسے اس کی تمام تر تفصیل کے ساتھ مکمل طور پر میرے تصور میں لے آتی ہے، مگر اس بار میں ایسا کرنے میں ناکام رہا کیونکہ ماری کلیر کے تصور کو میں ایک لمحے کے لیے بھی اپنے ذہن سے جھٹکنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

میں اچھل کر بستر سے اترا اور اِدھر اُدھر تلاش کیا، مگر مجھے کہیں بھی ماری کلیر کی تصویریں نہ مل سکیں: نہ بستر کے قریب تپائی پر، نہ بک شیلف پر، نہ اسٹیریو کے اوپر اور نہ داخلی دروازے کے قریب والی الماری میں۔ اس کی وجہ یہ رہی کہ میری ہی طرح ماری کلیر کو بھی، عام لوگوں کے برعکس، اپنی تصویریں بڑی کروا کر خوبصورت فریم میں تمام اپارٹمنٹ میں لگانا بالکل پسند نہیں تھا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ اس طرح کی تصویروں میں وہ بالکل بھی خوبصورت نہیں لگتی ہے۔ مجھ سمیت اس کے سب جاننے والوں کے برعکس، اس کا یقین تھا کہ وہ فوٹوجینک نہیں ہے۔

وہ واحد جگہ جہاں مجھے ماری کلیر کی کوئی تصویر مل سکتی تھی وہ 'المِاری' نامی وہ جگہ تھی جسے ہم نے مزاحایہ نام دیا تھا۔ یہ الماری گتے کے تین ایک جیسے سائز اور رنگ کے ڈبوں پر مشتمل تھی اور نظروں سے دور ایک چھوٹے سے کیبنٹ کی آخری دراز میں رکھی تھی۔ اس پہلے دن سے جب ماری کلیر میرے اپارٹمنٹ میں منتقل ہوئی تھی، میں جانتا تھا کہ وہ الماری میرے لیے ممنوعہ علاقہ ہے اور مجھے کسی بھی صورت میں نہ اسے کھولنا ہے اور نہ ہی اس میں رکھی چیزوں کو دیکھنا ہے۔ اگرچہ ہم دونوں ایک ہی چھت کے نیچے ایک ساتھ رہ رہے تھے لیکن ماری کلیر کے نزدیک یہ بات بہت اہمیت رکھتی تھی کہ گھر میں اس کی کوئی مخصوص جگہ بھی ہو جو صرف اور تنہا اس کے لیے مختص ہو جہاں میں داخل نہ ہو سکوں، ایک خفیہ اور محفوظ جگہ، ذاتی جگہ جہاں اسے خلوت میسر ہو۔ ''پھر زندگی میں کیا ذائقہ اور وقعت رہ جاتی ہے،'' وہ ہمیشہ کہا کرتی تھی، ''اگر کسی کو تنہائی میسر نہ ہو۔''

اس کا مطلب ہرگز نہیں تھا کہ ماری کلیر 'الماری' کے مشمولات مجھ سے چھپا کر رکھتی تھی۔ اس نے ابتدا ہی میں مجھے بتا دیا تھا کہ وہاں کیا رکھا ہوا ہے: خطوط، تصاویر، بچپن اور لڑکپن سے تعلق رکھنے والی دیگر چیزیں۔ اس نے مجھے اپنی وہ تصویر بھی دکھائی تھی جس میں وہ اپنے پہلے عشائے ربانی پر راہبہ کا لباس پہنے ہوئی تھی اور اس موقعے پر تحفے میں ملنے والی سونے کی زنجیر بھی۔ بس وہ چاہتی تھی کہ میں اس

کی تنہائی میں دخل اندازی نہ کروں اوراس کی ذاتی اشیا کو نہ چھوؤں۔

مجھے ان سب باتوں کا علم تھا مگر اس مردود خواہش نے مجھ پر ایسا غلبہ پا لیا تھا کہ خود کو روکنا میرے بس سے باہر ہو گیا، بالخصوص ان اہم مگر مبہم اور دھندلے لمحات میں جو نیند اور بیداری کے درمیان آتے تھے۔

جس چیز نے مجھے وہ فوری فیصلہ کرنے پر اکسایا جو اس سے پہلے کبھی کرنے کی ہمت نہ کی تھی، وہ میرا یہ عزم تھا کہ صرف وہی کچھ کیا جائے جو انتہائی ناگزیر ہو۔

میرے نزدیک اب صرف ایک بات اہمیت رکھتی تھی کہ جتنی جلد ممکن ہو، کہیں سے ماری کلیر کی ایک حالیہ تصویر تلاش کروں اور وہ بھی 'المماری' کی دیگر چیزوں کو چھیڑے بغیر۔

میں 'المماری' تک پہنچا اور سب سے آخری دراز کھولی؛ امید یہی تھی کہ جو کچھ میں ڈھونڈ رہا ہوں وہ مجھے پہلے بکس میں ہی مل جائے گا اور یوں مجھے ضمیر کی اس کسک سے بھی نجات مل جائے گی جو یہ سب کرتے ہوئے مجھے ہو رہی تھی۔ تینوں بکس ایک دوسرے کے اوپر ہی رکھے تھے۔ خوش قسمتی سے ویسا ہی ہوا جیسا میں چاہتا تھا۔ بکس کا ڈھکن ہٹاتے ہی جس پہلی چیز پر میری نظر پڑی وہ ایک چھوٹا سا تصویری البم تھا جس کی جلد اور حالت بتا رہی تھی کہ وہ خاصا پرانا ہے۔ میں نے بھرپور اشتیاق سے اسے کھولا اور اس کے صفحے پلٹنے لگا۔ وہاں اس کی ماں کی تصویریں تھیں، خود اس کے بچپن کی، کبھی ماں اور کبھی باپ کے ساتھ اور کبھی دونوں کے ساتھ۔ کچھ تصاویر چند بوڑھے لوگوں کی بھی تھیں جن کے متعلق میں نے اندازہ لگایا کہ دادا دادی یا نانا نانی ہوں گے مگر زیادہ تر تصویریں اس کے باپ کی تھیں۔ کچھ بہت زیادہ پرانی تھیں جن میں وہ خوش و خرم اور خوبصورت نوجوان دکھائی دیتا تھا۔ اس کی ایک تصویر فوجی وردی میں بھی تھی اور پس منظر سے واقفیت کے باعث میں نے اندازہ لگایا کہ یہ الجزائر میں لی گئی ہو گی۔

مجھے البم کے آخری صفحے پر پہنچ کر ماری کلیر کی ایک حالیہ تصویر ملی۔ میں نے اسے مومی کاغذ کے نیچے سے آہستگی اور احتیاط سے نکالا۔ صوفے پر بیٹھ کر اور سائیڈ لیمپ روشن کر کے میں نے تصویر اپنے گھٹنے پر رکھ لی اور چہرے کو یوں غور سے دیکھنے لگا، گویا اس سے پہلے اسے کبھی نہیں دیکھا تھا، اور پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ ماری کلیر بالکل صحیح کہا کرتی تھی جب وہ اپنی تصاویر کی بات کیا کرتی تھی: کہ وہ تصویر کی نسبت حقیقی زندگی میں زیادہ حسین لگتی تھی۔

کافی دیر تک تصویر کا معائنہ کرنے کے بعد میں نے اسے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ جس لمحے میں نے البم بند کیا، مجھے ایک ایسی چیز کی جھلک نظر آئی جو البم نکالتے وقت مجھے دکھائی نہیں دی تھی، ایک ایسی چیز جس پر نگاہ پڑتے ہی میں گھبراہٹ کا شکار ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا فوٹو تھا جو شاید کسی شناختی کارڈ پر چسپاں تھا اور پھر نکال لیا گیا تھا؛ اس بات کی شہادت کونے پر لگی ایک مہر بھی دے رہی تھی۔ مجھے ذرہ برابر بھی شک نہیں تھا کہ یہ لادیسلاس کی تصویر تھی، وہ پہلا شخص جس سے ماری کلیر نے محبت کی تھی۔ تصویر میں وہ سعادت مند بچہ لگ رہا تھا مگر وہ مجھے کچھ زیادہ پرکشش نہیں لگا، حالانکہ اس کا چہرہ دلکش اور حسین تھا۔ میں نے اس کے نازک ہونٹوں کو دیکھا جو بھنچے ہوئے تھے، بالکل کسی ایسے شخص کی طرح جسے کیمرے کے سامنے بیٹھنے کی عادت نہ ہو۔ جب مجھے یہ خیال آیا کہ اس نے انہی ہونٹوں سے ماری کلیر کے ہونٹوں کو متعدد بار چوما تھا، تو مجھ میں دوبارہ رقابت کے جذبات بیدار ہو گئے۔

مجھے محسوس ہوا کہ میں کند ذہن اور کم عقل ہوں۔ اپنی ذات سے نفرت کا ایک تکلیف دہ احساس میرے اندر سے امڈ پڑا۔ میں اس طرح کے کسی معصوم بچے سے حسد اور رقابت کیونکر محسوس کر سکتا ہوں جو بمشکل اپنی ناک صاف کرنا جانتا ہو، صرف اس باعث کہ اس نے برسوں پہلے ماری کلیر کا بوسہ لیا تھا اور وہ بھی چوہوں بھرے ایک تہہ خانے میں!

میں نے البم بکس میں واپس رکھ دیا۔ جب میں تینوں بکسوں کو صفائی سے رکھنے کے لیے جھکا تو میں نے ایک آواز سنی، ٹک ٹک جیسی ایک آواز۔ میں نے کان دراز سے لگایا تو ٹک ٹک کی آواز واضح طور پر سنائی دینے لگی۔ میں نے جلدی سے تینوں بکس ایک طرف رکھے تو پتا چلا کہ جسے میں دراز کا فرش سمجھ رہا تھا وہ کارڈ بورڈ کا ایک موٹا ٹکڑا ہے۔ جب میں نے اسے ہٹایا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ دراز کی تہہ میں ہر قسم اور ہر ناپ کی گھڑیاں رکھی تھیں۔ شمار کرنے پر ان کی تعداد تئیس نکلی۔ مجھے معلوم تھا کہ ماری کلیر کو گھڑیاں بھی اتنی ہی پسند تھیں جتنے اسے جوتے پسند تھے، جو اس کے پاس بڑی تعداد میں موجود تھے۔ یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کے پاس اتنی ساری گھڑیاں بھی ہوں گی اور وہ بھی زیادہ تر خراب، یا پھر اتنی پرانی کہ جنھیں وہ کبھی نہ پہنے گی، بالکل اسی طرح جیسے اس کی ماں نے شیمپین کی خالی بوتلیں اور چمکدار کاغذ جمع کر رکھا تھا۔

مجھ پر مزید حیرت کا پہاڑ اس وقت ٹوٹا جب میں نے چینی بانس کا بنا ہوا وہ گول بکس کھولا جو

گھڑیوں کے درمیان چھپا ہوا تھا اور یہ دریافت کیا کہ وہ انگوٹھیوں، بالیوں، گلوبندوں اور ہاروں سے بھرا ہوا تھا۔ ماری کلیر ان عورتوں میں سے نہیں تھی جنھیں زیورات پسند ہوتے ہیں۔ میں نے شاذ ہی اس کی انگلی میں انگوٹھی یا کانوں میں بندے دیکھے ہوں گے۔

میں دراز بند کر کے دوبارہ بیڈ روم میں واپس چلا آیا۔ بستر پر لیٹ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں لیکن لادیسلاس کا عکس اپنے بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ میرے ذہن پر حاوی رہا۔ بجائے اس کے کہ مجھے یہ بھولنے میں مدد ملتی کہ مجھے ماری کلیر بہت یاد آ رہی تھی، اس عکس نے اس کی یاد کی تڑپ میں مزید اضافہ کر دیا، جبکہ اس کی تصویر دیکھنے اور اس کے بکسوں کی تلاشی لینے کے بعد یہ یاد کم ہوئی تھی۔ مزید بدتر یہ ہوا کہ عین اسی لمحے اس کی آواز سننے کی خواہش مجھ پر شدت سے غالب آ گئی۔

میں نے الارم کلاک کی جانب دیکھا۔ ابھی اتنی دیر نہیں ہوئی تھی جتنا میرا خیال تھا۔ ماری کلیر اب بھی نشست گاہ میں ہی ہو گی اور ابھی سونے کے لیے نہیں گئی ہو گی مگر مسئلہ یہ تھا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے یہ معلوم ہو کہ میں اس بری طرح اسے یاد کر رہا ہوں، اور اگر میں کوئی قابل قبول بہانہ بنا کر اسے فون کر بھی لوں تو میری آواز میرا راز کھول دے گی۔ اس کا نسوانی وجدان ہر صورت میں میری یہ کیفیت جان جائے گا۔

کافی دیر کی تھکا دینے والی ہچکچاہٹ کے بعد میں بستر سے اٹھا اور ڈرائنگ روم کی طرف گیا۔ میں نے کوئی لائٹ نہ جلائی گویا میں نہیں چاہتا کہ ٹیلیفون پر نظر پڑے، شاید میں اپنے ہاتھوں کو ٹیلیفون کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتا تھا، گویا تاریکی مجھے وہ سب برداشت کرنے میں مدد دے گی جو میں مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ میں بیٹھا نہیں جیسا کہ عموماً فون کرتے وقت کیا کرتا تھا۔ میں کسی فراموش کردہ کھمبے کی مانند کھڑا رہا۔ ٹیلیفون پر جھک کر ایک تیز حرکت سے میں نے ریسیور اٹھایا، نمبر ڈائل کیا، اپنی سانس بھی روک لی۔ ''ہیلو... ہیلو...'' ''کون بات کر رہا ہے؟'' ''ہیلو؟'' میں نے جواب نہ دیا۔ میں نے فون کان سے دور ہٹا دیا کیونکہ اب اس کی آواز سننا میری برداشت سے باہر تھا۔ پھر میں صوفے پر گر پڑا۔

19

جس لمحے ہماری نگاہیں ایک دوسرے سے چار ہوئیں، مجھے پتا چل گیا کہ وہ جانتی ہے کہ گزشتہ روز اسے فون کرنے والا شخص میں تھا جس نے کچھ بولنے کی ہمت نہیں کی تھی، لیکن میری توقع کے برعکس نہ تو وہ غصے میں نظر آئی اور نہ ہی پریشان۔ حقیقت میں تو وہ کافی خوشگوار موڈ میں نظر آئی۔ کیا فون پر میری عجیب وغریب خاموشی سے یا پھر بالخصوص اس گرمجوش خیر مقدم سے جو میں چھپانے سے قاصر رہا تھا، اسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں نے اسے کس شدت سے یاد کیا تھا، اس سب کے باوجود بھی جو ہمارے رشتے میں اس صبح سے شروع ہوا تھا جب اس نے درشتی سے مجھے جھڑک دیا تھا؟ کہ میں اب بھی اس سے وابستہ ہوں؟ کیا اس دوری نے اسے یہ حقیقت سمجھا دی ہے کہ وہ بے حس، اکھڑ، لاپروا اور صرفِ نظر کرنے والی ہے؟ کیا اس سفر نے اسے ایک مختلف روشنی میں چیزوں کو مزید واضح طور پر دیکھنے میں مدد دی ہے؟ یا پھر ایک دور دراز گاؤں میں اپنی ماں کے ساتھ ایک ہفتہ گزارنے کے بعد اس کے اعصاب اتنے پرسکون ہیں کہ وہ اپنے پرانے رویے کی طرف لوٹ آئی ہے؟

میں تو صرف یہ جانتا تھا کہ اس غیر حاضری نے مجھے میری حقیقی ماری کلیر واپس دے دی ہے، نرم دل، معصوم، برجستہ ماری کلیر۔ ایک طویل عرصے کے بعد اور کئی نازک حالات کے بعد اب کہیں جا کر میں اس قابل ہوا تھا کہ ایک بار پھر وہ ہنستا مسکراتا خوش وخرم چہرہ جس سے یگانگت، برجستگی اور سکون کی کرنیں پھوٹتی تھیں، دیکھ سکوں۔ عجیب بات یہ تھی کہ یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ میں نے سوچا بھی نہ تھا۔ یوں لگتا تھا کہ ہم کبھی آپس میں لڑے ہی نہ تھے، یا ہمارا آپس میں پہلے سے غیر تحریری معاہدہ تھا کہ گزشتہ چند ماہ سے ہر وہ چیز جو ہمارے درمیان خلیج پیدا کر رہی تھی اسے فوراً اور ہمیشہ کے لیے بھلا دیں گے۔

''ادھر آؤ'' ماری کلیر نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس میز کی طرف کھینچا جہاں پر اس نے اپنے سفری بیگ رکھے تھے۔

''دیکھو میں گاؤں سے تمھارے لیے کیا لائی ہوں!'' وہ فخریہ لہجے میں بولی اور تھیلے خالی کر کے ان کے اندر موجود چیزوں کو میز پر ڈھیر کرتی چلی گئی۔

''یہ سب میری ماں کے پڑوسی کسانوں کی طرف سے دیے گئے تحفے ہیں۔''

سبزیاں، پنیر، ساسیج، انڈے، چیری اور امرود کا مارملیڈ، خنزیر کا بھنا ہوا قیمہ، خرگوش کا بھنا

گوشت۔ ماری کلیر کی نظریں کبھی میز اور کبھی میری طرف گردش کرتیں۔ وہ مسلسل مسکرائے جا رہی تھی۔ میں بھی مسکرایا اور گاؤں سے لائی ہوئی اس کی ہر چیز کو انتہائی توجہ اور اہتمام سے دیکھا اور پسندیدگی سے اپنا سر ہلاتا رہا تا کہ اس کی خوشی میں شامل ہو سکوں۔

''میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ کسان اتنے اچھے ہو سکتے ہیں!'' اس نے کہا اور پنیر کو قریب لا کر سونگھا۔ مجھے بھی ایسا کرنے کی خواہش ہوئی مگر بجائے پنیر سونگھنے کے میں نے ایک آلو سونگھا جس کی بناوٹ اور بڑے سائز نے میری توجہ اپنی جانب مبذول کروا لی تھی۔ اچانک اس نے پنیر میز پر رکھا اور بڑے تھیلے پر جھکتے ہوئے بولی، ''میں تو بھول ہی گئی تھی، میں گاؤں سے کچھ اور بھی لائی ہوں۔'' اس نے ایک بڑا سا گلدستہ نکالا، اس پر لپٹا ہوا کاغذ ہٹایا اور میری ناک کے قریب لاتے ہوئے بولی، ''ذرا انھیں سونگھو۔''

میں نے اپنی ناک پھولوں میں گھسا دی اور آنکھیں بند کر کے اس کی خوشگوار مہک کو اپنی سانسوں میں کھینچ کر بھر لیا اور سرور سے اپنی آنکھیں موند لیں۔

''تم نے یہ مہک پہچانی؟''

میں نے یہ خوشبو سونگھتے ہوئے سر ہلایا۔

''بتاؤ کیا ہے؟'' ماری کلیر نے طالب علموں کی آزمائش کرنے والے ممتحن کے لہجے میں دریافت کیا۔

مجھے یقین تھا کہ میں وہ خوشبو پہلے بھی کئی بار سونگھ چکا ہوں لیکن میں جواب نہ دے سکا۔ میں نے آنکھیں کھولیں اور پھولوں کی طرف غور سے دیکھا، گویا اس طرح مجھے ان کا نام یاد آ جائے گا۔ سچ تو یہ تھا کہ میں خود کو اور ماری کلیر کو دھوکا دے رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر میں پورا ایک گھنٹہ بھی ان پھولوں کو گھورتا رہوں تو ان کا نام نہیں بتا سکوں گا، کیونکہ پھولوں، درختوں اور پودوں کے متعلق میری معلومات اتنی ہی کمزور تھیں جتنی اجنبی پرندوں، کیڑوں اور جانوروں کے متعلق تھیں۔

''گلِ یاس،'' ماری کلیر نے بتایا اور میرے قریب آ کر جھکی جس سے اس کی چھاتیاں میرے چہرے کے نزدیک آ گئیں۔ ''یہ میں نے اپنی والدہ کے باغ سے توڑے تھے۔'' اچانک مجھے احساس ہوا کہ گلِ یاس کی مہک تبدیل ہو کر کسی اور مہک میں ڈھل گئی ہے۔ ہوا میں ایسا کچھ تھا کہ یہ مہک اس

سے مل کر ایک نئی مہک میں تبدیل ہوگئی تھی۔ جب میں نے اپنے اردگرد سونگھنے کی کوشش کی تو مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ یہ ماری کلیر کی مہک تھی۔ مجھے یہ مہک شاذ ہی اتنی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ شاید سوٹ کیس اور بیگ اٹھانے کے باعث اسے زیادہ پسینہ آیا تھا لیکن میری ناک جو اُس لمحے سے ہی جوش میں آئی ہوئی تھی جب سے ماری کلیر نے گاؤں سے لائی ہوئی سوغاتیں میز پر ڈھیر کرنا شروع کی تھیں، وہ اس غیر معمولی مہک کو بالکل بھی ناگوار محسوس نہیں کر رہی تھی جو گل یاس کی مہک اور ایک عورت کے پسینے دار جسم کی خوشبو کا مرکب تھی۔ حقیقتاً مجھے تو یہ مزے دار، راحت بخش، جوشیلی اور جنسی طور پر مشتعل کرنے والی محسوس ہوئی۔

ماری کلیر نے گلِ یاس کا دستہ چینی کے ایک گلدان میں لگا دیا جو میں نے کافی عرصے قبل اسے تحفے میں دیا تھا۔ میں اسے قرینے سے پھولوں کو ترتیب دیتے دیکھتا رہا جیسے وہ اپنے پودوں کے ساتھ کرتی تھی اور پھر گلدان اٹھا کر شیلف پر رکھ دیا۔ مجھے یاد تھا کہ اس نے گلدان کو بہت پسند کیا تھا اور آج بھی وہ اسے ان اشیا میں سب سے خوبصورت گردانتی تھی جو میں اس کے لیے تیونس سے لایا تھا۔ حالیہ مہینوں میں یہ بھی دیکھنے میں آیا تھا کہ وہ تبھی گلدان میں پھول سجاتی جب مجھ سے خوش ہوتی تھی۔

کچھ ہی دیر میں ماری کلیر نے اس تمام بکھیڑے کو ٹھیک کر دیا جو اس کی آمد کے بعد سے ڈرائنگ روم میں پھیلا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے صفائی کی اور ہر چیز اپنی جگہ پر رکھ دی۔ میز پر قیمہ اور پنیر رکھا رہنے دیا تاکہ رات کھانے میں کھایا جا سکے کیونکہ اس کی خواہش تھی کہ آج گاؤں والا کھانا کھایا جائے۔

ہم کھانے کی میز پر قریب قریب بیٹھ گئے۔ ہم نے پلیٹیں، کانٹے، چمچے اور چھری استعمال نہیں کیں۔ ماری کلیر نے وائن کی ایک بوتل کھول لی تھی۔ ایک سبک اور نپی تلی حرکت سے اس نے اپنے باپ سے ورثے میں ملنے والے چاقو سے ساسیج کے پتلے پتلے پارچے کرنے شروع کر دیے۔ کچھ اس نے مجھے کھلائے اور باقی خود مزے لے لے کر کھائے۔

مجھے اس وقت کھانے کی کوئی خواہش نہ تھی اور مجھے خنزیر کے ساسیج پسند بھی قطعی نہیں ہیں، مگر میں نے ماری کلیر کی پیش کی ہوئی کسی بھی چیز کو انکار نہ کیا۔ وائن کے کئی جرعوں کے بعد اور بتدریج میں نے خنزیر کے ساسیج کچھ ایسا لطف لے لے کر کھانا شروع کیے کہ ماری کلیر کی توجہ بھی اُدھر ہوگئی۔ وہ حیرت

اور پسندیدگی سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس رات میں نے جتنا اور جیسی جیسی انواع کا خنزیر کا گوشت کھایا ویسا اس شہر میں گزارے ہوئے تمام برسوں میں کبھی نہ کھایا تھا۔

کھانا ختم ہونے کے بعد ماری کلیر صوفے پر نیم دراز ہوگئی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور خاموش رہی۔ میں نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی کہ کہیں وہ بے سکون نہ ہو۔ کچھ طویل لمحوں کے بعد اس نے بغیر آنکھیں کھولے اور حرکت کیے بولنا شروع کر دیا۔ اپنی ماں کی بیماری کی بابت بات کی جو اپنے آخری درجے میں تھی۔ میں نے غور کیا کہ اس نے بیماری کا نام نہیں بتایا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ بیماری کا نام معلوم کروں مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ اس کے بعد اس نے مجھے اس گاؤں کے متعلق بتایا جہاں اس نے پورا ہفتہ گزارا تھا؛ وہاں کے قدیم مکانات، کسان، وسیع علاقے پر پھیلے کھیت کھلیان، اپنی رفتار پر چلتی ہوئی وہاں کی مخصوص زندگی وغیرہ۔

اچانک اس نے پہلو بدل کر میری جانب کروٹ لی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی جس سے مجھے کچھ بے آرامی ہوئی۔ تبھی اس نے پوچھا، ''تم بتاؤ، تم نے پورا ہفتہ کیسے گزارا؟''

''میں معمول کے مطابق کام پر ہوٹل گیا اور یونیورسٹی میں پڑھایا۔'' کچھ دیر بعد میں اپنے آپ کو روک نہ سکا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا، ''اور، اور میں نے تمھارا انتظار کیا۔''

''تم نے میرا انتظار کیا؟''

''ہاں۔''

''پورا ہفتہ؟''

مجھے سمجھ نہ آیا کہ کیا کہوں، سو خود کو اطمینان دلانے کے لیے میں نے ایک رمزیہ ہامی بھری۔ مجھے محسوس ہوا کہ جو کچھ ابھی میں نے کہا ہے اس نے اس کا دل ہلکا سا گرما دیا ہے۔ پھر بھی مجھے حوصلہ نہ ہوا کہ اس سے نظریں ملا سکوں۔ میں اٹھ کر کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا اور میری نظریں چنار کے اس درخت کو ڈھونڈنے لگیں جسے ہر طرف سے عمارتوں نے گھیر رکھا تھا۔

''میں نے بھی تمھیں یاد کیا تھا۔''

جب میں نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تو وہ دوبارہ پشت کے بل نیم دراز تھی۔ اب وہ خاموش

ہو گئی تھی۔ میں کچھ دیر تاریکی میں گھورتا رہا مگر مجھے چنار کا درخت نظر نہ آیا۔ میں میز کی طرف واپس آیا۔ میز پر سے کھانے کے ذرات صاف کیے اور بچا کھچا کھانا کچن میں جا کر ریفریجریٹر میں رکھ دیا۔

واپس کمرے میں آیا تو دیکھا کہ ماری کلیر اپنے تمام کپڑے اتار کر صوفے پر عریاں لیٹی ہوئی تھی۔ وہ مجھے اپنے قریب آتا اور کپڑے اتارتا دیکھ کر مسکرائی۔ اس نے پیچھے کھسک کر میرے لیے جگہ بنائی تاکہ میں اس کے برابر میں لیٹ سکوں اور بازو پھیلایا تاکہ میں اپنا سر اس پر رکھ لوں۔ وہ اپنا سر میرے سر کے قریب لائی اور دیر تک میرے چہرے کو غور سے دیکھتی رہی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ تھی۔ پھر اس نے مجھے چومنا شروع کیا۔

ہم صبح تک صوفے سے نہیں اترے۔ ہم سوئے بھی نہیں۔ یوں لگتا تھا کہ ہم خوفزدہ تھے کہ اگر کہیں آنکھ لگ گئی تو ہم ان نادر اور لذت آمیز احساسات کو کھو نہ بیٹھیں جو ہمیں بہت عرصے سے محسوس نہیں ہوئے تھے۔ وہ دزدیدہ نگاہیں، مسکراہٹیں اور ناز و انداز الفاظ سے بڑھ کر تھے۔ صبح کو ماری کلیر نے ایک لذیذ ناشتہ تیار کیا جو ہم نے اسی آہستگی اور لطف سے کھایا جیسے ہم اپنے تعلق کی ابتدا میں کیا کرتے تھے۔

یہ سب کچھ عارضی تھا، جیسے کوئی خوبصورت مگر مختصر خواب۔ یہ سب کچھ اس چنگاری کا آخری بار بھڑکنا تھا جو ہمیشہ کے لیے گل ہوا چاہتی تھی، جیسے چراغِ سحری بجھنے سے پہلے آخری بار بھڑکتا ہے۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ بوریت اور یکسانیت دوبارہ ہمارے تعلق میں واپس آ گئی۔ ہم نے دوبارہ لڑائیاں شروع کر دیں، وہ بھی زیادہ تر معمولی باتوں پر۔ رفتہ رفتہ بے حسی، سنگدلی اور اکھڑپن نے بھی ہمارے تعلق میں جگہ بنا لی۔ پہلی بار میں نے خود سے سوال کرنا شروع کر دیا کہ کیا میں اب بھی ماری کلیر سے واقعی محبت کرتا ہوں؟ کیا وہ بھی اب تک مجھ سے محبت کرتی ہے؟

20

مجھے ماری کلیر کو چھوئے ایک طویل وقت گزر چکا تھا۔ اس کی وجہ اس کا مجھے مسترد کرنا نہیں تھا جو کبھی کبھار ہوتا تھا اور جسے میں نے اپنی عقل اور صبر کے سہارے اب تک برداشت کیا تھا، لیکن اب مجھ سے وہ تاثر برداشت نہیں ہوتا تھا جو مجھے اس کی آنکھوں میں اس وقت نظر آتا جب میں اس کے قریب

ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ وہ اپنا سرد جسم مجھے پیش کرتے ہوئے کہنا چاہ رہی ہو، ''تم چاہو تو مجھے حاصل کر لو، میں اعتراض نہیں کروں گی، مگر تمھیں مجھ سے کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ میں تمھیں کچھ نہ دوں گی۔'' پھر بھی میں نے اس حد تک جانے کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔ میں وہاں تک کیسے پہنچا اور پھر جو کچھ بھی ہوا، یہ صرف اور محض اتفاق تھا۔

میں ہوٹل سے نکلا مگر گھر جانے کے بجائے آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایک گلی سے دوسری گلی، اپنی سمت سے بے خبر، آگے بڑھتا رہا۔ کوئی ایسی خاص جگہ نہ تھی جہاں میں جانا چاہتا تھا۔ میں اس وقت صرف گھر واپس جانا نہیں چاہتا تھا اور واپسی میں زیادہ سے زیادہ دیر لگانا چاہتا تھا تاکہ ماری کلیر سے ملاقات نہ ہو سکے۔ مجھے اس سے ملنے، بات کرنے بلکہ اس کے چہرے پر نظر ڈالنے کی بھی کوئی خواہش نہ تھی، جس کی وجہ وہ تضحیک اور بُغض وعناد تھا جو گزشتہ روز مجھے اس کے لہجے میں محسوس ہوا تھا۔

مجھے نہیں معلوم کہ میں وہاں کیسے پہنچا۔ میرے پاؤں مجھے ایک ایسی جگہ لے گئے جہاں جانے کا تصور بھی میں نے کبھی نہیں کیا تھا، چاہے حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں۔ مجھے ان گلیوں اور چوکوں کے نام بھی یاد نہیں جن سے گزر کر میں یہاں تک پہنچا تھا۔ مجھے صرف یہ پتا تھا کہ میں نے اچانک اپنے آپ کو ریوساں ڈینیز کے علاقے میں پایا جہاں رنڈیاں اور فاحشائیں ہوا کرتی تھیں۔ میں نے اپنے آپ کو ان کے ٹھیک سامنے، بالمقابل پایا۔ میں ان کو دیکھ کر مسکرایا۔ پہلے پہل تو اس صورتحال سے مجھے شرم آئی۔ اس قسم کی طوائفیں دیکھے مجھے ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا، کیونکہ اسی شہر میں وارد ہونے کے بعد میں نے آج تک کسی چکلے یا رنڈی خانے میں قدم نہیں دھرا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے اپنی شرم، جھجک اور گھبراہٹ کی کیفیت پر قابو پا لیا۔ ان سُتواں جسموں کے لیے جو گلی کے دونوں اطراف کھڑے اپنی نمائش کر رہے تھے، میرے دل میں ایک عجیب سی خواہش انگڑائیاں لے کر بیدار ہونے لگی؛ عرب گوشت کی خواہش اور اس سے وابستہ ایک یادِ ماضی جو اُن قحبہ خانوں سے وابستہ تھی جہاں میں اپنی نوجوانی میں کبھی جایا کرتا تھا۔

میں فٹ پاتھ پر ٹہلتا ہوا گلی کے اختتام تک گیا اور پھر لوٹنے والی فٹ پاتھ سے دوبارہ گلی کے آغاز کی طرف واپس آیا۔ رات کے اس وقت وہ علاقہ انتہائی پُرہجوم تھا۔ زیادہ تر کیفے اور ریستوران لوگوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ آہستگی سے گزرتی کاریں وقتاً فوقتاً ٹھہر جاتی تھیں تاکہ ان کے

ڈرائیور نمائش کرتے جسموں پر اک نگاہ ڈال سکیں۔ ہر طرف سے آوازیں آ رہی تھیں جن میں کھانے کی خوشبو، عطریات، پسینے، پیشاب، تمباکو اور شراب کی مہک گھل مل گئی تھی۔ وہاں کافی سیاح بھی تھے جن کی آنکھوں سے خواہش اور وارفتگی چھلکی پڑ رہی تھی۔ ان میں سے کچھ عمارت کے داخلی دروازے کے سامنے جم کر کھڑے ہو گئے تھے اور ہر نسل اور نوع کی فاحشاؤں کو خوب آرام سے تاڑ رہے تھے جن کے چہرے گہرے میک اپ سے رنگے ہوئے تھے جو تیز روشنی میں چمک رہا تھا اور ان کے مہین اور باریک لباس تصور کے لیے بہت ہی کم گنجائش چھوڑ رہے تھے۔

میں گلی کے آغاز پر پہنچ کر دوبارہ ٹھہر گیا۔ میں وہاں کچھ دیر کھڑا خالی الدماغ کیفیت میں آتے جاتے راہگیروں کو دیکھتا رہا۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا میں اپنی خواہش اور شہوت کی اس پکار کے سامنے ہتھیار ڈال دوں جوان کے ڈھیلے ڈھالے لٹکتے جسموں کو دیکھنے اور غلیظ ترین گالیاں سننے کے بعد بھی کم نہیں ہوئی تھی؟ یا پھر میں فوراً اس جگہ سے چلا جاؤں جیسا کہ میرا دماغ مجھے حکم دے رہا تھا؟

اپنے عقب میں ایک پیچھے پھلتی ہوئی نظر ڈالتے ہی مجھے پتا چل گیا کہ مجھ سے ایک قدم پیچھے ایک شخص کھڑا ہے۔ جب ہماری نظریں ملیں تو وہ مسکرایا، میں بھی جواباً مسکرا دیا اور دوبارہ راہگیروں کو دیکھنے لگا؛ مگر میں حیران رہ گیا جب میں نے اس شخص کو اپنے برابر کھڑا ہوا پایا۔ وہ مجھے دیکھ کر دوبارہ مسکرایا۔ اس بار میں اس کی مسکراہٹ سے سمجھ گیا کہ وہ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہے، لہٰذا میں اس کی جانب مڑا تاکہ یہ ظاہر کرسکوں کہ میں اس کی مدد کے لیے تیار ہوں۔ اس نے اپنا سر میرے قریب لا کر دھیمی آواز میں پوچھا، ''کیا تم چوستے ہو؟''

مجھے اس کا سوال سمجھ نہ آیا اور میں یہ سمجھا کہ شاید میں صحیح طریقے سے اسے سن نہیں سکا ہوں۔

''چوستا؟ کیا چوستا؟''

اس نے نظریں میرے چہرے پر جما دیں۔ اچانک اس نے زبان باہر نکالی اور اپنے ہونٹوں پر پھیری۔ پھر اس نے شرمانے اور ناز دکھانے کے انداز میں کہا، ''بہت خراب ہو۔ چوستے بھی نہیں ہو۔ میں تو بہت اچھا چوستا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔ اسے جاتا دیکھ کر مجھے سب کچھ سمجھ آ گیا کیونکہ چلتے ہوئے وہ جس طرح کولھوں کو حرکت دے رہا تھا وہ لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے کافی تھا۔ وہ سڑک عبور کر کے میرے سامنے والی فٹ پاتھ پر جا کھڑا ہوا۔ وہ بار بار نسوانی انداز میں لہراتے ہوئے اپنے

بالوں کو چھوتا اور پھر اس انداز سے مجھے دیکھتا گویا مجھے جتا سکے کہ وہ اب بھی مجھ میں دلچسپی رکھتا ہے۔

اس جگہ سے چلتے ہوئے میں نے خود کو بتایا کہ آج رات مجھے کسی ہم جنس پرست مرد کے ساتھ جنسی تعلق کی ضرورت تھی۔ چند قدم چلنے کے بعد میں دوبارہ ریوساں دینیز کی فاحشاؤں کے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اپنی شہوت کی پکار کو نظر انداز کر دوں گا، لیکن ذہن کے ایسا بتانے کے باوجود بھی میری شدید جنسی خواہش نے بلاشبہ میرے ذہن میں آئے ہم جنس پرست مرد کے تصور سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میرے لیے یہ فیصلہ کر لیا اور مجھے وہاں لا کھڑا کیا۔

میں نے گلی کا ایک اور چکر لگایا۔ مجھے عرب طوائفوں کی تلاش تھی۔ انھیں ڈھونڈنا کوئی ایسا مشکل نہ تھا۔ میں صرف ان کے چہروں کے خدوخال پر ہی نہیں بلکہ ان کی فرانسیسی زبان کے تلفظ کی ادائیگی پر بھی نظر رکھے ہوئے تھا اور یہ بھی حقیقت تھی کہ باتیں کرتے کرتے کچھ نہ کچھ عربی فقرے بالخصوص فحش گالیاں ان کے منھ سے ضرور نکل جاتی تھیں جن کے باعث ان کے گاہک قہقہے لگاتے اور بجائے حقارت سے پیچھے ہٹنے کے، مزید ان کی طرف کھنچتے تھے۔

ان کے چہروں اور جسموں کے ایک تفصیلی معائنے اور طویل تقابل کے بعد میں نے بالآخر فیصلہ کر لیا۔ میں اعتماد سے ایک طوائف کی طرف بڑھا جو کوئی چالیس سال کی تھی اور لگاتار سگریٹ پھونک رہی تھی اور عام قحبہ خانے کی طوائفوں کی طرح ہر آتے جاتے کو آنکھ مار رہی تھی۔ وہ ایک معمولی سی مراکشی عورت تھی جس کی بڑی بڑی چھاتیاں اور عظیم الجثہ کولھے تھے۔ اس کے سونے کے تین دانت اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں بار بار چمکتے تھے۔

اسے منتخب کرنے کی وجہ اس کا شہوت انگیز بدن نہ تھا —— وہاں اس جیسے کئی جسم تھے، کچھ تو بہت ہی ہیجان خیز اور کہیں زیادہ متناسب —— بلکہ اس کی گہری رنگت اور بالخصوص اس کا بدوؤں والا چہرہ اور ماتھے پر گدا ہوا نقش تھا۔ مجھے ایسا چہرہ دیکھے ایک طویل عرصہ گزر گیا تھا اور مجھے ایسے چہرے کی اس طرح کی جگہ پر نظر آنے کی کوئی امید نہ تھی، کیونکہ میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ اس کی قسم کی عرب طوائفیں یہاں ریوساں دینیز پر جسم فروشی کرتی ہوں گی۔

''آپ کی آمد ہمارے لیے باعثِ صد رحمت ہے،'' میری مسکراہٹ کے جواب میں وہ بولی۔ یوں یہ بھی واضح ہو گیا کہ میں اس کی خواہش رکھتا ہوں نہ کہ اس کی ساتھی کی جو اس کے برابر میں کھڑی

تھی۔اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میرے پاس مناسب رقم ہے؟ میں نے اسے یقین دلانے کی خاطر کئی بار اثبات میں سر ہلایا۔اس نے انتہائی غور سے سرتاپا میرا معائنہ کیا گویا میرے حلیے اور لباس سے اندازہ لگا رہی ہو کہ میں کس طرح کا آدمی ہوں۔ پھر اس نے وہ رقم بتائی جو بعد میں مجھے ادا کرنی تھی۔ جب میں نے رضامندی میں سر ہلایا تو اس نے مجھے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔''آؤ میری جان، آؤ۔'' ہم نے عمارت کے داخلی دروازے پر جہاں وہ پہلے کھڑی ہوئی تھی، ایسا کچھ نہ کیا جس کی مجھے توقع تھی۔اس کے بجائے ہم ایک چھوٹے بغلی دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ایک طویل مگر نیچی چھت والے تنگ راستے سے گزرتے ہوئے جہاں ایک مدقوق سا بلب اپنی کمزور روشنی پھیلا رہا تھا، ہم لکڑی کے زینے تک پہنچے اور کافی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد سانس لینے کو رکے۔ میں نے اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے بھرپور کولھوں پر رکھ کر ان کے وزن کا اندازہ کرنا چاہا۔ اس نے مجھے آہستہ آہستہ ایسا کرنے دیا جس سے میری خواہش مزید بھڑک اٹھی۔

''الجزائری؟'' دوبارہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے مجھ سے پوچھا۔

''نہیں، تیونسی۔''

''میرے جاننے والے سارے تیونسی تو بھڑوے ہیں۔عورتوں کی طرح گانڈ مرواتے ہیں۔''

اس نے قہقہہ لگایا تو میں نے بھی قہقہہ لگایا اور ایک بار پھر جیب ٹٹول کر یقین کیا کہ میرے پاس پیسے موجود ہیں۔ میں نے شناختی کاغذات کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے جیکٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر اس کی زپ لگا دی۔

اب ہماری سمت تبدیل ہوئی، جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کسی ہوٹل میں تھے۔دائیں بائیں تمام کمروں کے دروازے بند تھے سوائے ایک کے جس میں ہمیں ایشیائی خطوط والا ایک مرد دکھائی دے رہا تھا جو بے باکی سے ہمیں اس وقت تک گھورتا رہا جب تک ہم ایک کمرے میں داخل نہ ہو گئے۔

''پہلے درہم نکالو،'' اس نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔اس نے انتہائی غور سے نوٹوں کا معائنہ کیا تاکہ یقین کر سکے کہ وہ جعلی نوٹ تو نہیں ہیں کیونکہ، بقول اس کے، یہ کتیا کے بچے عرب بہت دھوکے باز ہوتے ہیں۔ باتیں ختم کر کے اس نے یہ رقم کمرے کے ایک کونے میں قالین کے نیچے چھپائے ایک چھوٹے سے بکس میں رکھ دی۔اس کے بعد وہ بستر پر لیٹ گئی اور زیر جامہ اتار کر اپنی

رانیں کھول دیں۔

میں اسی لمحے سمجھ گیا کہ آگے کیا پیش آنے والا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ اس سے کہوں گا کہ وہ اپنا سینہ مکمل عریاں کر دے تا کہ میں اس کی بڑی بڑی چھاتیوں کو اچھی طرح دیکھ سکوں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں اسے مکمل عریاں ہونے کے لیے اضافی رقم دینے کو بھی تیار تھا لیکن جب اس کا ننگا نچلا بدن میرے مقابل آیا اور میں نے اسے اپنے عضوِ خاص کو مصنوعی سخاوت سے پیش کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

''آؤ آؤ اور مجھے چود دو!'' وہ سرد اور غیر دوستانہ لہجے میں بولی جب اس نے مجھے آہستہ آہستہ کپڑے اتارتے دیکھا۔ ''جلدی کرو، آؤ۔''

میں نے اپنی خواہش کو تیزی سے ختم ہوتے ہوئے محسوس کیا، نہ صرف اس انداز کے باعث جس سے وہ اپنے بدن کی نمائش کر رہی تھی بلکہ اس کے غیر دوستانہ اور سرد انداز کی وجہ سے بھی جس کی مجھے کسی عورت سے ہرگز توقع نہ تھی، چاہے وہ عورت ایک فاحشہ ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے نہ تو پسپائی اختیار کی اور نہ ہی اس سے کنارہ کیا۔ میں نے عزمِ مصمم کر لیا تھا کہ اب جو مہم میں نے شروع کی ہے اسے اختتام تک پہنچا کر ہی دم لوں گا۔

میں بستر پر چڑھا۔ اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر مجھے اپنے اوپر کھینچ لیا اور دوسرے ہاتھ سے میرا عضوِ تناسل پکڑ لیا اور اسے اپنی جائے مخصوص پر رگڑنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مجھ سے پوچھا، ''مسئلہ کیا ہے؟ کھڑا کیوں نہیں ہو رہا؟'' اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنا نچلا دھڑ اوپر اٹھا کر مجھ پر دباؤ بڑھانے لگی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے کولھوں کو حرکت دینی شروع کی اور مجھے جوش میں لانے کے لیے منھ سے چند جھوٹی سسکیاں اور کراہیں بھی نکالیں، لیکن پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ میں نے اس کے اوپر چڑھے چڑھے اس کے چہرے کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ مجھے ایک ایسی عجیب چیز نظر آئی کہ میں وہیں ٹھٹھر کر سرد ہو گیا۔ اس کی پیشانی پر جو نقش گدا ہوا تھا وہ ہو بہو وہی نقش تھا جیسا میں نے اپنی ماں کی پیشانی پر دیکھا تھا۔

جب اسے یہ پتا چل گیا کہ اس کی ہر کوشش مجھ پر رائیگاں گئی ہے تو اس نے مجھے ہاتھ سے دھکا دے کر پرے کر دیا۔ وہ اٹھ بیٹھی اور حقارت سے جھڑکتے ہوئے بولی، ''میں نے کہا تھا نا، سارے تیونسی

گانڈو ہوتے ہیں۔''

میں نے جلدی سے کپڑے پہنے اور تیزی سے وہاں سے نکل آیا۔ ایک دفعہ گلی میں آنے کے بعد میں تیزی سے چلتا چلا گیا اور اس وقت تک نہیں رکا جب تک ریوساں دینیز سے کافی دور نہ نکل آیا۔ میں نے خود کو ایک سنسان جگہ پایا جہاں روشنی بھی بہت کم تھی، گلیاں چھوٹی اور تنگ تھیں اور وہاں کوئی کار نظر نہیں آ رہی تھی۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آوارہ بے گھر لوگوں کی ٹولیاں میرے قریب سے دنیا کو کوستی اور اس کے باشندوں کو برا بھلا کہتی گزر رہی تھیں۔ میں ایک اور گلی کے اندر چلا گیا اور ایک دکان کی آرائشی کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو کر اندر جھانکنے لگا۔ جب شدید تھکن کے باعث میں مزید چلنے کے قابل نہ رہا تو میں نے گھر واپس جانے کا فیصلہ کیا۔

میں نے آہستگی سے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور بتی بھی نہیں جلائی۔ جوتے اتارے اور خاموشی سے پنجوں کے بل چلتا ہوا آگے بڑھا کیونکہ میں نے دیکھ لیا تھا کہ بیڈ روم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ معمول کے مطابق ماری کلیر نے دروازہ بند نہیں کیا تھا کیونکہ وہ جاننا چاہتی تھی کہ میری گھر واپسی کس وقت ہوئی۔ میں کپڑے اتارے بغیر ہی صوفے پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کی مگر سو نہ سکا۔ مراکشی فاحشہ کی پیشانی پر گدے ہوئے نقش کا عکس میرے ذہن سے نکلنے کو تیار نہ تھا اور میری ہر کوشش کے باوجود کسی صورت میرے ذہن سے نہیں نکل رہا تھا۔

ڈرائنگ روم کی اشیا پر نظر ڈالتے ہی مجھے احساس ہوا کہ ہر چیز اتنی واضح نہیں تھی جتنی عموماً رات کے اس پہر ہوا کرتی تھی۔ اس بات نے مجھے پریشان اور بے چین کر دیا کیونکہ اکثر صرف ارد گرد کی اشیا یعنی تصاویر، کتابوں اور فرنیچر پر نظر ڈالنے سے مجھے ایسی نازک صورتحال برداشت کرنے میں مدد ملتی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اگر میں اس تاریکی میں رہوں گا تو وہ نقش جس نے بیک وقت مجھے اپنی ماں اور اس فاحشہ کی یاد دلائی تھی، میری یادداشت سے اتنی آسانی سے ہرگز محو نہ ہوگا۔

میں اس دوہرے عذاب کے متعلق کچھ دیر گومگو کی کیفیت میں سوچتا رہا۔ میں نے شدت سے کافی دیر تک اس بات کو بھلانے کی کوشش کی لیکن مجھے اس نقش کو اپنے ذہن سے کھرچنے کے لیے اس کے سوا کچھ نہ سوجھا کہ بتیاں روشن کر دوں اور یوں ماری کلیر کے بیدار ہونے اور معاملات کے مزید پیچیدہ ہو جانے کا خطرہ مول لوں۔ جو چیز مجھے شدید اذیت پہنچا رہی تھی وہ یہ تھی کہ جب بھی میں اس نقش

کے متعلق سوچتا، مجھے مزید دکھ اور تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ میں نے اپنی اس کوشش کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور اپنے آپ کو یقین دلایا کہ میں اسی سزا کا حقدار ہوں اور جو کچھ بھی میرے ساتھ ہو رہا ہے وہ مبنی بر انصاف ہے۔

21

جونہی میں بستر پر اس کے برابر جا کر لیٹا، اس نے مجھ پر غصے بھری ایک نظر ڈالنے کے بعد لیمپ بجھا دیا، جس سے مجھے یوں لگا کہ وہ اپنی نجی جگہ میں میری یوں دخل اندازی سے برہم ہے۔ وہ اپنا جسم کھینچ کر بستر کے دوسرے کنارے کی طرف لے گئی اور دوسری طرف کروٹ لے لی۔ وہ مکمل برہنہ تھی۔ میں نے کافی عرصے بعد اسے اس حالت میں دیکھا تھا۔ میں نے دوسری جانب کروٹ لے لی۔ اپنا سر تکیے میں دفن کر کے میں خانہ بدوش شعرا کے اشعار اور ان موضوعات کا سوچنے لگا جو اگلے دن مجھے لیکچر میں پڑھانے تھے تا کہ اس کے تصور سے نجات حاصل کر سکوں جو میرے ذہن پر بری طرح حاوی ہو چکا تھا، لیکن میرے جسم نے مجھے دھوکا دے دیا۔ میں دیر تک غور سے اس کے جسم کے ان خطوط اور گولائیوں کو دیکھتا رہا جو اب تاریکی سے آنکھیں مانوس ہونے کے بعد مجھے واضح طور پر نظر آ رہی تھیں، اور مجھے اس کی شدید خواہش نے آ گھیرا۔

یہ تو واضح تھا کہ میرا یوں بیڈ روم میں آنا، اور وہ بھی اس وقت، ماری کلیر کے لیے یقیناً حیرت کا باعث رہا ہوگا، کیونکہ اب میں کافی عرصے سے ڈرائنگ روم کے صوفے پر ہی سوتا تھا، تا کہ اس سے دور رہوں بلکہ اس لیے بھی کہ میں تنہا اور آزاد رہنا چاہتا تھا۔ میں عربی موسیقی سنا کرتا، مطالعے میں مصروف رہتا، میں اس طرح چلتا جیسے چلنا چاہتا تھا۔ میں ہر وہ کام کرتا تھا جو میرا دل کرتا اور اس وقت تک نہیں سوتا تھا جب تک میرا دل نہ چاہتا۔ اگر میں اس کے ساتھ بستر میں لیٹنے کا فیصلہ کر بھی لیتا تھا تو پھر میں کافی رات گئے بیڈ روم میں داخل ہوتا تھا، یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ جب ماری کلیر گہری نیند کی آغوش میں جا چکی ہوتی تھی۔

میری توجہ دوبارہ اس کے جسم کے پچھلے حصے کی جانب مرکوز ہو گئی جو مجھ سے کچھ انچوں کے

فاصلے پر تھا۔ میرا جوش وخروش بڑھنے لگا۔ اس کا یوں مکمل برہنگی اور اس مخصوص حالت میں لیٹنا مجھے جنسی طور پر مشتعل کر دیتا تھا۔ شاید وہ میرا امتحان لینا چاہتی تھی اور میری قوتِ مزاحمت کو آزمانا چاہتی تھی؟ شاید وہ جان بوجھ کر مجھے اس جال میں پھنسانا چاہتی ہو تا کہ جب میں کمزور اور مطیع بن کر اس کے قریب آؤں تو وہ مجھے جھڑک کر اپنے سے دور کر دے تا کہ مجھے اذیت پہنچے، اور یا وہ کسی ایسے غیر متوقع انداز میں اپنا ردِعمل دکھائے جس میں میری بے عزتی کی جا سکے۔

یہاں ایک عورت تھی جسے میں بہت اچھی طرح جانتا تھا اور جو مجھے بھی اتنی ہی اچھی طرح جانتی تھی۔ ہم ایک ہی بستر پر سو رہے تھے اور ایک ہی چھت کے نیچے رہ رہے تھے، گویا ہم شادی شدہ ہیں، اور میں اس کی شدید خواہش بھی رکھتا تھا۔ اس کے کولھے ناقابلِ مزاحمت حد تک پرکشش انداز میں عیاں تھے اور اس کے باوجود بھی میں اسے چھو نہیں سکتا تھا۔ اگر مجھے اپنے گاؤں مخالیف کے کسی مرد کی طرح اپنا ردِعمل دکھانا ہوتا تو میں اسے اس حالت میں دیکھتے ہی بستر پر پٹخ دیتا، زور لگا کر اس کی رانیں ایک دوسرے سے الگ کر دیتا اور پُرتشدد بہیمانہ انداز سے اس میں دخول کرتا، اور یوں اپنے اندر سے اٹھتی ہوئی بدویانہ آواز پر لبیک کہتا۔ اگر مجھے مخالیف گاؤں کے مردوں کو یہ سب بتانا پڑ جائے جو کہ میرے ساتھ اس وقت ہو رہا تھا تو وہ میرا مذاق اڑائیں گے اور ہنسی ٹھٹھا کریں گے اور طعنہ دیں گے کہ میں زیادہ عرصہ شہر میں گزارنے کے باعث عورتوں کی مانند نرم و نازک بن گیا ہوں، ورنہ اور کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ کوئی عورت یوں میرے سامنے برہنہ لیٹنے کی ہمت کرے اور وہ بھی اس بے محابا اوباشانہ انداز میں، مجھ سے کچھ ہی انچ دور، اور میں اس پرنسل کشی کے گھوڑے کی مانند چڑھنے میں ناکام رہوں؟

بہر حال، میں کوشش تو کر سکتا تھا۔ میں اپنا ہاتھ اس کے کولھے پر رکھ سکتا تھا، آہستہ آہستہ اسے سہلاتے ہوئے ہاتھ کمر تک لے جا سکتا تھا، یا پھر اس کی زلفوں سے کھیلتے ہوئے یہ اعلان کر سکتا تھا کہ مجھے اس لمحے اس کی شدید خواہش ہو رہی ہے، لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اس کا تقریباً ناگزیر انکار معاملات کو مزید الجھا دے گا؛ حقیقتاً میں خوفزدہ تھا کہ یہ سب مجھے جنسی طور پر اتنا مشتعل کر دے گا کہ میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکوں گا۔

میرا جسم تپ رہا تھا۔ میں نے اپنی پیشانی پر آئے پسینے کے قطرے ہاتھ سے پونچھے۔ مجھے بستر پر کسی پہلو قرار نہ تھا۔ پھر خیال آیا کہ میری مستقل کروٹوں یا بستر پر پہلو بدلنے کے باوجود یہ کیسے ممکن

ہے کہ وہ سوتی رہے یا سو چکی ہے تو بیدار نہ ہو۔ پھر میں بیڈروم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گیا اور کمرے کے بیچ کافی دیر تک تاریکی میں کھڑا رہا۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں نے کھڑکی سے پردے ہٹا کر باہر گلی میں جھانکا، پھر کچن میں جا کر یہ یقین کیا کہ پانی اور گیس کے والو بند ہیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ بند ہیں، پھر بھی میں نے ایسا کیا۔

جب میں بیڈروم میں واپس گیا تو دیکھا کہ وہ اپنی جگہ بدل چکی تھی اور اب اس طرح چت لیٹی تھی کہ اس کی رانیں کھلی ہوئی تھیں جس سے اس کی فرج صاف دکھائی دے رہی تھی۔ میں جوش اور گھبراہٹ کے باعث اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور میرا ہاتھ جبلتاً میرے جسم کے نچلے حصے تک پہنچ گیا۔ اس لمحے میں نے اس چھوٹے سے چرچ کو یاد کیا جہاں کی سیر میں نے گھر واپسی سے پہلے کی تھی۔ ایک خوبصورت مگر چھوٹا سا چرچ — میں پہلے بھی کئی بار اس کے سامنے سے گزرا تھا مگر یہ پہلی بار تھا کہ میں اس میں داخل ہوا تھا۔ سارا چرچ خالی تھا سوائے ایک بوڑھے شخص کے جو سامنے والی بنچوں میں سے ایک پر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عمیق مگر راحت افزا خاموشی اس ساری جگہ پر چھائی ہوئی تھی۔ میں کچھ دیر تک تو دیوار پر لگی تصاویر دیکھتا رہا اور پھر چرچ میں جاتے وقت، جیسا کہ میرا قاعدہ تھا، میں پچھلی قطار کی ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس خاموشی سے مزید لطف اندوز ہونے کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وہاں سے چلتے وقت میں نے ایک ایسی حرکت کی جو اس سے قبل کبھی نہیں کی تھی۔ میں نے عطیات کے بکس میں ایک سکہ ڈالا اور ماں کے لیے ایک شمع روشن کی۔

میں نے اپنا ہاتھ اپنے پیڑو سے ہٹا لیا اور دوبارہ ماری کلیر کی طرف دیکھا۔ میں دیر تک اس کی سانسوں کی آواز سنتا رہا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ گہری نیند میں ہے تو میں نے پائینتی رکھی چادر اٹھا کر اس کے نچلے دھڑ پر ڈال دی کہ شاید اسی طرح میری جنسی خواہش میں کچھ کمی آ جائے گی، لیکن تھوڑی دیر میں مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ حربہ کام نہیں کر رہا ہے بلکہ مہین چادر سے ڈھکا اس کے جسم کا نچلا حصہ پہلے سے زیادہ دلکش لگنے لگا۔

ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کیا جنسی ہیجان اور جوش کی اس منزل پر پہنچنے کے بعد یہ مناسب ہوگا کہ ماری کلیر کے نچلے دھڑ سے چادر ہٹا دوں، تبھی ماری کلیر تکیے پر سر کو حرکت دیتے ہوئے کچھ بڑبڑائی

اور پیروں کی ایک تیز اور اچانک حرکت نے چادر کو ہٹا کر بستر کے کنارے پر کر دیا۔ جب دوبارہ اس کی عریاں کمر اور کولھوں پر نظر پڑی تو وہ مجھے پہلے کے مقابلے میں زیادہ قریب نظر آئے۔

میں نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور گرمی کے باوجود اپنا سر تکیے میں دھنسا لیا۔ کچھ لمحوں تک ساکت رہا اور کوشش کی کہ کسی چیز کے متعلق نہ سوچوں تا کہ سکون سے سو جاؤں۔ مگر میں حیران رہ گیا جب میں نے اپنے ہاتھ کو اپنے پیڑو سے نیچے کی طرف جاتے دیکھا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ اس ناقابلِ برداشت خواہش کو ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے: اسے باہر نکال کر چھٹکارا پایا جائے۔ اس بھڑکتی ہوئی آگ کو سوائے میری اس خفیہ عادت کے کوئی اور چیز بجھا نہیں سکتی تھی جس سے میں نے ماری کلیر سے ملنے کے بعد سے اجتناب کیا تھا، لیکن میں یہ کہاں کروں؟ یہاں بیڈروم میں؟ باہر ڈرائنگ روم میں؟ باتھ روم میں جا کر؟ یا پھر کہیں اور؟ میں اس منی کو کہاں ٹھکانے لگاؤں گا جو میرے عضو سے خارج ہو گی اور ارد گرد بہے گی؟ کیا میں یہ کرنے کے بعد بھاگ کر باتھ روم جاؤں اور غسل کر لوں؟ یا پھر جو بھی کپڑے ہاتھ لگیں ان سے پونچھ ڈالوں؟ اگر ماری کلیر اچانک بیدار ہو گئی اور مجھ سے پوچھنے لگی کہ میں کیا کر رہا تھا؟

میرے ذہن میں اس طرح کے لاتعداد خیال آئے مگر جنسی جوش اور ہیجان کی جس منزل تک میں پہنچ چکا تھا اس نے جواب تلاش کرنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ چھوڑی تھی۔ اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ میری ہر جبلت بیدار ہو چکی تھی، مجھے کسی بات سے خوف نہ رہا تھا اور سوائے اس بات کے کوئی بات اہمیت نہ رکھتی تھی کہ میں یہ عمل فوری کر گزروں، وہیں بستر پر، اس کے قریب، اور فوراً۔

میں نے اس کے قریب آ کر اپنا بدن اوپر اٹھایا اور سر اس کی سمت کیا۔ میں اس کے ننگے جسم کو دیکھتا رہا اور تصور میں اسے گرم، گداز اور پسینے میں تر محسوس کیا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں اسے بھرپور حد تک دیکھ چکا ہوں اور یہ تصور اپنی تمام تر ترغیب اور ہیجان کے انداز میں میرے تصور پر نقش ہو چکا ہے تو میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، جیسا کہ میں ہمیشہ مشت زنی کے وقت کیا کرتا تھا، تا کہ وہ عکس جو میں نے ذہن میں محفوظ کیا ہے کہیں ذہن سے نکل نہ جائے اور یوں میں اس قابل رہوں کہ اس بدن پر اپنی تمام تر توجہ دے سکوں جس کے لیے میں تڑپ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنی قوتِ شامہ کو بھی تحریک دی تا کہ وہ بھی ماری کلیر کی ہر ممکنہ خوشبو اور مہک جمع کر لے... باقی سب کچھ خدا پر چھوڑ کر میں

اپنے کام میں لگ گیا۔ یہ ساری مشق بمشکل چند لمحوں سے زیادہ نہ جاری رہ سکی۔ میں نے اپنی آہوں اور کراہوں کا گلا گھونٹ دیا اور لذت و انبساط سے کانپنے لگا۔ پھر مجھے کچھ آرام آیا اور میرا جسم پُرسکون ہو گیا۔ میں کچھ دیر بے حس و حرکت رہا۔ کچھ دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں اور ماری کلیر کو دیکھا تاکہ یقین کر سکوں کہ ان چند لمحوں میں جب مجھے دنیا و مافیہا کا کوئی ہوش نہ تھا، وہاں سب کچھ ویسا ہی رہا تھا۔ معمول کے مطابق مجھے احساسِ جرم اور پچھتاوا محسوس ہوا لیکن اس دفعہ میں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔

22

میں نے اسے تین دن سے نہیں دیکھا تھا۔

میں دیر گئے گھر پہنچا کرتا تو وہ سو چکی ہوتی تھی اور جب صبح بیدار ہوتا تو وہ دفتر جا چکی ہوتی تھی۔ اب یہ تو بالکل واضح تھا کہ اُس نے بھی مجھے اسی طرح نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے، جیسے میں اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ اس سے پہلے میں ہر صبح اسے دیکھ سکتا تھا کیونکہ فلیٹ میں اس کے چلنے پھرنے کی آواز، ناشتہ بنانے اور پودوں کو پانی دینے کی آواز سے میں عموماً بیدار ہو جاتا تھا۔ کبھی کبھی وہ میری جانب ایک نیم دراز، پھیکی سی مسکراہٹ سے دیکھتی، یا پھر موسم پر کوئی تبصرہ خود کلامی کے انداز میں کرتی لیکن گزشتہ تین دنوں سے ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی تھی جو مجھے بیدار کر سکتی۔ میں جتنی دیر چاہتا، سو سکتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس نے ان سب آوازوں پر کیسے قابو پایا کیونکہ اس کی عادات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی، سوائے اس کے کہ اب وہ ناشتہ کچن میں کیا کرتی تھی۔ معمول کے برعکس، میں شفٹ ختم ہونے سے پہلے ہی ہوٹل سے نکل آیا۔ ہوٹل کے مالک نے ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بغیر مجھے ایسا کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ بلاشبہ وہ جانتا تھا کہ اس بات کا کوئی نہ کوئی تعلق میرے اور ماری کلیر کے رشتے سے ہے۔ ہوٹل میں ہر ایک پر یہ بات عیاں ہو چکی تھی کہ گزشتہ کئی مہینوں سے ہمارے اس رشتے میں بگاڑ آ چکا ہے۔ گلیوں میں دیر تک چہل قدمی کرنے کے بجائے، جو میں کافی دنوں سے کر رہا تھا، آج میں گھر گیا، کسی ایسی کشش کے زیرِ اثر جس نے اس وقت مجھے اضطراب میں مبتلا کر دیا تھا جب میں گمان کر رہا تھا کہ میں ان چیزوں کے خلاف قوتِ مدافعت رکھتا ہوں۔ ایک غیر مانوس ملے جلے

جذبے نے مجھے آلیا، جس میں ماری کلیر کا چہرہ دیکھنے کی شدید خواہش اور یہ جاننے کی جستجو کہ وہ اس وقت گھر پر کیا کر رہی ہوگی، دونوں شامل تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس جذبے میں اس خوف کی بھی ہلکی سی آمیزش تھی کہ کہیں میں غیر حاضری میں اپنی حد سے تو نہیں گزر گیا تھا۔

میٹرو اسٹیشن سے باہر آتے ہی میں نے لمبے لمبے ڈگ بھرنے شروع کر دیے۔ میں اس سے پہلے گھر پہنچنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ جب دروازہ کھول کر اندر داخل ہو تو جس پہلی چیز پر اس کی نظر پڑے وہ میں ہوں، حالانکہ اب مجھے یقین نہ رہا تھا کہ کام سے واپسی پر گھر میں مجھے پا کر اس کو کوئی خوشی ہوگی یا راحت پہنچے گی۔

میں فلیٹ کے دروازے سے کان لگائے کھڑا رہا مگر کچھ سنائی نہ دیا۔ جونہی میں نے دروازہ کھولا، مجھے ہلکی سی خوشی ہوئی — ایسی خوشی جو فلیٹ میں گھومنے اور اسے وہاں موجود نہ پا کر مزید بڑھتی چلی گئی۔ میں صوفے پر بیٹھ گیا اور تصور میں ہر وہ بات سوچنے لگا جو وہ مجھے دیکھتے ہی کہے گی یا کرے گی۔ جب اس کی نظر مجھ پر پڑے گی تو اس کے چہرے پر کس قسم کے تاثرات ہوں گے؟ میں اپنے خیالات میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ جب میں نے اسٹیریو پلیئر پر رکھی گھڑی پر نظر ڈالی تو پتا چلا کہ عموماً ماری کلیر جس وقت گھر واپس آتی تھی اس سے ایک گھنٹہ اوپر ہو چکا ہے۔ مجھے حیرت نہ ہوئی، کیونکہ وہ سفر کے لیے اپنی موٹر بائیک استعمال نہیں کر رہی تھی جو اپنی مخصوص جگہ پر عمارت کے باہر کھڑی تھی۔ ایسا کبھی کبھار ہی ہوتا تھا، بالخصوص جب وہ خاصی تھکی ہوئی ہوتی تھی، کیونکہ پیرس جیسے شہر میں موٹر بائیک چلانے کے لیے بہت توجہ اور ذہنی یکسوئی کی اس وقت ضرورت پڑتی تھی۔ جس بس پر وہ آ رہی ہوگی وہ یقیناً اس وقت ٹریفک میں اپنا راستہ بنا رہی ہوگی جو دن کے اس سمے چاروں طرف سے شہر پر یلغار کر دیتا تھا۔

میں دوبارہ ماری کلیر کو اپنے تصور میں لانے لگا۔ اس دفعہ مجھے جس بات پر حیرت ہوئی وہ یہ تھی کہ جتنا میں اس تصور پر غور کرتا، اتنا ہی مجھے یقین ہوتا جاتا تھا کہ اس کا ردعمل اچھا نہیں ہوگا یا کم از کم ویسا نہیں ہوگا جیسی مجھے توقع تھی۔ ''ایسا کچھ نہیں ہوگا جیسی مجھے توقع ہے،'' میں نے خود سے کہا۔ ''مجھ پر نظر پڑتے ہی وہ کچھ دیر کے لیے ٹھہرے گی لیکن خوشی کے اظہار کے لیے نہیں بلکہ تمام تر حیرانی کے باعث، وہ اپنا ہاتھ لہرائے گی، سر کو جنبش دے گی یا پھر میرا خیر مقدم کرتے ہوئے کچھ کہے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے

کہ وہ مجھ سے پوچھے کہ میں گھر کس وقت پہنچا تھا۔ شاید وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے بھی، اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے؟ وہ مجھے ڈرائنگ روم میں تنہا چھوڑ کر اپنے چھوٹے موٹے کاموں میں مصروف ہو جائے گی۔"

یہ امر بھی خالی از حیرت نہ تھا کہ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے نہ تو میرا مزاج بگڑا اور نہ ہی خوشی کا وہ احساس دھیما پڑا جو مجھ پر فلیٹ میں داخلے کے وقت سے طاری تھا۔ میری خواہش صرف یہ تھی کہ اس طویل غیر حاضری کے بعد اس کا چہرہ دیکھ سکوں اور یہ معلوم کر سکوں کہ اس عرصے میں اس نے کیا کیا۔ اس ایک لمحے میں میری خواہش یہ تھی کہ وہ جتنی جلد ممکن ہو، گھر آ جائے۔ ایک بات جو میں نے پہلے نہیں سوچی تھی، اچانک ذہن میں آئی۔ اگر اس نے مجھے مکمل طور پر نظر انداز کر دیا تو؟ اگر وہ مجھے بے عزت کرنے کی کوشش کرے تو میرا جواب کیا ہوگا؟ اگر اس نے کھلم کھلا کراہت، نفرت اور بُغض کا اظہار کیا تو؟ اگر وہ مجھ سے بات چیت نہ کرے، مجھ پر درشتی سے تنقید کرے اور میرا مذاق اڑائے، تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا میں ایسی صورت حال میں پر سکون رہ سکوں گا؟ اپنے اعصاب پر قابو رکھ سکوں گا؟ کیا میں طوفان گزرنے کے انتظار میں ان تمام بے عزتیوں کو برداشت کرنے کے قابل ہوں؟

پہلی بار مجھ پر اس حقیقت کا ادراک ہوا کہ جو کھیل میں کھیل رہا ہوں، کہیں وہ ایک جان لیوا پھندے میں تبدیل نہ ہو جائے جس میں سب سے پہلے میں پھنس جاؤں، لیکن میں نے پروا نہ کی۔ ماری کلیر سے ملنے کی خواہش اس قدر طاقتور تھی کہ ایسی نوعیت کے سوالات جو صرف مفروضوں پر مبنی تھے، اتنی طاقت نہ رکھتے تھے کہ مجھے اس خواہش سے آزاد کروا سکتے یا اس خواہش کی شدت میں کوئی کمی لا سکتے۔

اتنی دیر بیٹھنے کے بعد میرا جسم اب پُر سکون حالت میں تھا، لہٰذا میں صوفے پر لیٹ گیا۔ چونکہ مجھے آنکھ لگنے کا خوف تھا، جیسا عموماً دن میں اس وقت ہوتا تھا جب میں تھکا ہوا ہوتا تھا، لہٰذا میں نے اپنی آنکھیں پوری طرح کھول کر خوب غور سے اپنے اطراف کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ کچھ پودے اب بڑے ہو گئے ہیں اور قد نکال چکے ہیں، اور کچھ پودے تو چھوٹے موٹے درخت بن چکے ہیں۔ مجھے یہ بھی پتا چلا کہ ماری کلیر نے ڈرائنگ روم میں کچھ چھوٹی موٹی تبدیلیاں بھی کر دی ہیں جو پہلے مجھے نظر نہیں آئیں اور جن سے مجھے محسوس ہوا کہ گھر کے معاملات میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں۔ معمولی معمولی تبدیلیاں جو اس امر کی جانب اشارہ کر رہی تھیں کہ اب یہ گھر میرا نہیں رہا اور ماری

کلیر، جو ہر چیز کے متعلق میری رائے لینے کا بہت خیال رکھتی تھی، میری رضامندی کے بغیر یہ تبدیلیاں کر کے اب کسی نہ کسی طور مجھے للکار رہی ہے۔

میں نے ان خیالوں سے چھٹکارا پانے کی خاطر اپنی توجہ دیوار پر لگی تصویروں پر مرکوز کر دی اور غور سے انھیں دیکھتا رہا۔ ایک کے بعد دوسری تصویر کا جائزہ لیتا رہا۔ ابتدا میں نے ماری کلیر کی تاثریت پسند تصویروں سے کی۔ جب یہ کر چکا تو مجھے خیال آیا کہ اگر دیوار پر ان تصویروں کی جگہیں تبدیل کر دی جائیں تو شاید ہمیں ان میں کوئی ایسی نئی بات دکھائی دے جو ہم پہلے نہ دیکھ سکے ہوں۔ مجھے یہ خیال پسند آیا، اور اتنا پسند آیا کہ ذہن پر سوار ہو گیا۔ رفتہ رفتہ میں اس خیال کی بابت اتنا پُرجوش ہو گیا کہ سوچنے لگا کہ کیوں نہ اسے استعمال کرتے ہوئے ماری کلیر کو یہ تجویز دی جائے، بالخصوص اس وقت جب میں یہ محسوس کروں کہ وہ مجھے نظرانداز کر رہی ہے یا پھر مجھ سے بات کرنے سے انکاری ہے۔

ایک گھنٹہ اور گزر گیا، لیکن ماری کلیر نہ آئی۔ میں نے اس تاخیر کی تمام ممکنہ وجہوں کے متعلق سوچا۔ مجھے یاد آیا کہ وہ کئی بار گھر واپسی پر قریبی سپر مارکیٹ چلی جاتی تھی تاکہ ضرورت کی کچھ چیزیں خرید سکے اور کئی بار گاہکوں کی لمبی قطاروں کے باعث اسے تاخیر بھی ہو جاتی تھی۔

میں نے ایک بار پھر کوشش کر کے اس متوقع ملاقات کا تصور کرنے کی کوشش کی۔ اس مرتبہ میری تمام تر توجہ اور کوشش یہ تھی کہ اس کے حلیے اور لباس کے متعلق سوچوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ کیوں، میں نے اسے پہلے کے مقابلے میں دبلا تصور کیا، اس کے بال ترشے ہوئے تھے، آنکھوں میں کاجل لگا ہوا اور کپڑے شوخ رنگوں کے تھے۔ شاید اس کا سبب یہ رہا ہو کہ دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ایک احساس مجھے یہ بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اپنی زندگی میں کوئی بڑی تبدیلی لانے والی ہے۔ شاید یہ وجہ بھی رہی ہو کہ اتنا وقت گزرنے کے بعد اسے دیکھنے کی میری خواہش نے اسے میرے خیالات میں کچھ پُراسرایت بخش دی ہو، تاکہ وہ مزید پسندیدہ بن جائے اور ہماری ملاقات مزید اطمینان بخش ہو۔

میں اپنی جگہ چھوڑے بغیر صوفے پر بیٹھ گیا اور لاشعوری طور پر ہاتھ بڑھا کر میز کے نچلے حصے میں رکھے ہوئے میگزینوں میں سے ایک اٹھا لیا۔ یہ میگزین ماری کلیر خرید کر لاتی تھی اور وہی انھیں یہاں رکھتی تھی۔ میں نے میگزین کی ورق گردانی شروع کر دی اور تمام تر توجہ سے تصویریں اور اشتہار دیکھنے لگا۔ میں نے ایک اور میگزین پر نظریں دوڑائیں، پھر تیسرے اور پھر چوتھے پر۔ جتنے زیادہ

میگزین میں دیکھتا جاتا، میری ورق گردانی کی رفتار بھی بڑھتی جاتی تھی، یہاں تک کہ آخری میگزین کی تصویریں اور اشتہار بمشکل ہی دیکھ سکا۔

اس کے بعد ان فیشن کیٹلاگوں کی باری آئی جو ماری کلیر کو ڈاک میں موصول ہوا کرتے تھے۔ میگزینوں کے نیچے دبے ہونے کے باعث پہلے پہل تو میں انھیں دیکھ نہ سکا تھا۔ عام طور پر ماری کلیر اس طرح کی اشتہاری مطبوعات گھر میں نہیں رکھتی تھی جو اسے بلا معاوضہ موصول ہوتی تھیں۔ کئی بار تو انھیں سرسری طور پر دیکھ کر کچرے دان میں اچھال دیتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ فیشن سے نفرت نہیں کرتی لیکن اس شعبے کو ملنے والی تمام تر توجہ اس کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس سے بھی زیادہ حقیقی پریشانی اسے اُس وقت ہوتی تھی جب اسے ڈاک میں ایسی چیزیں ملتی تھیں جن کی نہ اس نے درخواست کی ہوتی تھی اور نہ ہی وہ ایسا چاہتی تھی، ایسی چیزیں جن کے بنانے کا واحد مقصد صرف اور صرف اشتہار بازی کے ذریعے کاروبار کو ترقی دینا ہوتا تھا اور جو لوگوں کے لیٹر بکس میں روزانہ ڈال کر باقاعدہ ان پر مسلط کی جاتی تھیں۔

جب میں اس فیشن کیٹلاگ کے چکنے اور چمکدار صفحے پلٹ رہا تھا تو مجھ پر انکشاف ہوا کہ اس کا ایک بڑا حصہ زیر جاموں کے لیے مختص تھا اور ماڈلز پر ہر مصنوعہ چیز بہت جچ رہی تھی؛ شاید یہی وجہ رہی ہو کہ ماری کلیر نے یہ کیٹلاگ رکھ لیا تھا اور شاید اس نے اسی لیے اسے میگزینوں کے نیچے چھپا دیا تا کہ میری نظر نہ پڑے۔ ”لیکن ماری کلیر کو خواتین کے زیر جاموں میں کب سے دلچسپی پیدا ہو گئی!“ میں نے حیرت سے سوچتے ہوئے کیٹلاگ واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا تا کہ اسے پتا نہ چلے کہ میں اسے دیکھ چکا ہوں۔

میں نے جلدی سے گھڑی کی طرف دیکھا جس کی طرف دیکھنے سے میں اب تک اجتناب کر رہا تھا۔ اب تک مجھے جس بات کا خوف تھا اب اس کا یقین ہو چکا تھا، لیکن اسے شدت سے نظر انداز کرنے کی کوشش بھی کر رہا تھا کہ سپر مارکیٹ اور دیگر دکانیں کافی دیر ہوئی بند ہو چکی تھیں۔ یہ تو طے ہے کہ وہ وہاں نہیں تھی، لازماً کہیں اور چلی گئی۔ وہ کسی خاص وجہ کے باعث ہی معمول کے وقت پر گھر واپس نہیں آئی۔ میں نے اس کے موبائل فون پر کئی بار کال کی مگر جواب نہ ملا۔

”اس بات سے اتنے فکر مند ہو!“ میں نے خود سے کہا۔ ”اسے اب مزید تاخیر نہیں ہو گی کیونکہ

اب مزید تاخیر کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں تم اس کے قدموں کی چاپ سن لوگے۔ پھر تمھیں تالے میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دے گی اور پھر دروازہ کھلنے کی چرچراہٹ، اور پھر اچانک وہ تمھارے سامنے ہوگی! اپنے آپ کو سنبھالو۔ اپنے ذہن سے یہ خوف اور اوہام نکال دو۔ کسی چیز کو اس متوقع ملاقات کو برباد نہ کرنے دو۔ تھوڑی ہی دیر میں تمھاری امید برآ جائے گی اور تم طویل وقفے کے بعد اس کا چہرہ دیکھ سکو گے۔ آخر میں یہ بات اہم نہیں ہے کہ تمھیں گھر پر دیکھ کر اس کا ردعمل کیا ہوگا۔ وہ تم سے کیا سلوک کرتی ہے، یہ بھی اہم نہیں ہے۔ اس وقت تو یہی اہم ہے کہ تم صرف اسے دیکھ لو کہ وہ گھر پر تمھارے ساتھ ہے۔ وہ کیا کہتی ہے، وہ کیا کرتی ہے، وہ سب تمھیں پسند آتا ہے یا نہیں، اس پر بھی زیادہ توجہ نہ دو۔ اس سے اچھی طرح پیش آنا، کوئی جوابی کارروائی نہ کرنا، چاہے تمھیں یہ احساس ہی کیوں نہ ہو کہ وہ تمھاری بے عزتی کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اگر وہ تم سے لڑتی جھگڑتی ہے یا تم پر طنز و تنقید کرتی ہے، کسی بات پر کوئی توجہ نہ دو۔ ان سب باتوں کو انتہائی معمولی سمجھو۔ تمھارے گاؤں میں عورتوں کے متعلق جو خیالات مشہور ہیں ان کو عارضی طور پر استعمال کرو — حالانکہ تم ان پر یقین نہیں رکھتے — مثلاً یہ کہ عورتوں کے دماغ میں بھوسا بھرا ہوتا ہے اور انھیں یہ تک پتا نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔ اس طرح تم پُرسکون رہ سکتے ہو، مجتمع اور حالات پر قابو رکھ سکتے ہو۔ تمھیں یہ بھی نہیں بھلانا چاہیے کہ جلد یا بدیر وہ اپنے ہر عمل پر پچھتائے گی۔ اس پچھتاوے سے مجبور ہو کر شاید وہ معافی مانگنے پر مجبور ہو جائے اور تم سے معذرت کر لے۔

تمھارے خراب تر ہوتے تعلقات کے حوالے سے ایک نئے آغاز کے لیے یہ ایک اچھی بنیاد ثابت ہو سکتی ہے۔

مجھے چلنے پھرنے کی طلب ہوئی۔ میں اٹھا اور چند قدم چلا، پھر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کچھ کر سکوں، مگر اس گھر میں کسی چیز کو صفائی ستھرائی اور قرینے سے رکھنے کی حاجت نہیں تھی۔ میں نے کچن میں جا کر دوبارہ دیکھا کہ میں نے تمام برتن دھو دیے تھے اور احتیاط سے الماری میں رکھ دیے تھے، کیونکہ اس بات سے بھی ماری کلیر خوش ہوتی تھی کہ کچن میں جائے اور اسے صاف ستھرا پائے۔

میں ڈرائنگ روم میں واپس آ گیا، مگر بیٹھا نہیں بلکہ کمرے کے درمیان کھڑا رہا اور اپنے اردگرد کی اشیا کو دیکھتا رہا۔ مجھے کچھ کرنے کی طلب ہو رہی تھی تاکہ اس صورتحال کو برداشت کر سکوں۔ میں کچھ

کرنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا، بجائے اس کے کہ وہاں کسی ستون کی مانند کھڑا رہوں یا پھر صوفے پر لیٹا رہوں۔

غور سے دیکھنے پر مجھے بک شیلف پر گرد کی ایک باریک تہہ نظر آئی۔ میں کچن سے ایک گیلا کپڑا اٹھا لایا اور سارے شیلف رگڑ کر صاف کر دیے۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا تو پتا چلا کہ پودوں کے پتوں پر بھی گرد کی ایک تہہ بیٹھی ہوئی ہے۔ مجھے اس سے خوشی ہوئی کیونکہ پودوں سے مٹی صاف کرنے کے لیے اچھا خاصا وقت، کوشش اور ایک خاص طرح کی توجہ اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، مزید یہ کہ ماری کلیر بھی اپنے پودوں کو بہترین حالت میں دیکھنا پسند کرتی تھی۔ اس دوران وقفے وقفے سے میں ماری کلیر کے موبائل فون پر کال بھی کرتا رہا مگر اس نے جواب نہ دیا۔

جب میں پہلے پودے کے تمام پتے صاف کر چکا تو میں نے چند لمحوں کا وقفہ لیا اور کھڑکی سے باہر چنار کے درخت کو دیکھتا رہا۔ میں ڈرائنگ روم میں اِدھر اُدھر دیکھنا نہیں چاہتا تھا کہ کہیں نظر گھڑی پر نہ پڑ جائے۔ دوسرے پودے کی صفائی کے لیے بڑھتے ہوئے میں نے فیصلہ کر لیا کہ ماری کلیر کی واپسی تک اب گھڑی نہیں دیکھوں گا۔

وقت گزرتا رہا اور ماری کلیر واپس نہ آئی۔ نصف شب سے زیادہ وقت گزر جانے کے بعد میں نے پودوں کے پتوں کی صفائی روک دی اور صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ پہلی بار میرے ذہن میں ایسی بات آئی جو پہلے نہیں آئی تھی، اور شاید میں اس پر یقین نہ کرتا اگر اس بات کا خیال مجھے پہلے آیا ہوتا — وہ آج رات گھر واپس نہیں آنے والی۔

جونہی میں نے تعجب میں اپنے اردگرد نظر دوڑائی، مجھے پتا چلا کہ گھر پہنچنے کے بعد ہر وہ کام جو میں نے کیا تھا وہ بے فائدہ رہا۔ اس سے ملاقات کا اشتیاق اچانک غائب ہو گیا اور اس کی جگہ دکھ کے احساس نے لے لی جس میں کچھ عجیب سی آمیزش سکون اور نجات کے ایک احساس کی بھی تھی۔ اب مجھے اس کے گھر واپس نہ پہنچنے کی کوئی پروا نہ تھی، نہ اس بات کی کہ وہ اس وقت کہاں ہوگی اور رات کے اس پہر کس کے ساتھ ہوگی۔ میرے جذبات اور احساسات نے وہ رخ اختیار کیا جس کی نشاندہی میرا وجدان کر رہا تھا اور وہ ایسے معاملات میں شاذ ہی غلط ہوتا تھا۔ ماری کلیر سے اب میرا رشتہ ختم ہو چکا تھا، اور یہی بات تھی جو بعد میں ہو کر رہی۔

چند ماہ بعد ہم دوبارہ گھل مل گئے اور ہمارے رشتے نے وہی لطف و انبساط اور سکون حاصل کر لیا جو ابتدائی برسوں میں ہمارے تعلق کا خاصہ رہا تھا۔ پھر ہم دوبارہ لڑے جھگڑے۔ ماری کلیر نے ایک اور رات گھر سے باہر گزاری، پھر تیسری رات اور پھر چوتھی رات بھی۔ اور ایک دن وہ چلی گئی۔ وہ انتہائی آسانی سے چلی گئی۔ وہ مجھے انتہائی سکون سے چھوڑ گئی، جس کی مجھے قطعاً کوئی توقع نہ تھی۔ اس عجیب سکون اور آسانی نے مجھے یقین دلا دیا کہ مرد اور عورت کے تعلق سے زیادہ نازک کوئی اور چیز نہیں ہے۔

23

اُس کے بغیر ڈرائنگ روم زیادہ بڑا اور زیادہ خاموش لگتا ہے۔

ایسا تب سے ہے جب ایک صبح وہ اپنے پودے اور دوسرا سامان جو میرے فلیٹ میں رہ گیا تھا اور جس پر میری نظر نہیں پڑی تھی، اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ جانے کے بعد ابتدائی چند ہفتوں میں اس نے دو بار مجھے فون کیا تھا اور انتہائی سکون اور دھیمے پن سے مجھے بتایا کہ اسے قائل کر کے دوبارہ اپنے فلیٹ میں لانے کی میری ہر کوشش بے کار ہے کیونکہ اب اسے مجھ سے محبت نہیں رہی اور وہ ایک لمحے کے لیے بھی یہ تصور نہیں کر سکتی کہ کسی ایسے شخص کے ساتھ رہے جس سے وہ محبت نہ کرتی ہو۔ اس کے نزدیک یہ انتہائی اہم تھا کہ وہ اپنے آپ سے اور دوسروں سے مکمل سچائی اور ایمانداری برتے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ میں اس کے یوں چلے جانے سے بالکل حیرت زدہ نہ تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ حقیقتاً جو کچھ اس نے کیا اسے وہی کرنا چاہیے تھا۔ میں اعتراف کروں گا کہ مجھ میں بہت تبدیلی آ گئی تھی جب ماری کلیر نے دوسری رات گھر سے باہر گزاری تھی۔ میرا رویہ انتہائی خراب اور بسا اوقات انتہائی تند و تیز ہو جاتا تھا گویا میں خود چاہتا تھا کہ وہ اپارٹمنٹ سے چلی جائے اور مجھے بھی چھوڑ جائے۔

میں ذرا ذرا سی بات پر ہتھے سے اکھڑ جاتا اور غیظ و غضب میں مبتلا ہو جاتا، مثلاً جب صبح میں مجھے جوتے نہ ملتے جہاں شام میں نے انھیں رکھا ہوتا تھا، کیونکہ ماری کلیر نے انھیں ان کی مخصوص جگہ پر رکھ دیا ہوتا تھا تاکہ ان سے آنے والی بساند ڈرائنگ روم اور بیڈ روم تک نہ پہنچے، یا پھر صبح آنکھ کھلتے ہی مجھے میز پر کپ، چمچہ اور چھری رکھے نظر آ جاتے جو دفتر سے دیر ہونے کی وجہ سے ماری کلیر کچن میں رکھنا

بھول گئی ہوتی تھی، یا اس وجہ سے کہ اس کی ماں کو کی گئی فون کال اب ضرورت سے زیادہ ہی طویل ہو گئی تھی، خصوصاً جب اس کی گفتگو سے میں اندازہ لگاتا کہ اس کی ماں اسے اپنے گاؤں کے موسم کے متعلق بتا رہی ہے یا اس سے ملتی جلتی کوئی بات کر رہی ہے۔

میں نے اس پر لعنت ملامت کرنا اور الزامات لگانا بھی شروع کر دیا تھا۔ کسی کسی وقت میں بغیر کسی وجہ کے اس پر درشتی سے تنقید کرتا اور چیختا چلاتا بھی تھا۔ جب وہ رونے لگتی تو میں اسے گھورنے لگتا اور زبان سے دلجوئی کا ایک لفظ نہ نکالتا جیسا میں پہلے کیا کرتا تھا اور جس سے اس کا مزاج خوشگوار ہو جاتا تھا اور اس امر کی بھی نشاندہی ہوتی تھی کہ جو کچھ میں نے کہا، مجھے اس پر ندامت ہے۔ کئی بار اس کا رونا میرے تن بدن میں آگ لگا دیتا؛ میں زوردار آواز سے بیڈروم کا دروازہ بند کر لیتا اور اونچی آواز میں ریڈیو لگا دیتا تاکہ مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی نہ دے۔

میں نے اسے چڑانے اور برافروختہ کرنے کے لیے ایسی بہت ساری حرکتیں کرنا شروع کر دیں جو اس سے پہلے مجھے کبھی نہ سوجھی تھیں، اور جو اب مضحکہ خیز لگتی ہیں۔ میں اپنا زیر جامہ کئی کئی دن تبدیل نہیں کرتا تھا۔ میں اپنی بغلوں میں ڈی اوڈرینٹ کا چھڑکاؤ بھی نہیں کرتا تھا جو اس نے مجھے سکھایا تھا، بالخصوص اس لیے بھی کہ مجھے اس بات کا ذرہ برابر بھی یقین نہیں تھا کہ میری بغلوں سے اتنی تیز اور بھیانک بدبو آتی ہے جیسی ماری کلیر بتایا کرتی تھی۔ میں ناک کے اندر والے بالوں کو تراشنا چھوڑ دیتا تھا، حالانکہ اس نے اس مقصد کے لیے مجھے خاص طور پر ایک چھوٹی قینچی لا کر دی تھی۔ میں کئی روز شیو بھی نہیں کرتا تھا کیونکہ مجھے علم تھا کہ اسے میرا روزانہ شیو کرنا اور کلین شیو رہنا پسند تھا۔ ویسے بھی میری مونچھیں نہ ہونے جیسی ہیں اور چہرے پر داڑھی بھی عام مردوں جیسی نہیں نکلتی بلکہ بکرے کی داڑھی جیسی کوئی چیز ہوتی تھی جس کا وہ خوب مذاق اڑاتی تھی۔ میں نے اپنے اوپر عائد کی گئی اس پابندی کو بھی نظرانداز کر دیا تھا کہ مجھے روزانہ موزے تبدیل کرنے ہیں۔ مجھے اس سے کوئی خاص پریشانی نہیں ہوئی کیونکہ میں اچھا خاصا بڑا ہو جانے کے بعد بھی نہیں جانتا تھا کہ موزے اور جوتے کیا ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے میں ہمیشہ ننگے پیر گھوما کرتا تھا، یعنی امکان رہتا تھا کہ میرے قدم کانٹوں، زنگ آلود کیلوں اور نوکیلے پتھروں پر پڑتے رہیں گے جن کے زخموں کے نشانات آج بھی میرے پیروں کے تلووں پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

میں نے گھر کے ان چھوٹے موٹے کاموں کو بھی نظرانداز کرنا شروع کر دیا جن پر ماری کلیر

نے میرے ساتھ رہائش شروع کرتے ہی اصرار کیا تھا کہ ہم دونوں مل کر کریں گے تاکہ وہ اپنے ہی گھر میں نوکرانی جیسی نہ لگے، جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتی تھی، مثلاً کھانے کے برتن اٹھا کر کچن میں لے جانا، دسترخوان اور میز صاف کرنا، جبکہ میری باری ہو، اور گھر کی صفائی جو میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے دُگنا مزہ دیا کرتی تھی جب میں کونوں کھدروں میں گرد کا تعاقب کرتا اور ہر ممکنہ جگہ پر ویکیوم کلینز کا ربر کا پائپ گھسیٹتا۔

مگر وہ تنکا جس نے اونٹ کی کمر توڑ کر رکھ دی، وہ منحوس رات تھی جب میں نشے میں دھت واپس آیا۔ مجھے معلوم تھا کہ ماری کلیر، جسے وائن بہت مرغوب تھی، جب مجھے نشے میں دھت دیکھتی تھی تو پریشان ہو جاتی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ شراب نوشی ایک آرٹ ہے، ایک مسرت، زندگی اور اس کے چھوٹے چھوٹے لطف اور مزے کا جشن۔ اس باعث لوگوں کو ایک حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے وگرنہ وہ مستانہ دوستانہ لطف سے آگے بڑھ کر نشے میں غرق ہو جاتے ہیں جس کے باعث ان کے حواس جاتے رہتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں۔ یہ انتہائی قابلِ رحم اور رقت انگیز ہوتا تھا۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ مجھے یوں ٹوائلٹ میں اُلٹیاں کرتے دیکھنا اس کے لیے انتہائی قابلِ نفرت و کراہت ہوتا تھا، جو اکثر اس وقت ہوتا تھا جب میں نشے میں غرق ہو جاتا تھا اور اپنے جسم کی برداشت سے زیادہ شراب ڈکوس لیتا تھا۔

اس سب کے باوجود بھی میں نے بے تحاشا پی۔ میں ان راتوں کو بھلانا چاہتا تھا جو ماری کلیر نے گھر سے دور گزاری تھیں۔ میں گزشتہ رات بھی اسی وجہ سے سو نہ سکا تھا اور صبح ہوتے ہی سوالات نے مجھے اذیت دینا شروع کر دی تھی کیونکہ اب میں اپنے آپ کو مزید دھوکا نہیں دے سکتا تھا، اس مسئلے سے پہلو تہی کر کے، اس کا تجزیہ کر کے میں سچائی کا سامنا کرنے سے نہیں بچ سکتا تھا۔ جس چیز کی بابت میں نے خود کو ایک طویل عرصے تک یقین دلائے رکھا تھا، اب میرا ہر بُنِ مُو اُسے مسترد کر رہا تھا، اور وہ بات یہ تھی کہ وہ رات ماری کلیر نے ایک ہوٹل میں تنہا گزاری تاکہ مجھ سے بدلہ لے سکے یا پھر کچھ قریبی دوستوں کے ساتھ جن سے وہ ایک طویل عرصے بعد ملی تھی۔ میں نے واپس آنے میں کافی وقت لگایا۔ میں نے میٹرو یا بس کا سہارا بھی نہیں لیا۔ راستے میں آنے والے کئی شراب خانوں پر ٹھیکی لی۔ ہر جگہ میں نے ایک یا دو گلاس کونٹرو کے پیے۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب تک وہ سو چکی ہو گی، تبھی میں نے گھر

واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن جب میں نے دروازہ کھولا تو اسے صوفے پر بیٹھا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ پورے کپڑے پہنے ہوئے تھی، صرف جوتے اترے ہوئے تھے جو اس کے پیروں کے درمیان فرش پر رکھے تھے۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھے اور ہینڈ بیگ گود میں لیے، صوفے پر بالکل سیدھی بیٹھی ہوئی تھی گویا ابھی ابھی واپس آئی ہو۔ وہ کچھ بھی نہیں کر رہی تھی۔ نہ تو ٹی وی دیکھ رہی تھی اور نہ ہی موسیقی سن رہی تھی۔ اس کے اردگرد مدھم روشنی میں ہر شے خاموش تھی کیونکہ اس نے صرف صوفے کے قریب رکھا لیمپ روشن کیا تھا۔ کیا میرے خیال کے برعکس، وہ بالکل ابھی ابھی یہاں پہنچی ہے؟ اور پھر اب تک سونے کے لیے بستر پر دراز کیوں نہیں ہوئی؟ اسے اگلے دن کام پر جانا تھا اور معمول کے مطابق صبح سویرے بیدار ہونا تھا۔ کیا وہ میری منتظر ہے؟ لیکن کیوں؟ کیا اسے مجھ سے کوئی خاص بات کہنی ہے؟ اور اس نگاہ کے کیا معنی ہیں جس نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ میں کسی نامعلوم سیارے سے آئی کوئی مخلوق ہوں؟

پہلے پہل تو میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس عجیب صورتحال میں کیا رویہ اختیار کروں جس میں خود کو میں نے اچانک پایا تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اپنی اس خستہ و خراب حالت کے باوجود خود پر کچھ قابو پایا۔ جب اس نے دوبارہ مجھے دیکھا تو میں نے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ سجائی اور اس کے برابر جا کر بیٹھ گیا۔

"تمھارے پاس سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے ہیں۔"

میں نے نہ صرف اپنے غصے پر قابو رکھا بلکہ اس کے برعکس کچھ سکون محسوس کیا، کیونکہ میرے نزدیک اس کا بات کرنا اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ میرے متعلق فکرمند تھی۔ ایک لمحے کے وقفے کے بعد اس نے مجھے گھورتے ہوئے اپنا بیان پہلے سے مزید بلند آواز میں دہرایا۔ میں ایک بار پھر اسے دیکھ کر مسکرایا کیونکہ اس کے ہونٹوں کی جانب دیکھتے ہوئے، جنھیں میں نے کافی عرصے سے چوسا نہیں تھا، میں سوچ رہا تھا، کسی ایسی چیز کے متعلق جس کا مجھے قطعاً علم نہ ہوتا اگر وہ مجھ سے اس لہجے میں بات نہ کرتی اور اس نظر سے مجھے نہ گھورتی۔ کیا مجھے اپنی بدبو کے متعلق اس کی کہی ہوئی بات سے اتفاق کرنا چاہیے، حالانکہ اس بات کے صحیح ہونے کا مجھے بالکل یقین نہیں، صرف اس پر ثابت کرنے کے لیے کہ میں غصے میں ہتھے سے نہیں اکھڑوں گا؟ میں خاموش رہا۔ میں اس خوف سے بھی خاموش رہا کہ اس میں کوئی تبدیلی نہ آ جائے، جیسے شاید کھڑی ہونے والی ہو۔ جب میں نے اسے صوفے پر ہاتھ رکھتے

دیکھا، میں نے اپنے جسم کو پیچھے کیا اور انتہائی غور سے اس کے ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ اس کی ہتھیلی کھلی ہوئی تھی اور انگلیاں الگ الگ تھیں لیکن جس بات پر میں حیران ہوا وہ یہ تھی کہ اس نے نیل پالش لگائی ہوئی تھی۔ میں نے کافی عرصے سے اس کے ناخنوں کو اس طرح نہیں دیکھا تھا اور گہرے رنگ کی نیل پالش نے اس کے ہاتھوں کو مزید خوبصورت بنایا تھا۔ جب میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا اور اس نے فوراً ہاتھ واپس نہیں کھینچا جیسے کہ مجھے توقع تھی، تب مجھے خیال آیا کہ کیا وہ بھی وہی سوچ رہی تھی جو چند لمحوں پہلے تک میں سوچ رہا تھا۔ چند لمحے مزید گزرنے کے بعد میں نے خود کو اس بات پر قائل کرنا شروع کر دیا تھا کہ ماری کلیر نے اس رات وہاں مجھ سے بدلہ لینے کے لیے شب بسری نہیں کی تھی اور یہ کہ وہ خاموشی سے میرا انتظار کر رہی تھی۔

اس میں ایسی حیرت کی کیا بات ہے؟ میں نے اپنے آپ سے فخریہ انداز میں سوال کیا۔ ہاں، اس میں ایسی کیا عجیب بات ہے کہ ماری کلیر ایک بار پھر مجھے چاہتی ہے؟ ''وہ بخوبی جانتی ہے کہ تم اس کے لیے کیا کر سکتے ہو۔ کیا اس نے کئی بار یہ اعتراف نہیں کیا تھا کہ تم اسے لذت کی بلندیوں تک لے گئے تھے؟ اس نے تم سے دور ہونے کی کوشش کی تھی، اپنے آپ کو اور تمھیں محروم رکھنے کی کوشش کی تھی، لیکن اس کے جسم نے اس کا کہا ماننے سے انکار کر دیا۔ کوئی بھی اپنے جسم کی خواہشات کی بہت زیادہ دیر تک مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اب وہ خود تمھاری طرف واپس آ رہی ہے، وہ تمھارا انتظار کر رہی ہے۔''

میں اس کے قریب ہو کر جھکا۔ جب میں نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا تو اس نے حرکت کیے بغیر اور مجھے دیکھے بغیر کہا، ''کیا سڑاند ہے! تم اپنے آوارہ دوستوں کی طرح بدبودار ہو۔''

میں اس کے مزید قریب ہوا اور جب اسے پکڑ کر اس کے ہونٹوں کو چومنے کی کوشش کی تو وہ میرے بازوؤں سے نکل گئی اور مجھے زوردار دھکا دیا۔ اس کا ردعمل عجیب لگ رہا تھا مگر میں نے اس پر کوئی خاص توجہ نہ دی، کیونکہ میرے نزدیک ہم دونوں جن مراحل سے گزرے تھے اس کے بعد تو یہ سب ہونا ہی تھا۔

میں دوبارہ اس کی جانب جھکا اور اچانک اسے دبوچ کر اس کی گردن کے بے تحاشا بوسے لینے شروع کر دیے۔ اس دوران میرے ہاتھوں نے اس کے کپڑوں کے اندر اس کی کھلی ہوئی رانوں کے درمیان گھسنے کی کوشش بھی کی۔

''چھوڑو مجھے۔ ہاتھ نہ لگاؤ۔''

میں نے اس کے ہونٹوں تک پہنچنے کا تہیہ کر رکھا تھا، کیونکہ میں جانتا تھا کہ ایک دفعہ میں نے اس کے ہونٹ چوسنے شروع کر دیے اور اپنی زبان اس کے منہ میں گھمائی جیسا کہ اس نے ہمارے تعلق کی ابتدا میں مجھے سکھایا تھا، تو پھر اس کے لیے مزاحمت کرنا انتہائی مشکل ہو جائے گا۔ مجھے اس وقت جس شدت سے اس کی خواہش محسوس ہو رہی تھی ویسی اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔

میں نے ایک بازو اس کے گرد لے جا کر اسے زور سے سینے سے لگا کر بھینچا اور صوفے کے بازو کی طرف دھکا دیا تا کہ وہ میری گرفت سے فرار نہ ہو سکے جیسا ابھی اس نے کہا تھا۔ میں نے جتنا ممکن تھا سر جھکا کر اس کے منہ کو ڈھونڈا، جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس کی رانوں کو سہلانے کی کوشش کی۔ ''تمھیں سمجھ نہیں آ رہی ہے؟ تمھارے ہوش تو ٹھکانے پر ہیں؟''

میں اسے بھینچتے ہوئے اور دھکیلتے ہوئے مزید قریب ہوتا گیا۔ مجھے اس بات کی کوئی پروا نہ تھی کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ اس نے میری پیشانی، پشت اور گردن پر مکّوں کی برسات کر دی لیکن مجھے کوئی درد محسوس نہ ہوا۔ جب بالآخر میں اس کے منہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوا اور اس کے ہونٹوں کو انتہائی شدت سے چومنا شروع کیا تو میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے نیچے کچھ پُرسکون ہو گئی ہے اور اس کی مزاحمت رک گئی ہے۔ اس نے مجھے مارنا بھی بند کر دیا اور ظاہر کیا کہ وہ ہتھیار ڈال چکی ہے۔

جب میں نے مزید سر جھکا کر اس کی چھاتیاں چوسنی شروع کیں اور فتح کے مزے کے ساتھ اس کے ہونٹوں کے ذائقے کا بھی لطف لے رہا تھا تو اس نے اچانک مجھے زور کا دھکا دے کر دور کر دیا۔ مجھ پر جھک کر اس نے چیخنا چلانا شروع کیا۔ وہ ہاتھوں کو لہرا رہی تھی اور غصے کی شدت سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ ''کیا تم مجھے ریپ کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کبھی تمھیں اس قابل نہیں سمجھا۔ تم کیا سوچ رہے تھے؟ تم کیا سمجھتے تھے کہ میں تمھیں یہ سب کرنے دوں گی؟''

میں نے خاموش سادھ لینے اور اسے جواب نہ دینے کا عزم کر لیا تھا، لیکن مجھے نہیں معلوم کہ میں اچانک کس طرح قابو سے باہر ہوا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے بھی زیادہ بلند آواز میں چیخنا شروع کر دیا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے اور ہوا میں ہاتھ لہرا لہرا کر چلا رہے تھے اور پھر، جیسا کہ ایسی صورتحال میں عموماً ہوتا ہے، ہم نے ایک دوسرے کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

اگر یہ سب کچھ یہیں رک گیا ہوتا تو ہم دونوں اپنی اپنی بے عزتی کو وقت کے ساتھ ساتھ بھول جاتے اور شاید اس وحشیانہ لڑائی کے اثرات کو بھی زائل کر لیتے جو ہماری گزشتہ تمام لڑائیوں سے زیادہ شدید تھی، لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے تجدیدِ تعلق کے تمام امکانات کو تباہ کر دیا اور ہمارے رشتے کو ایک ایسی منزل پر لے گیا جہاں سے واپسی ناممکن تھی۔

کچھ دیر بعد ہم نے چیخنا چلّانا اور گالیاں دینا بند کر دیا۔ میں صوفے پر گر پڑا جبکہ وہ اپنی جگہ پر جمی کھڑی رہی۔ جس لمحے وہ پلٹ کر بیڈروم جانے کے لیے گھومی، مجھے اچانک کچھ کہنے کی ایک شدید حاجت نے گرفت میں لے لیا، کیونکہ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میں نے اس کی آخری بے عزتی کا شافی جواب نہیں دیا ہے جواب بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ مجھے خبر بھی نہ ہوئی لیکن اس نے مجھے دھیمے لہجے میں وہ الفاظ بڑبڑاتے ہوئے ضرور سن لیا جو نجانے کیسے اور کہاں سے اس لمحے میرے ذہن میں چلے آئے تھے۔

بجائے فرانسیسی میں بات کرنے کے مجھے حیرت ہوئی جب میں نے خود کو عربی بولتے سنا:

''قحبہ، فجیرہ۔'' (طوائف، کتیا۔)

میں اپنے غصے اور نشے کی حالت میں یہ بھول گیا تھا کہ ماری کلیر عربی کے کچھ الفاظ سمجھ لیتی ہے، بالخصوص اس نوعیت کے الفاظ؛ ایمانداری کی بات یہ ہے کہ میں نے ان تمام باتوں کے متعلق سوچا بھی نہ تھا۔ وہ چلتی ہوئی مجھ تک آئی اور دہراتی جا رہی تھی، ''قحبہ؟ أنا قحبہ؟'' (میں طوائف؟ میں رنڈی؟) جوں جوں وہ میرے قریب آتی گئی اس کی آواز اتنی ہی بلند ہوتی چلی گئی۔ جب اس نے اپنا جوتا اٹھایا تب مجھے احساس ہوا کہ میں نے کتنی عظیم غلطی کر دی ہے اور میرے الفاظ سے اسے کتنا شدید دکھ پہنچا ہے۔ میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا، ''میں نے قحبہ نہیں کہا! میں نے قحبہ نہیں کہا!'' مگر ماری کلیر اب تک آگ بگولا ہو چکی تھی اور کچھ بھی سننے کے قابل نہ تھی۔ وہ بڑے اعتماد سے میری طرف بڑھ رہی تھی، جوتے والا ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے، اس کی آنکھوں میں شدید غصہ ٹپک رہا تھا۔

''قحبہ؟ انا قحبہ؟''

اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ وہ مجھے مارے گی اور میں ذاتی دفاع میں اسے نہ ماروں اور معاملات کو مزید بدتر نہ بنا دوں، میں اٹھا اور کچن کی طرف بھاگا۔ اندر پہنچ کر میں نے کچن کا دروازہ بند کر

لیا۔ میں فرش پر لیٹ گیا اور تمام واقعے کو اپنے ذہن میں دوبارہ دہرانے لگا، جبکہ باہر ماری کلیر ایک بلند اور ہسٹریائی آواز میں، جو چیختے چیختے بھر آگئی تھی، ٹوٹی پھوٹی عربی میں جتنی گالیاں اسے یاد تھیں اور جو میرے ساتھ تیونس کی سیاحت میں اس نے سنی تھیں، مجھے دے رہی تھی۔

"تیری ماں پر لعنت! جہنمی، عورت باز، کتیا کے بچے!"

مجھے حرکت کی خواہش ہوتی ہے مگر میرا جسم میرا حکم نہیں مانتا۔ میں صوفے پر لیٹا ڈرائنگ روم میں اپنے اردگرد کی اشیا کو دیکھ رہا ہوں۔ ماری کلیر کے چلے جانے کے بعد پہلی بار میں اپنے بک شیلف کو اس کی پرانی جگہ پر اور میز کو ڈرائنگ روم کے عین وسط میں رکھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا تاکہ کمرہ خالی خالی نہ لگے۔

میں نے ایک بار پودوں کی جانب نگاہ کی اور ماری کلیر کو ان پر جھکے ہوئے دیکھا۔ میں نے اسے پانی کا جگ لکڑی کے فرش پر رکھتے دیکھا جو اس بات کا اعلان تھا کہ وہ میرے سامنے ہتھیار ڈال چکی ہے۔ میں نے اسے مزید نیچے جھکتے ہوئے دیکھا اور جب اس نے تھوڑا سا سر موڑا تو اس کے بال تازہ تازہ پانی دیے گئے پتوں کو چھونے لگے۔

وہ جگہ اب خالی اور تنہا ہے۔ وہاں گرد کی ایک باریک تہہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور فرش پر گملوں کے رکھنے سے پڑنے والے نشانات نظر آ رہے ہیں۔ وہ واحد پودا جو ماری کلیر مجھے چھوڑ کر جاتے ہوئے چھوڑ گئی تھی، اسے میں نے کھڑکی کے پاس سے اٹھا کر کمرے کے دوسرے کونے میں رکھ دیا تھا اور اس حوصلے کا منتظر تھا جو مجھے اس پودے کو پھینکنے کے قابل بنا سکے۔ مجھے بہت جلد پتا چل گیا تھا کہ میں اس طرح کی نازک چیزوں کی دیکھ بھال کے لیے ایک بے کار آدمی ہوں۔

جب میں نے اس پودے کو غور سے دیکھا تو پتا چلا کہ میں نے اسے کافی وقت سے پانی بھی نہیں دیا ہے۔ میں اٹھا اور اس کی طرف بڑھا۔ اس کے پتوں کو چھوتے ہوئے، جو کچھ مرجھائے ہوئے اور کچھ خشک لگ رہے تھے، میں نے فیصلہ کیا کہ پہلے کھانا تیار کرلوں، اس کے بعد اسے پانی دوں گا۔ میں نے مٹی پر گرے ہوئے مردہ خشک پتے جمع کیے تو مجھے یاد آیا کہ ماری کلیر ہمیشہ مجھے اس پودے کا نام یاد کرواتی تھی، کیونکہ میں بار بار اس کا نام بھول جاتا تھا؛ وجہ اس کی یہ تھی کہ یہ ایک غیر معمولی نام تھا جو میرے نزدیک اس جیسے کسی خوبصورت پودے کے بجائے کسی وحشی جانور پر زیادہ سجتا تھا۔

میں پتے جمع کرتے کرتے رک گیا اور اپنے ذہن کو گزشتہ تمام خیالات سے صاف کیا تاکہ میری توجہ کسی اور جانب مرکوز نہ ہو۔ میں نے ماری کلیر کے دیے ہوئے پودے کے نام پر اپنے ذہن کو مرکوز کر دیا۔ کئی طویل لمحے اسی کوشش میں گزر گئے کہ شاید اس کا نام یاد آ جائے مگر میں ناکام رہا۔

❁❁

عقیلہ اسمٰعیل

کہانی پھولوں اور شہیدوں کی

1971 کے مشرقی بنگال کے پس منظر میں ایک ناول

انگریزی سے ترجمہ: اجمل کمال

قیمت: 500 روپے

عقیلہ اسمٰعیل کراچی کی این ای ڈی یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر الیکٹریکل انجینئرنگ کی حیثیت سے خدمات انجام دیتی رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے ادب، معاشرے میں عورتوں کے مسائل اور ترقیات کے موضوع پر اخباروں اور رسالوں میں مضامین لکھنا جاری رکھا ہے۔ انھوں نے اردو کی متعدد ادبی تخلیقات کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جن میں اسد محمد خاں کی کہانیوں کا انتخاب اور فہمیدہ ریاض کے ناول بھی شامل ہیں۔ ان کی غیر افسانوی تحریروں میں کراچی کے غیر سرکاری ترقیاتی ادارے اورنگی پائلٹ پروجیکٹ (OPP) کے کام کی دستاویز سازی پر مبنی کتابیں اور مضامین شامل ہیں۔

نرمل ورما

آخری بیابان

ہندی سے ترجمہ: شائستہ فاخری

قیمت: 200 روپے

نرمل ورما کے آخری ناول آخری بیابان میں ان کا مخصوص نثری اسلوب اور بھی زیادہ نکھری ہوئی صورت میں سامنے آتا ہے۔ وہ اپنی افسانوی تصویر بہت ہلکے رنگوں میں تیار کرتے ہیں اور اس طرح انسانی زندگی اور رشتوں کی نہایت نازک تفصیلوں کو بڑے موثر انداز میں گرفت میں لاتے ہیں۔ زیرِ نظر ترجمے میں اس نثر کو ممکنہ حد تک برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے اس ناول کا مطالعہ اور اردو ترجمہ ہمارے لیے ایک قیمتی لسانی تجربہ بھی ہے۔

حبیب سالمی

ماری کلیر کی مہک

زیرِ نظر ناول کا اصل عربی عنوان روائح ماری کلیر اور اس کے انگریزی ترجمے کا عنوان *The Scents of Marie-Claire* ہے۔ ان دونوں عنوانات میں خوشبو یا مہک کے لیے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، جبکہ اردو عنوان ماری کلیر کی مہک میں اردو محاورے کی اس خصوصیت سے کام لیا گیا ہے کہ یہاں متعدد کے معنی میں واحد کا صیغہ استعمال کیا جانا ممکن اور روا ہے۔ ناول کو پڑھتے ہوئے یہ نکتہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے، اس لیے کہ حساس اور پیچیدہ بیانیے والے اس ناول میں مرد اور عورت کے جسمانی اور جذباتی رشتے کی رنگارنگی کا بنیادی استعارہ برتا گیا ہے، اور یہ استعارہ، جیسا کہ کامیاب جدید فکشن میں بار بار دیکھنے میں آیا ہے، اس سے وسیع تر وقوعے کا تخلیقی بیان بن جاتا ہے۔ اسے ہم اپنی اصطلاح میں 'قدیم' اور 'جدید' یا 'مشرق' اور 'مغرب' کے تہذیبی ملاپ/ٹکراؤ کا ایک گہرا، پُرمعنی مطالعہ سمجھ سکتے ہیں، اگرچہ اس امر کو نوٹ کرنا دلچسپی کا باعث ہوگا کہ اس ناول کے مصنف حبیب سالمی کا اصل وطن تیونس جس جغرافیائی خطے میں شامل ہے، یعنی شمال مغربی افریقہ، وہاں کے رہنے والے اس خطے کو ''المغرب'' کا نام دیتے ہیں۔ تاہم، ناول میں جن روایتی تہذیبی خصوصیات، مثلاً مردانگی، عشق، غیرت، رکھ رکھاؤ، حیا، ناپاکی وغیرہ، کو پیرس میں مقیم ایک مہاجر عرب کے کردار کے تجربات کے ذریعے مقامی جدید تہذیب سے ملتے، الجھتے اور ٹکراتے ہوئے دکھایا گیا ہے، ان خصوصیات اور ان سے جنم لینے والی کشمکش کو ہم اپنے ماضی اور حال میں بھی پہچان سکتے ہیں۔

ISBN: 978-969-648-042-6

9 789696 480426 >

Rs.260

ماری کلیر کی مہک